عربوں کی نظر میں

قدیم ہندوستانی مذاہب و معاشرہ

Qadeem Hindostani Mazaheb-o-Maashra

–Dr. Abida Khatoon

ڈاکٹر عابدہ خاتون

Marfat.com

عربوں کی نظر میں

قدیم ہندوستانی مذاہب و معاشرہ

Marfat.com

ڈاکٹر عابدہ خاتون

یہ کتاب
فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی حکومت اُتر پردیش، لکھنؤ
کے مالی اشتراک و تعاون سے
اشاعت پذیر ہوئی۔

Marfat.com

عربوں کی نظر میں

قدیم ہندوستانی مذہب و معاشرہ

اس تحقیقی مقالہ پر مصنفہ کو لکھنؤ یونیورسٹی نے

پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری عطا کی

ڈاکٹر عابدہ خاتون

جملہ حقوق اشاعت بہ حق مصنفہ محفوظ ہیں۔

135612

مصنفہ : ڈاکٹر عابدہ خاتون
ناشر : ڈاکٹر عابدہ خاتون
تعداد اشاعت : چھ سو
اشاعت اوّل : ۱۹۸۹ء
قیمت : ۴۴ روپے
مطبع : سرفراز پریس لکھنؤ

ملنے کے پتے :

ڈاکٹر عابدہ خاتون ۵۶۹ھ۔ امیر منزل، نیا گاؤں (ویسٹ) لاٹوش روڈ۔ لکھنؤ

مرکز ادب اُردو
۱۳۷۔ شاہ گنج لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳

Marfat.com

انتساب

اپنے شفیق و مہربان والد (بابو جی)
جناب محمد یونس صاحب قبلہ مرحوم
کے نام
جنھوں نے تحقیقی کام کرنے کا بھرپور حوصلہ دیا
اور جب یہ کام تکمیل کے مرحلے میں پہنچا تو
وہ ہمارے درمیان نہیں رہے۔ ع
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ڈاکٹر عابدہ خاتون

Marfat.com

مصنفہ ایک نظر میں

نام: عابدہ خاتون

والد: جناب محمد یونس صاحب

پتہ: 1059 - امیر منزل - نیا گاؤں (مغربی)
لاٹوش روڈ، لکھنؤ

آبائی سکونت: قصبہ منڈاور ضلع بجنور یوپی

تعلیم: ایم - اے (قدیم ہندوستانی تاریخ) لکھنؤ یونیورسٹی
پی ایچ - ڈی ۱۹۸۴ء

Marfat.com

پیش لفظ

ہندوستان کے ساتھ مستقل طور پر تعلق قائم رکھنے والے غیر ممالک میں عرب ممالک کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ شمال مشرق میں انتہائی قریبی پڑوسی ہونے کے سبب عرب ہندو تمدن کے جغرافیائی حالات سے بخوبی واقف تھے اور اپنے اپنے علاقوں کی مختلف چیزوں کا ہندوستان سے لین دین کیا کرتے تھے۔

ہندوستان کی قدیم تاریخ کے سلسلے میں میگس تھینز (ا[illegible]) فاہیان (ا[illegible]) اور ہیون سانگ (ا[illegible]) کا جو مقام ہے وہی حیثیت ہندوستان کے بہاکال سے قبل (ا[illegible]) کی تاریخ میں عرب سیاحوں اور مسافروں کا ہے بعض عرب مصنفین خود تو ہندوستان نہیں آئے تھے لیکن ہندوستان کے سلسلے میں جانکاری حاصل کرنے میں اُنھیں کافی دلچسپی تھی۔ علم کی اِس جستجو میں انھوں نے ہندوستان کا سفر کرنے والوں سے یہاں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اسے اپنی کتاب کا موضوع بنایا۔

پیش نظر مقالے میں ۲۴ عرب مصنفین کی تصنیفات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان میں بیشتر کی تحریریں حقیقی ترجمانی کرتی ہیں تاہم ان میں سلیمان سوداگر، ابوزید سیرافی، مسعودی، ادریسی، ابن خرداذبہ، ابن رُستا، بزرگ بن شہریار، بشاری مقدسی اور البیرونی کے سفرنامے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

مسعودی نے تاریخ نویسی میں ایک نئے طرز کی بنیاد ڈالی جس میں حکمراں خاندان کے بادشاہوں اور اہم واقعات کو بنیاد بنا کر حالات مدوّن کیے جاتے تھے۔

Marfat.com

درحقیقت اُس کے اِس طرزِ تحریر کا سبب اس کا وسیع مشاہدہ تھا اُس نے "مروج الذہب" اور "معادن الجواہر" نامی مشہور کتابیں لکھیں جو قدیم ہندوستان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔

مسعودی نے ملتان کے مشہور سورج مندر کی شان و شوکت کا ذکر کیا ہے۔ اس کی تحریروں سے ہندوستانی عوام کا مندروں سے لگاؤ اور مذہبی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ اُس نے سورج مندر کو سونے کی سرائے۔ بیت الذہب وغیرہ ناموں سے مخاطب کیا ہے۔ اس مندر کے اندر موجود سرمایۂ مال و دولت کا زیادہ تر عرب سیاحوں نے تذکرہ کیا ہے۔ بلاشبہ یہ مندر ہندوستان کی ایک مشہور زیارت گاہ رہا ہوگا۔ مسعودی نے ہندوستانی باشندوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لوگ سیفد دانتوں اور پان نہ کھانے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اُس نے یہ بھی لکھا ہے کہ موسیقی اور اُس کے لوازمات کے ذریعہ اُن میں بیک وقت لوگوں کو ہنسانے اور رُلانے کی مہارت پائی جاتی ہے۔

سلیمان سوداگر نے بھی ہندوستان کا سفر کیا تھا حقیقت میں سلیمان کا زمانہ پہلے کا ہے اور مسعودی کا تعلق زمانہ مابعد سے ہے۔ عراق سے چین تک کے طویل خطے کی اُس نے سیاحت کی تھی۔ ہندوستان کے بندرگاہوں کے سلسلے میں اُس کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ اُس نے "سلسلۃ التواریخ" نامی کتاب میں ہندوستانیوں کے رہن سہن، مذہبی سرگرمیوں اور مروجہ رسم و رواج کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ سلیمان نے ہندوستان میں لمبی لمبی داڑھیاں رکھنے کا رواج بتایا ہے۔ اس کے مطابق یہاں تین تین ہاتھ کی لمبی داڑھیاں رکھی جاتی تھیں۔

ابوزید سیرافی نے اپنی کتاب "کتاب الخبار" میں ہندوستانی عوام کے معاشرتی و مذہبی حالات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اُس نے ہندوستانی باشندوں کے

Marfat.com

کھانا پینے کے طور طریقوں میں صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھنے کا ذکر کیا ہے۔ اُس کے مطابق ایک برتن میں دو آدمی کھانا نہیں کھاتے تھے اور اسے صحت کے لیے مضر سمجھا جاتا تھا۔ ایک اور موقع پر اُس نے عورتوں کی حالت کا ذکر کیا ہے۔ ہندوستان کے زیادہ تر راجا اپنی بیگمات کو رعایا کے درمیان لانے میں ہچکچاہٹ نہیں محسوس کرتے بلکہ دوسروں کے سامنے بھی ان کی بیویاں بے روک ٹوک جا سکتی ہیں۔ ابوزید نے سلیمان کی کتاب کی تصحیح کی ہے اور اسے مکمل کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے۔

بشاری مقدسی نے "سندھ" کا سفر کیا تھا اس نے اپنی کتاب میں ہندوستان کے مختلف صوبوں اور شہروں کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ مختلف علاقوں کی پیداوار اور وہاں کی صنعت و حرفت کا بھی ذکر ہے۔ اُس نے کھمبایت (کھمبات) کے جوتوں کی بھی تعریف کی ہے جو یہاں سے تیار ہو کر باہر بھیجے جاتے تھے۔

بزرگ بن شہریار نے ہندوستان کے یوگی عبادت گزاروں کی خدا سے اٹوٹ رشتہ کا ذکر کیا ہے۔ یہاں کے سادھو "بیکور" کہے جاتے ہیں۔ سردیوں میں وہ بالکل ننگے رہتے ہیں اُس نے بنی مان جزیرہ میں لوگوں کے درمیان رائج ایک عجیب شادی کا ذکر کیا ہے کہ وہاں کسی عورت سے شادی کرنے سے پہلے کسی آدمی کو مار کر اُس کی کھوپڑی پیش کرنا ضروری ہے ہندوستانی تاریخ میں اس قسم کا کوئی دوسرا واقعہ کہیں نہیں ملتا۔ ممکن ہے کہ اس عرب سیاح نے کسی غیر مہذب قبیلہ میں اس قسم کا رواج دیکھا ہو۔

عبدالکریم شہرستانی نے گائے سے ہندوستانیوں کی عقیدت کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ ہندوستانی گائے کی پوجا کرتے ہیں اور اُس پر ہاتھ پھیر کر اپنے گناہوں کا ازالہ کرتے ہیں۔ ہندو دھرم میں گائے سے یہ عقیدت قدیم زمانے سے لیکر آج تک رائج ہے۔

جاحظ نے ہندوستانیوں کی علمی لیاقت کا ذکر کیا ہے "یہاں کے لوگ جیوتش ریاضی طب شاعری، خطابت، فلسفہ، ادب، منطق، گیان دھیان اور جھاڑ پھونک سے واقف ہیں۔ سانپ کا

زہر منتر کے ذریعہ بے اثر کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ شطرنج کا کھیل ہندوستانیوں کی عقلمندی اور ذہانت کا بہترین ثبوت ہے۔ گیارہویں صدی عیسوی کا مشہور مورخ "البیرونی" عربی فارسی اور سنسکرت کا عالم تھا اُس نے ہندوستانی عوام کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے پہلوؤں کا جیتا جاگتا نمونہ پیش کیا ہے۔ اُسے ہندوستان کے متعلق زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی دھن سوار تھی۔ اسی وجہ سے اُس نے ہندوستان میں قیام کر کے سنسکرت زبان و ادب کا علم حاصل کیا تھا۔

زمانہ قدیم سے بارہویں صدی عیسوی تک مختلف عرب سیاحوں نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور بعض عرب مصنفین نے عرب میں ہی رہ کر ہندوستان کے متعلق معلومات حاصل کر کے اپنے خیالات پیش کیے۔ اُن سیاحوں کے سفرناموں اور تذکروں کو اس کتاب کا ماخذ بنایا گیا ہے۔ اُن میں سے مشہور سیاحوں کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ حافظ عمر بن بحر۔ ۲۔ ابوالقاسم عبیداللہ بن خرداذبہ۔ ۳۔ سلیمان سوداگر۔ ۴۔ ابوزید حسن سیرافی۔ ۵۔ بلاذری۔ ۶۔ یعقوبی۔ ۷۔ ابن فقیہہ۔ ۸۔ ابن رستہ ۹۔ بزرگ بن شہریار۔ ۱۰۔ مسعودی۔ ۱۱۔ مطہر بن طاہر مقدسی۔ ۱۲۔ اصطخری۔ ۱۳ بشاری۔ ۱۴۔ ابن ندیم۔ ۱۵۔ عبدالقاہر بغدادی۔ ۱۶۔ ابن حوقل۔ ۱۷۔ قاضی صاعد اندلسی۔ ۱۸۔ عبدالکریم شہرستانی۔ ۱۹ قاضی رشید بن زبیر۔ ۲۰۔ شریف ادریسی۔ ۲۱۔ ابن ابی اصیبعہ۔ ۲۲۔ رشیدالدین۔ ۲۳۔ قزوینی۔ ۲۴۔ گردیزی۔

یہ کتاب چند ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں عرب مصنفین کا مختصر تعارف اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں عرب مصنفین کے ذریعہ تحریر کی گئی ہندوستان کی جغرافیائی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اسی سلسلے میں ندیاں، پہاڑ، جزیرے، میدان اور ساحلی علاقوں کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں سے زیادہ تر مقامات کا اب اُن کے موجودہ ناموں سے

Marfat.com

موازنہ کرنا ایک بہت ہی مشکل کام ہے۔ جہاں مطابقت ممکن ہو سکی ہے اُس کا اظہار کر دیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں ہندوستان پر ہونے والے عرب حملوں اور انھیں ناکام بنانے کیلئے "گرجر پرتیہار" خاندان کی کوششوں کا ذکر ہے۔ کچھ پرتیہار بادشاہوں میں ناگ بھٹ (اول) ناگ بھٹ (دوم) مہر موج بھوج پال وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ پرتیہار خاندان کی وطن پرستی قابل تعریف رہی ہے۔

چوتھے باب میں ہندوستان میں عربوں کی آمد اور اُس کے نتائج کا ذکر ہے۔

پانچویں باب میں عرب سیاحوں کے ذریعہ تحریر کردہ قدیم ہندوستانی معاشرت کے تمام پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سماج میں طبقے کی تقسیم کے اعتبار سے طبقہ اور ذات کا نظام، رسم و رواج، شادی بیاہ، عورتوں کی حالت، موت و زندگی، روزمرّہ کے معمولات وغیرہ کی تفصیل پر یہ باب مشتمل ہے۔

چھٹے باب میں عرب مصنفین کی کتابوں پر مبنی ہندوستانیوں کے مذہبی حالات درج کیے گئے ہیں۔ چنانچہ اس باب کے تحت یہاں رائج مورتی پوجا کے ساتھ ساتھ مختلف مذہبی فرقوں کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ اِس میں وشنو مذہب، شیو مذہب، دیوی کی عبادت، سورج کی پوجا نیز دیگر مختلف دیوی دیوتاؤں کی پوجا کا ذکر کیا گیا ہے۔ بودھ مذہب اور جین مذہب کے مروجہ طریقوں کو عرب مصنفین نے خود تحریر کیا ہے۔

زیر نظر کتاب کی ترتیب و تالیف میں جن ارباب علم و دانش سے مجھے تعاون ملا ہے میں اُن کی خلوص دل سے ممنون و متشکر ہوں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد اسحاق ڈی۔ ایس سی صدر شعبۂ ریاضی کیلی فورنیا یونیورسٹی، پروفیسر محمد رضوان علوی ڈین فیکلٹی آف آرٹس لکھنؤ یونیورسٹی اور ڈاکٹر سید توقیر عابدی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ عابدی صاحب کے مقالے سے تو مجھے بھرپور استفادے کا موقع ملا۔

بعض نہایت اہم مواد اور کتابیں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری سے

Marfat.com

مجھے حاصل ہوئیں جس کے لیے میں وہاں کے ذمہ داروں کی بے حد ممنون ہوں خاص طور پر پروفیسر عزیز ٹونکی شعبۂ جغرافیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی شکر گزار ہوں جنھوں نے ضروری مواد اور کتابوں کی فراہمی میں مجھے تعاون دیا۔ میں لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ قدیم ہندستانی تاریخ کے صدر، پروفیسر بی۔ این۔ سریواستوا کی متشکر ہوں جنھوں نے مجھے ریسرچ کا حوصلہ اور قیمتی تعاون سے نوازا۔

میرے اس مقالے کے نگراں ڈاکٹر شیلیندر ناتھ کپور کی محبت، دعائیں اور رہنمائی قدم قدم پر میرا سہارا بنی۔ ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے درحقیقت میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

میری خوش نصیبی ہے کہ برادر محترم جناب محمد شاہد نے تحقیقی کام کے دوران پیش آنے والی دشواریوں کو دور کر کے نہ صرف میرا حوصلہ بڑھایا بلکہ والد صاحب قبلہ کے انتقال کے بعد ان کی مزید شفقت و محبت نے مجھے کسی کمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ اسی طرح برادر عزیز محمد شکر سلمہٗ نے اس مقالے کی طباعت و اشاعت کے دوران تگ و دو کر کے میری بہت سی الجھنوں کو کم کیا۔ میری پیاری بہن خالدہ خاتون ایم اے (اردو) نے پروف ریڈنگ کر کے جو دیدہ ریزی کی ہے میں اس کا شکریہ کہاں ادا کر سکتی ہوں۔

میں جناب نثار اعظمی لکچرر شعبۂ عربی لکھنؤ یونیورسٹی کی بھی انتہائی ممنون و متشکر ہوں جنھوں نے تحقیقی مقالے کے اردو ترجمہ پر نظر ثانی کی کیوں کہ بنیادی طور پر یہ مقالہ ہندی میں تحریر کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ کتاب کی تزئین عمدہ کتابت و طباعت کے سلسلے میں بھی مجھے ان کا تعاون حاصل رہا۔

آخر میں اپنے محترم بزرگ جناب شاہ تنویر عطا جاوید صاحب سجادہ نشین سلون کا ذکر کیے بغیر میں نہیں رہ سکتی جن کی پُرخلوص دعاؤں اور شفقت و محبت کے زیر سایہ میرا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

عابدہ خاتون

فہرست

	عنوانات	صفحہ
پہلا باب	مشہور عرب مصنفین اور ان کا مختصر تعارف سلیمان تاجر۔ ابن خرداذبہ۔ الجاحظ۔ بلاذری۔ یعقوبی ابوزید سیرفی۔ ابن حوقل۔ الاصطخری۔ المسعودی۔ ابن ندیم۔ البیرونی۔ ادریسی۔ عبدالکریم شہرستانی۔ القزوینی۔ ابن ابی اُصیبعہ۔ رشیدالدین حمد۔ ابن رُستہ۔ ابن فقیہہ ہمدانی۔ قاضی صاعد اندلسی۔ بزرگ بن شہریار۔ بشاری مقدسی۔ قاضی رشید بن زبیر۔ طاہر مقدسی۔ گردیزی۔	۱۷
دوسرا باب	عرب مصنفین کی نظر میں ہندوستان کا جغرافیہ مشہور صوبے اور شہر پہاڑ۔ دریا۔ جزیرے	۳۹
تیسرا باب	عرب حملہ آور اور گُرجر پرتیہار خاندان ناگ بھٹ اوّل۔ ناگ بھٹ دوم۔ بھوج راج اوّل۔ مہی پال اوّل۔ راجیہ پال۔ ترلوچن پال۔	

Marfat.com

	عنوانات	صفحہ
چوتھا باب	عربوں کی آمد اور اس کے نتائج محمد بن قاسم کا حملہ۔ دیول کی فتح۔ نیرون کی فتح۔ سیستان کی فتح۔ سیسم یا سیدی کی فتح۔ اشہار قلعے کی فتح۔ راہر پر حملہ۔ برہما باد پر حملہ۔ اُرور کا محاصرہ۔ بابیا کی فتح۔ اِصقلندلہ کی فتح۔ سکہ کی فتح۔ ملتان کی فتح۔	۱۲۲
پانچواں باب	عرب مصنفین کی نظر میں ہندوستانی معاشرہ طبقہ اور ذات کا نظام۔ طبقاتی نظام۔ ذات پات۔ عرب سیاحوں کی نظر میں ذات پات کی تقسیم:۔ برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ شودر۔ کھتری (کھتری) نچلا طبقہ:۔ دھوبی۔ موچی۔ جادوگر۔ ٹوکری اور ڈھال بنانے والے۔ ملاح۔ بُنکر۔ ہاڈی۔ ڈوم۔ چنڈال۔ وکھتو۔ آشرم کا نظام: برہمچریہ آشرم۔ گرہستھ آشرم۔ وان پرستھ آشرم۔ سنیاس آشرم۔ عرب سیاحوں کے بیان کردہ سنسکار (رسومات): گربھا دان سنسکار۔ پُنسون سنسکار۔ سیمنتونین سنسکار۔ جات کرم سنسکار۔ نام کرن سنسکار۔ نشکرمن سنسکار۔ آن پراشن سنسکار۔ چول یا چوڑا کرم سنسکار۔ کنڑھیدھ سنسکار۔ ودیارمبھ سنسکار۔ جنیو سنسکار۔	۱۴۲

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
آپ نین سنسکار۔ وواہ سنسکار۔ آنتم یا انتیشٹی سنسکار۔ شادی۔ شادی کی عمر۔ شادی کا طریقہ۔ شادی کی قسمیں۔ جہیز	
عورتوں کی حالت :۔ بیوہ کی شادی۔ پردہ کا چلن۔ ستی کا چلن۔ عورتوں کی خوبصورتی۔ طوائف کا چلن۔ دیوداسی کا رواج۔ بدچلنی (ناجائز تعلقات)	
سماجی زندگی میں تعلیم :۔ ریاضی۔ علم طبقات الارض۔ علم طب قواعد۔ علم کیمیا۔ اندرجال (جادو) علم نجوم۔ علم ہیئت (نچھتر) علم مناظرہ۔ بلاغت منتر (جھاڑ پھونک) علم مار۔ علم موسیقی۔ علم فلسفہ ویدکی اہمیت اور اس کی تعلیم۔ زبان۔ نشاندہی رسم الخط۔ لکھنے کا سامان۔ لکھنے کا انداز۔ کتھا (کہانی) شاعر کی عزت اور شاعری کا رواج۔ کار خیر اور اس کے طریقے۔ درس و تدریس کا انتظام اور درسگاہیں۔	
کھانا پینا (طعام و شراب) :۔ گوشت پر مشتمل خوراک۔ اناج پر مشتمل خوراک۔ سبزیاں اور پھل۔ مٹھائیاں۔ کھانے کا طریقہ۔ پینے کی چیزیں (شراب وغیرہ)	
لباس اور آرائش و زیبائش :۔ لباس۔ پاؤں کا محافظ (جوتا)	
زیورات	
تفریحات اور روزمرہ کے معمولات :۔ شطرنج۔ چوسر اور جوا۔	

	عنوانات	صفحہ
	موسیقی والفاظ موسیقی۔ حیرت انگیز کھیل۔ چوپایوں اور پرندوں کا پالنا جانوروں اور پرندوں کا شکار۔ روزمرہ کا برتاؤ۔ مذہبی رواداری۔	
چھٹا باب	**عرب مصنفین کی نظر میں ہندوستان کی مذہبی حالت**	۲۹۵
	مختلف مذہبی فرقے :۔ مہاکالیہ فرقہ۔ ترین کیتیہ فرقہ۔ چندر بھگت فرقہ۔ بکرنتی نیہ فرقہ۔ اصحاب رحانیات۔ دگمبر تیہ فرقہ۔ جلپ کیہ جل کلپیہ فرقہ۔ بادرنیہ فرقہ۔ آن واتریہ (اگنی ہوتری) فرقہ۔ باہودیہ فرقہ۔ (ممکنہ شیو فرقہ) باس دیہ فرقہ۔ کاپالیہ فرقہ۔ بہاگھوجیہ فرقہ۔ گنگا یاتری اور راچوتیہ فرقہ۔ برکس ہیکیہ فرقہ۔ صابیہ۔ مورتی پوجا اور ویشنو دھرم۔ شیو دھرم دیوی پوجا۔ سوریہ (سورج) پوجا۔ بودھ اور جین دھرم۔	
	حوالے :	۳۴۷
	عربی اور فارسی کی اصل کتابیں اور ان کے ترجمے	
	ہندی کی نئی کتابیں۔	
	سنسکرت کی کتابیں۔	
	اردو کتابیں	
	بمبلوگرافی :	
	جدید انگریزی ماخذ (اصل کتابیں اور ترجمے)	
	انگریزی رسائل اور میگزین۔	

Marfat.com

پہلا باب
مشہور عرب مصنفین اور اُن کا مختصر تعارُف

۱۔ سلیمان سوداگر

ہندوستان کا سفر کرکے، یہاں کا آنکھوں دیکھا حال تحریر کرنے والا یہ پہلا عرب مصنف ہے، جس کی کتاب قدیم تاریخ سے متعلق معلومات کی بنیاد سمجھی جاتی ہے ۱۸۱۸ء میں سلیمان کے سفر نامہ کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کرکے اسے۔ بے ڈیاڈیئے نے پیرس سے شائع کیا۔ ۱۸۱۱ء لانجلس سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ سلیمان کا اصل سفر نامہ سلسلۃ التواریخ کے نام سے معروف و مشہور ہے جو کہ دو حصّوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ پہلا حصّہ سلیمان کے انکشافات پر مبنی ہے۔

۲۔ دوسرا حصّہ ابوزید حسن سیرافی نے لکھا ہے

اس کتاب میں سمندر، جزیرہ اور سیراف سے چین تک کا ذکر ہے۔ ہندوستانی معاشرہ، مذہب، رسم و رواج، سیاسی حالات وغیرہ پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ اس مصنف کو علم جغرافیہ سے واقفیت بڑے نام کمائی پھر بھی اس کی کتاب علم جغرافیہ کی تاریخ میں اپنے دور کی ایک عظیم تصنیف ہے۔ حقیقت میں سیاحت سے انسان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے اور سلیمان نے عراق، آرمینیا، ایشیا، مائنر افریقہ سوڈان اور چین سے تبت علاوہ پھر ہندوستان وغیرہ کا سفر کیا تھا جسکے سبب یقیناً اسکی معلومات میں کافی اضافہ اور وسعت پیدا ہوگئی ہوگی۔

سلیمان کے تحریر کردہ سفر نامہ کے سلسلے میں ضیاء الدین علوی لکھتے ہیں [1]

"سلیمان کا سفر نامہ ۸۵۱ء میں لکھا گیا ہے جو دُور دراز کے مشرقی سمندری خطہ

---

[1] اسلامک کلچر حصّہ ۲۲، ۱۹۴۸ء صفحہ ۲۶۶

کی تجارتی منڈیوں کے بارے میں عربوں کی تجارتی غرض وغایت کے نظریہ پر مبنی ہے، یہ جغرافیائی معلومات پر مشتمل ہے۔"

۲۔ ابوالقاسم عبیداللہ بن عبداللہ بن خرداذبہ (ابن خرداذبہ)

خرداذبہ عبیداللہ ولد ابوالقاسم ۸۲۰ء میں پیدا ہوا۔ اس کا تعلق بغداد کے برمک[1] خاندان سے تھا۔ اس کے آبا و اجداد آتش پرست تھے جنھوں نے بعد میں مذہب اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس کی کتاب کا نام "کتاب المالک والمسالک" ہے جس کا انگریزی ترجمہ Book of Roads and King doms کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

ہندوستان کے متعلق جغرافیہ کی یہ سب سے پہلی کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ اس نے بلہرا کے راجہ کو عظیم ترین راجہ بتایا ہے جس کی راجدھانی کونکا نگر تھی۔

یہ مورخ خود ہندوستان نہیں آیا تھا لیکن ہندوستان کے تئیں اس کے دل میں بڑی عقیدت اور جاذبیت محسوس ہوتی تھی کیوں کہ جو بھی تاجر یا مسافر ہندوستان کا دورہ کر کے اپنے ملک واپس لوٹتا وہ اس سے رابطہ قائم کر کے ہندوستان کے بارے میں معلومات حاصل کرتا۔ اس مصنف کی عربی میں لکھی ہوئی کتاب کا کچھ حصہ ۸۶۵ء میں بارویہہ ڈی مینارڈ کے ذریعہ جرنل ایشیاٹک میگزین میں شائع کیا گیا اور ۱۸۸۹ء میں ڈی، گوئے، ایچ کے ذریعہ لیڈن میں اسے شائع کیا گیا اس کی وفات ۹۱۲ء میں ہوئی۔

۳۔ جاحظ عمر بن بحر

جاحظ عمر بن بحر عراق کے بصرہ شہر کا باشندہ تھا۔ یہ شہر اُن دنوں عربی زبان و

---

[1] برمک۔ بغداد کا ایک مشہور خاندان جس کے اندر عباسی دور حکومت میں کئی وزراء اور مشاہیر پیدا ہوئے۔ بعض مورخین اُن کی اصل ہندوستان سے بتاتے ہیں اور لفظ برمک کو پرمکھ کی عربی شکل مانتے ہیں

Marfat.com

ادب کا بہت اہم مرکز سمجھا جاتا تھا۔ عربی زبان وادب کے ماہر اس مصنف نے ہندوستانی تہذیب وتمدن کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کی دو کتابیں خاص طور سے مشہور اور قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ کتاب البیان والتبیین۔ اس کتاب میں ہندوستان کے علوم وفنون اور ادب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ابن خلدون نے اس کتاب کو ادب کی کان کہا ہے۔

۲۔ فخر السودان علی البیضان۔ مصر سے شائع شدہ اس کتاب میں ہندوستان کی معاشرتی ومعاشی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

جاحظ کی وفات ۸۶۸ء میں ہوئی۔

۴۔ بلاذری

بلاذری بغداد کا رہنے والا تھا۔ اس کا پورا نام احمد بن یحییٰ بن جعفر تھا۔ تاریخ میں یہ بلاذری کے نام سے ہی مشہور ہے۔ یہ فارسی زبان کا بھی عالم تھا۔ اس نے دو کتابیں تحریر کی ہیں۔

۱۔ انساب الاشراف۔

۲۔ فتوح البلدان۔ اس کتاب میں ہندوستان پر عربوں کی فتح سندھ اور ہندوستان کی معاشرتی وتہذیبی حالت کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ مصر سے ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔ بلاذری کی وفات ۸۹۲ء میں ہوئی[1]

۵۔ یعقوبی

یعقوبی ۸۹۳ء یا ۸۹۹ء میں سفر کی نیت سے ہندوستان آیا تھا۔ اس کا پورا نام احمد یعقوب بن جعفر تھا۔ یہ پہلا مسلمان مورخ مانا جاتا ہے جس نے دنیا کی تاریخ عربی

---

[1] ۔ الیس۔ ایم۔ علی: عرب جیوگرفی صفحہ ۲۰۔

Marfat.com

زبان میں لکھی۔ یعقوبی نے تاریخ اور جغرافیہ کے موضوع سے متعلق دو مشہور کتابیں تحریر کیں۔

جغرافیائی حالات کا ذکر کرتے ہوئے یعقوبی نے دنیا کو سات حصّوں میں تقسیم کیا پہلا حصّہ ہندوستان ہے جس کی حدیں مشرق میں سمندر سے متصل اور چین سے لے کر مغرب میں دیول تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ حصّہ عراق کے قریب سمندر کی کھاڑی تک ہندوستان اور حجاز کی سرزمین سے ملا ہوا ہے[1] ہندوستان کے تفصیلی حالات کے سلسلے میں "تاریخ یعقوبی" کافی مشہور ہے۔ اس میں عربوں کی فتح سندھ کا ذکر ہے۔ اس سفرنامے کی اشاعت لیڈن سے دو حصّوں میں ۱۸۸۳ء میں ہوئی۔

۶۔ ابوزید الحسن سیرافی

نویں صدی کا یہ عرب مصنف بصرہ کا رہنے والا تھا۔ اس نے "کتاب السّانی" نام سے کتاب لکھی جس میں اس نے ہندوستانی شہروں کے رہن سہن، رسم و رواج، مذہب، مندر، تجارت اور جغرافیائی کیفیت کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ اس نے خود ہی یہ تحریر کیا ہے کہ میں نے سلیمان کی لکھی ہوئی کتاب کو مکمل کیا ہے۔ اس کا سفرنامہ ۱۴۵ھ میں پہلی بار پیرس میں شائع ہوا۔

۷۔ ابن حوقل

ابن حوقل کا پورا نام ابوالقاسم تھا۔ یہ بغداد کا رہنے والا تھا۔ ۹۷۶ء میں اُس نے "کتاب المسالک والممالک" تحریر کی۔ اس کی یہ کتاب اَشکال البلاد کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اس کتاب میں سندھ سے متعلق حصّہ کا ترجمہ گلڈمیسٹر نے کیا ہے۔

---

[1] ایس ایم نینار: عرب جیاگرافرس۔ ناسج آف سدرن انڈیا صفحہ ۲۳۱۔

Marfat.com

ابن حوقل نے "الاصطخری" کی طرح ہندوستان کے شہروں کا موقع بہ موقع ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ہندوستانی باشندوں کے مذہب اور زبان کے متعلق بھی اپنے خیالات پیش کیے ہیں۔ یہ وہ پہلا عرب مصنف ہے جس نے ہندوستان کے رقبہ طول و عرض کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے سندھ کی جغرافیائی حالت کا ذکر کیا ہے اور ایک شہر سے دوسرے شہر کی دوری کا اندازہ سفر میں خرچ ہونے والے وقت کی بنیاد پر کیا ہے[1] ہندوستان کے حدود سے متعلق اس کا علم نامکمل تھا پھر بھی اس کی یہ اولین کوشش قابل تعریف ہے۔

۸۔ الاصطخری

یہ سیاح ۹۵۱ء میں ہندوستان کی سیاحت کے لیے آیا تھا۔ اس کا نام "ابراہیم بن محمد" تھا۔ ایران کے قریب ایسٹخر نامی شہر کا باشندہ تھا۔ اصطخری نے ہندوستان میں قیام کر کے مختلف علاقوں کا نظارہ کیا۔ سیاحت کے ذریعہ جو معلومات اس نے حاصل کیں اُسے کتابی شکل میں پیش کیا۔ اس نے دو کتابیں لکھیں۔

۱۔ کتاب الاقالیم۔ ۹۵۱ء میں لکھی گئی۔

۲۔ مسالک الممالک۔ یقینی تاریخ تصنیف معلوم نہیں۔

ان دونوں کتابوں میں اصطخری نے ہندوستان کے مختلف شہروں اور وہاں کے بادشاہوں کا نام درج کیا ہے۔

۹۔ مسعودی

مسعودی کا اصل نام ابوالحسن علی بن حسین المسعودی تھا۔ اس کی تاریخ ولادت دستیاب نہیں ہے۔ مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مورخ دسویں صدی کے ابتدار میں ہندوستان آیا ہوگا۔ اپنے علم میں اضافہ کے لیے بغداد سے زنجبار تک گیا۔ چین، سری لنکا، ہندوستان، ایران، عراق، شام، اسپین، روم، یونان وغیرہ ملکوں کے سفر

[1] ایلیٹ: ہسٹری آف انڈیا۔ صفحہ ۳۹-۴۰

میں اس نے کافی وقت صرف کیا۔ یہ ۹۱۵ء میں ہندوستان آیا اور یہاں پر دو سال قیام پذیر رہا۔ مسعودی نے جغرافیہ سے متعلق دو کتابیں تصنیف کیں۔

۱۔ مروّج الذّہب و معادن الجواہر

۲۔ التنبیہ والاشراف

مروّج الذہب اس نے غالباً ۹۳۳ء میں تحریر کی۔ اُس میں اس نے اُن شہروں ندیوں اور ان کی جغرافیائی کیفیت کا ذکر کیا ہے جہاں وہ خود گیا تھا۔ اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ڈاکٹر اشپرنگر نے کیا ہے۔

دوسری کتاب اُس نے اپنی وفات (۹۵۶ء) سے قبل لکھی تھا اس سے تاریخ، فلسفہ، منطق اور مظاہر قدرت کے سلسلے میں واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے کم و بیش ۳۵ کتابیں لکھیں۔ بہت سی کتابوں کا ترجمہ ۱۸۵۱ء میں مصر اور پیرس سے فرانسیسی زبان میں ایم۔ اے۔ باربیر ڈی میناڑ اور پیویٹ۔ ڈی کورٹیلے کے ذریعے کیا گیا۔

مسعودی کی کتابوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اُس نے جغرافیہ کو تاریخی تذکروں کے اندر جگہ دی۔

مسعودی نے ہندوستان کے مختلف علاقوں کا سفر کر کے وہاں کی معاشرتی حالات، رسم و رواج اور زبان وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔ سیاسی حالات کے ضمن میں اُس نے مختلف علاقوں کے حکمرانوں کے نام تحریر کیے ہیں۔ اس طرح مسعودی کا مرتب کردہ سفرنامہ آنکھوں دیکھے حالات پر مشتمل ہے۔ طبری اور مسعودی کے انداز بیان نے تاریخ نویسی کو بام عروج پر پہنچا دیا۔ اُسے ایک مورخ، جغرافیہ دان اور زبردست واقعیت رکھنے والا انسان کہا جا سکتا ہے۔

ایک مورخ کی حیثیت سے وہ حقیقی واقعات پیش کرنے کے لیے مشہور ہے۔

135612

Marfat.com

اتحاد و تشدد پسند افراد کی اس نے بارہا تنقید کی۔ راجہ بہر اکے ذریعہ اسلام کو عزت و سرپرستی عطا کیے جانے پر اس نے بہت اچھے انداز میں بارہا اس کی تعریف کی ہے مسعودی کو عربوں کا "ہیروڈوٹس" مانا جاتا ہے۔ شاید یہ پہلا شخص تھا جس نے عربی تاریخ نویسی میں ایک نئے طرز کی بنیاد ڈالی۔ اس نے واقعات کا ذکر ماہ و سال کو مرکز نہ مان کر حکومت، خاندان، بادشاہوں اور عوام سے منسوب واقعات کی بنیاد پر کیا۔ یہ ایک نیا انداز تھا جس کی پیروی ابن خلدون اور دوسرے مورخین نے کی ہے۔ اس نے اپنی زندگی کے آخری دس سال شام اور مصر میں گزارے اس کے تذکروں میں گھٹن کا احساس نہیں ہوتا۔ ہندوستان کی تاریخ کی جانب اس کا خاص رجحان دیکھا جاتا تھا۔

۱۰۔ ابن ندیم

یہ بغداد کا رہنے والا تھا۔ اس کا اصلی نام احمد بن اسحاق بن ابی یعقوب ندیم تھا۔ اس نے ۹۸۷ء میں اپنی مشہور زمانہ کتاب "الفہرست" مکمل کی۔ اس کتاب میں اُس نے دنیا کی بہت سی قوموں کی زبان، رسم الخط اور مذاہب کا ذکر کیا ہے۔ یہ عربوں کے درمیان ہندوستانی سماج اور مذہب سے متعلق تصدیق شدہ قدیم ترین کتاب سمجھی جاتی ہے جو یورپ اور مصر سے ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی۔

۱۱۔ البیرونی

عرب مصنفین میں کمیت کے لحاظ سے البیرونی کو عظیم ترین مصنف کہا جاتا ہے۔ ۴ ستمبر ۹۷۳ء میں خوارزم کے قریب بیرون نامی شہر میں اس کی ولادت ہوئی۔ فارسی

۱۔ گرندھارڈے: اتہاس: بودھ دیپ و سدھانت صفحہ ۱۲۰

۲۔ " " " " " صفحہ ۱۲۰

Marfat.com

میں بیرون کا مطلب "باہر" یا غیر ملکی ہوتا ہے[1] خوارزم کے باہر ولادت ہونے پر شاید اس کا نام البیرونی پڑا۔

البیرونی کے ماں باپ خوش حال نہیں تھے۔ شاید جلد ہی اُس کے والد کا انتقال ہوگیا۔ غیر معمولی صلاحیت کے حامل اور محنتی کے عادی البیرونی نے سخت جاں فشانی سے تعلیم حاصل کی۔ اس نے اپنے دو استادوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ بغداد السرخسی ۲۔ ابونصر منصور بن علی بن عراق

ابونصر اپنے لائق و فائق شاگرد البیرونی سے اس قدر متاثر تھا کہ اس نے البیرونی کے نام پر کچھ کتابیں بھی لکھی تھیں[2] یہ دونوں آچاریہ جیوتش کے نمودستہ عالم تھے۔ البیرونی کے ہندوستان میں قیام کی مدت میں اختلاف ہے۔ ایلیٹ کا کہنا ہے کہ البیرونی ہندوستان میں چالیس سال رہا[3] ہوڈی والا نے البیرونی کے قیام کی مدت ۱۴ سال بتائی ہے[4] یقینی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ البیرونی یہاں کتنے سال قیام پذیر رہا لیکن ۱۰۱۷ء اور اس کے بعد محمود غزنوی کے حملوں کے ساتھ البیرونی کا یہاں تعلق تھا۔ اس نے ہندوستان میں قیام کر کے سنسکرت زبان کا گہرا مطالعہ کیا۔ اُس نے خود لکھا ہے۔

"اس کے یعنی (ہندوستان) کے لیے میرے دل میں بے پناہ کشش ہے اس اعتبار سے میں اپنے دور کا واحد شخص ہوں کہ مجھے جس جگہ سے

---

[1] ایف۔ اسٹین گس، پرشین انگلش ڈکشنری صفحہ ۲۱۶

[2] سنت رام: البیرونی کا ہندوستان حصہ دوم صفحہ ۳

[3] ایلیٹ اینڈ ڈاوسن: ہسٹری آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۲

[4] ہوڈی والا: ہسٹری آف انڈو مسلم ریلیشن صفحہ ۱۳۲

Marfat.com

جاتا ہوں نیز اسے سمجھنے و سمجھا سکنے والے عظیم ماہر کے ہندو عالموں کی مدد لینے کی خاطر مال و زر خرچ کرنے اور تکلیف اٹھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا[1] اتنا ہی نہیں، اس نے یہ بھی لکھا ہے وہ کب کب اور کیا کیا لکھتا رہا ہے لیکن حیرت کی بات ہے کہ اس نے ہندوستان میں اپنے قیام کی تاریخ نہیں لکھی۔

البیرونی نے ہندوستان سے متعلق جو کتاب لکھی ہے اس کا نام کتاب ابی ریحان محمد بن احمد البیرونی فی تحقیق ما للہند من مقولۃ معقولۃ فی العقل او مرذولۃ ہے لیکن زیادہ تر لوگوں نے اسکا نام کتاب الہند لکھا ہے[2]۔

البیرونی کی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسکا کافی وقت منطق، ریاضی، جیوتش، فلسفہ اور تاریخ کے مطالعہ میں گزرا۔ وہ عربی اور سنسکرت وغیرہ زبانوں کا ماہر تھا[3]۔

البیرونی نے جغرافیہ کے بھی نظریات کا مطالعہ کیا۔ اس نے خاص طور ہندوستان کے متعلق بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ اس نے شہروں کی کاروباری حالت، پہاڑی علاقے، جانور و پرندے اور پیڑ پودوں پر مفصل روشنی ڈالی ہے اسے پیش نظر رکھتے ہوئے ایلیٹ اور ڈفاڈ وغیرہ ماہرین کا یہ خیال ہے کہ اس نے ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور اکثر علاقوں میں اس نے قیام بھی کیا تھا۔ البیرونی نے قدیم ماہرین فن اساتذہ مثلاً ثعالبی، الجیہانی وغیرہ کی تصنیفات سے بھی استفادہ کیا۔

---

[1] ڈفاڈ، البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۴

[2] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱

[3] سید اصغر حسین، مسلم کنٹری بیوشن ٹو جیوگرافی صفحہ ۸۸

البیرونی نے ہندوستان کی معاشرتی، مذہبی اور معاشی حالت کو اجاگر کیا ہے اسے ان دنوں ہندوستان میں مروجہ ذات پات، پیشہ، عبادت اور رسومات کا بھی کافی ذکر کیا ہے اسلئے اس کی کتاب ہندوستانی تاریخ کی ایک بیش قیمت دستاویز ہے جس سے ہندوستانی باشندوں کی زندگی کے ہر پہلو کی کھوج لگانے میں ضرور ملتی ہے اس کی کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس سے پہلے کے لکھنے والوں نے لکھتے وقت بہت سی باتوں کو ادھورا چھوڑ دیا تھا البیرونی نے سنسکرت قواعد کے عالم پاڑنی کی کتابوں کا مطالعہ اس عرب مصنف نے کیا تھا، سنسکرت، عربی اور فارسی زبانوں پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے اسکے علم کا دائرہ اتنا وسیع ہو چکا تھا کہ ہندوستان و عرب ممالک کی روزمرہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اس نے بڑی مہارت کے ساتھ پیش کیا۔

جغرافیہ کے وسیع علم کے ساتھ ساتھ، قدیم ہندوستانی مذہب اور معاشرہ کی قدر و قیمت کو بڑی سرگرمی کے ساتھ اسی مصنف نے دیکھا تھا اس کی کتابیں نہ صرف ہندوستان بلکہ عالمی سطح پر تاریخ کی بہت اہم امانت ہیں۔

۱۲۔ الادریسی | ان کا نام ابو عبداللہ، محمد بن عبداللہ تھا لیکن یہ شریف ادریسی کے نام سے مشہور ہے یہ افریقہ کے شاہی خاندان ادریسی کا فرد تھا جس کا شجرہ تیرھویں چودھویں صدی ہجری میں حضرت علی سے ملتا ہے ادریسی کی پیدائش گیارھویں صدی کے آخر میں مراکش کے سبتہ نامی مقام پر ہوئی۔

۱۳۔ عبدالکریم شہرستانی | عبدالکریم شہرستانی ایران کے نیشاپور شہر کا رہنے والا تھا اس نے متعدد کتابیں تحریر کیں جن میں "الملل والنحل" مشہور ہے۔ یہ اہم کتاب دنیا کے مختلف مذاہب کا

یہ کتاب متعدد بار یورپ مصر اور بمبئی سے شائع ہوئی نیز فارسی و ترکی زبان میں بھی اس کا ترجمہ کیا گیا۔ ۱۱۵۳ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

۱۴۔ القزوینی اس کا پورا نام ذکریا بن محمد بن محمود تھا۔ ایران کے قزوین نامی مقام میں پیدا ہوا۔ اس نے خود ہندوستان کا سفر نہیں کیا تھا بلکہ اپنی کتاب کی تکمیل "اصطخری" ابن حوقل نیز دوسرے سیاحوں کے سفرنامے کی بنیاد پر کیا۔ اس نے ۱۲۶۳ء میں آثار البلاد تحریر کی اسکی کتاب "عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات" کافی مشہور ہے القزوینی نے سومناتھ مندر کے متعلق بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

۱۵۔ ابن ابی اصیبعہ اس کا اصلی نام احمد بن قاسم تھا اسکا وطن دمشق تھا ابن ابی اصیبعہ کے آباؤ اجداد میں ابی اصیبعہ نامی ایک شخص تھا اس لیے یہ ابن ابی اصیبعہ کے نام سے مشہور ہے اپنے ماں باپ کی طرح وہ خود بھی ایک طبیب تھا۔

۱۶۔ رشید الدین اس نے "جمیعۃ التواریخ" نامی کتاب ۱۳۱۰ء میں تحریر کی۔

اس نے ہندوستان کی جغرافیائی حالت کے تحت، شہروں، ندیوں اور پہاڑوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۷۔ ابن رستہ ابن رستہ کا پورا نام عمر بن رستہ تھا۔ یہ ابو علی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ ہمدانی اور ابن رستہ ہم عصر سمجھے جاتے ہیں یہ مصنف سفر کی غرض سے ہندوستان نہیں آیا تھا۔ اس نے لوگوں اور مسافروں کی زبانی احوال سن کر الاعلاق النفیسہ نامی کتاب لکھی اس کتاب میں ہندوستان کے جغرافیائی احوال، رہن سہن، تہذیب

Marfat.com

قانون جرم وسزا، رسم ورواج، وضع قطع آچار وبیاہ اور قربانی کے طریقوں کا تذکرہ موجود ہے

۱۸۔ ابن فقیہ ہمدانی

ہمدانی کا پورا نام احمد بن محمد بن اسحاق ہمدانی تھا۔ یہ ہمدان کے نام سے مشہور ہے اس کی کتاب "کتاب البلدان" میں ہندوستان کے مختلف شہروں بندرگاہوں وغیرہ کا ذکر ہے۔ یہ کتاب ۸۸۵ء میں یورپ میں شائع ہوئی

۱۹۔ قاضی صاعد اندلسی

ملک عرب کے اس مصنف کا پورا نام صاعد بن احمد عبدالرحمن بن محمد بن صاعد ہے۔ یہ مصنف علوم فلسفہ، طب، ادب، اسلامی قوانین جغرافیہ اور جیولوجی وغیرہ کا ماہر تھا اس نے طبقات الامم نامی کتاب لکھی اس کتاب کا ترجمہ شبلی اکیڈمی سے شائع ہو چکا ہے اور علم فلکیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۲۰۔ بزرگ بن شہریار

بزرگ بن شہریار نے ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ یہ عراق کے بندرگاہ سے چلا ہوا ہندوستان چین اور جاپان گیا تھا۔ اس نے اپنے مشاہدے کی بنیاد پر عجائب الہند کے نام سے کتاب لکھی اس سلسلے میں اس نے جنوبی ہندوستان اور گجرات سے متعلق بہت سی کہانیاں، ہندوستانی طور طریقے مذہب، مذہبی آزاد اور سادھو سنتوں کی عبادت کے طریقوں کا نقشہ کھینچا ہے ۱۸۸۳ء میں اس کتاب کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ لیڈن میں شائع ہوا۔

۲۱۔ بشاری مقدسی

بشاری مقدسی کا پورا نام محمد بن احمد تھا اس نے ہندوستان کا سفر کیا تھا لیکن اس کا سفر

Marfat.com

سنہ تک محدود رہا۔ اس کی مشہور کتاب کا نام "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" ہے۔ اس کتاب میں اس نے تقشے پیش کر کے الگ الگ شہروں اور صوبوں کا ذکر کیا ہے۔ بشاری مقدسی نے "کھجایت" کے جوتوں کی تعریف کی ہے جو یہاں سے بن کر باہر جاتے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں کئی مخصوص چیزوں کے صنعتی مراکز قائم تھے جن کی شہرت کے سلسلے میں اس عرب سیاح نے بھی تعریف کی ہے۔ یہ کتاب ۱۸۷۷ء و ۱۹۰۶ء میں لیڈن سے شائع ہوئی۔

۲۲۔ قاضی رشید بن زبیر

قاضی رشید بن زبیر کی کتاب "کتاب الذخائر والتحف" ہے، اس کتاب میں ہندوستانی بادشاہوں اور مسلم حکمرانوں کے درمیان آپسی میل جول کا ذکر کیا گیا ہے تاریخ کے صفحات اس مصنف کی تاریخ ولادت و وفات کے سلسلے میں خاموش ہیں۔

۲۳۔ مظہر بن طاہر مقدسی

مظہر بن طاہر بیت المقدس کا رہنے والا تھا اس فلسفی عالم کی کتاب کا نام "کتاب البدء فی تاریخ" ہے یہ چھ حصوں پر مشتمل ہے چوتھے حصے میں ہندوستان کی جغرافیائی حالت و مذہب کا ذکر ہے، مظہر بن طاہر مقدسی نے رسم شادی کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ ہندوستان میں سگے رشتہ داروں میں شادی ممنوع ہے اس سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ قدیم ہندوستان میں حقیقی رشتہ داروں کے مابین شادی ممنوع تھی اور آج بھی ہندو سماج میں یہ چلن بدستور رائج ہے اس کی کتاب ۱۸۹۹ء میں پیرس سے شائع ہوئی۔

مظہر بن طاہر مقدسی۔ حصہ چہارم صفحہ ۱۱ - ۱۲

۲۴۔ گردیزی البیرونی کا ہم عصر مصنف گردیزی بھی ایک اہم ترین شخص تھا اس کا پورا نام ابو سعید اب الحیم ابن وبق ابن محمود گردیزی تھا۔ اس نے غزنی کے سلطان عبد الرشید ابن محمود کے نام اپنی کتاب کا انتساب کیا ہے۔ اسکی کتاب میں البیرونی کو اس سے ذاتی طور پر متعارف بتایا گیا ہے اس کی ولادت غزنی سے ۴۴ میل دور ایک مقام پر ہوئی تھی۔

مندرجہ بالا عرب مصنفوں اور سیاحوں کے علاوہ دور جدید کے مختلف مصنفین میں سید سلیمان ندوی، مشہور ہیں جنھوں نے "عرب و ہند کے تعلقات" نامی کتاب کی تخلیق کی اس میں عرب و ہند کے درمیان قدیم زمانے سے جو تعلقات رہے ہیں اس کی اہمیت ظاہر کی گئی ہے یہ کتاب ۱۹۳۰ء میں ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد سے شائع ہوئی۔

حقیقت میں عرب مصنفین کی ہندوستان سے متعلق تصانیف ہندوستانی تاریخ کے ماہرین کے لیے بنیادی ماخذ ہیں۔ ہندوستانی عوام کے متعلق تاریخ صفحات میں درج احوال و کوائف کی تلاش و جستجو کر کے پوری دیانت داری کے ساتھ پیش کرنا اور ان کے نظریات کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کرنا، مقالہ نگار کا مقصد ہے اسی نقطہ نظر سے ۲۴ ممتاز ترین عرب مصنفین کا مختصر طور پر تعارف و تذکرہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

Marfat.com

باب دوم

عرب مصنفین کی نظروں میں ہندوستان کی جغرافیائی حالت

کسی بھی ملک کی تاریخ و تہذیب کے ارتقا میں اسکی جغرافیائی حالت کا اہم حصہ کردار ہوتا ہے۔ سمندر کی اونچی لہریں تین طرف سے (مشرق میں بنگال کی کھاڑی، مغرب میں بحر عرب، جنوب میں بحر ہند) ہندوستان کی سرزمین کو عرب ممالک سے جوڑنے کا کام کرتی ہیں۔ قدیم زمانے میں مشرقی و مغربی ممالک سے ہندوستان کے بہت گہرے تجارتی و تہذیبی تعلقات قائم تھے پیریپلس (Periplus) آف۔ ایری تھرین۔ سی سے پتہ چلتا ہے کہ افریقہ کے مشرقی کنارے سے خلیج فارس ہوتے ہوئے اور عرب کے آس پاس سے سندھ کے ڈیلٹا سے ہوتے ہوئے ہندوستان کے ساحلی علاقوں تک تجارتی جہاز آیا جایا کرتے تھے۔ اس تجارتی میدان میں عرب اور اس کے باشندے بھی شامل تھے۔ انکے جہاز خلیج فارس سے چل کر سندھ کے ساحل سے ہوتے ہوئے ملک چین تک چلے جاتے تھے[1]۔

تجارت کی غرض سے بہت سے تاجر ہندوستان بھی آتے تھے انھوں نے اس ملک کی جغرافیائی کیفیت کو آنکھوں دیکھا نقشہ پیش کیا ہے۔ متعدد عرب جغرافیہ داں سیاحوں نے قدیم دور میں مختلف مدت میں ہندوستان کا سفر کیا اور اس ملک کے شہروں دیہاتوں کی سیاحت کرنے کے بعد یہاں کے پہاڑوں،

---

[1] سلیمان تاجر، عربوں کی چین و ہند سے آشنائی ص۔

شہروں، اور گاؤں ان کے قریب بہنے والی ندیاں اور زرخیزی کا بہت تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان میں کچھ اہم ترین مقامات یہ ہیں۔

کمارولیش ابوزید الحسن سراف نے "کمارولیش" کے نام کا ذکر کیا اسکا کہنا ہے کہ یہ ملک ایک جزیرہ نہیں ہے بلکہ جزیرہ نما ہند میں واقع ہے جہاں سے ملک عرب سامنے نظر آتا ہے یہاں آبادی بہت زیادہ ہے زیادہ تر لوگ یہاں پیدل سفر کرتے ہیں انھیں راستہ میں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جنگلی جانوروں کا خوف رہتا ہے پانی کم ملتا ہے جنوب اور جنوب مشرق ایشیا کے جزیروں اور ملکوں میں ان دنوں ہندوستانی تہذیب رائج تھی۔ شاید اسی وجہ سے عرب مصنفین نے ان جزیروں اور ملکوں کو ہندوستان کا حصہ تسلیم کیا ہے

المسعودی کے مطابق ہندوستان، زمین کا ایک حصہ تھا جہاں علاقہ بدھہ[1] اور نظم ونسق ازمنہ قدیم سے ایک ساتھ قائم ہے یہ ایک وسیع وعریض ملک ہے جو سمندر تک پھیلا ہوا ہے[2] اس میں پہاڑ اور دیگر ویش شامل ہیں جاوج (جاوا) تک اس کی سرحدیں پھیلی ہوئی تھیں جاوا کا صوبہ ہندوستان اور چین کو الگ کرتا ہے۔ ہندوستان پہاڑوں کے ساتھ خراسان، سندھ اور تبت تک پھیلا ہوا تھا۔

رشید الدین نے ہندوستان کی ندیوں اور پہاڑوں کا ذکر کیا ہے۔ انکے مطابق فلسفیوں اور ریاضی دانوں نے ہندوستان کو ۹ حصوں میں تقسیم کیا ہے

---

[1] یہاں بدھہ نامی ایک شہر کا ذکر ہے

[2] پاٹھک وشنو ران کا بھارت صفحہ ۳۱

[3] دی۔ سی۔ لا ہسٹریکل جیوگرافی آف اینشنٹ انڈیا صفحہ ۹۵

Marfat.com

ان میں ہر حصے کے الگ الگ نام بتائے ہیں جیسے باتنکل (داتا نخیل) اس کی اصلی شکل تیکونہ ہل لگتا ہے۔ اسکی شکل پانی پر پڑے ہوئے کھوے کی پیٹھ کی طرح لگتی ہے ان ۹ حصوں میں وسیع پہاڑ اور صوبے ہیں رشید الدین نے اسے کھوے کی شکل کا بتایا ہے[1]

قدیم ہندوستانی ادب کے مطابق سات جزیروں پر مشتمل زمین کا ایک براعظم "جمبو دیپ" تھا اسی کا ایک حصہ ہندوستان تھا اس کو ۹ حصوں یا ۹ دیپوں (جزیروں) میں تقسیم کیا گیا ہے ان ۹ حصوں میں ۹ ویں جزیرے کو "وامن پران" (वामन पुराण) میں کمارویپ کہا گیا ہے شاید اسی کو عرب مصنفین نے کمارولیش کہا ہے جاوا وغیرہ سمندری جزیرے یا جزیروں کے سلسلے آٹھ حصوں میں منقسم تھے اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرب مصنفین کا کمارولیش دراصل کمارویپ ہے

ہندوستان کے نو حصے ہونے کے نظریے سے عرب پوری طرح واقف تھے جس کی تصدیق قدیم ہندوستانی کتابوں سے ہوتی ہے پرانوں (पुराणों) میں ہندوستان کے ۹ حصے بتلائے گئے ہیں۔ اندرویپ، کشیرو تامر پرنٹر، گھستماں، ناگ ویپ، سومیہ، ورونٹر، اور نواں بھارت یا کمار ہے۔

البیرونی نے لکھا ہے کہ علم نجوم کے ماہر جوتشوں نے دیش کی تقسیم کی ہے۔ واہ راہ مہر نے نو حصے کے ہر حصے کو ورش (वर्ष) کہا ہے۔ اس میں ہندوستان یعنی دنیا کا آدھا حصہ نو حصوں میں بٹا ہوا ہے۔

---

[1] جرنل آف انڈین ہسٹری، جلد ۲۷ حصہ ۱۱ صفحہ ۱۸

Marfat.com

مختلف ماہرین نے ان جزیروں کی پہچان الگ الگ انداز سے بتائی ہے[1]

(۱) اندردیپ۔ ڈاکٹر واسدیو اگروال نے اس کی پہچان انڈمان سے کی ہے۔

(۲) کسیرومان۔ اسکا محل وقوع ملایا بتایا گیا ہے کسیرو کو ایسروی نے हय مدھیہ دیش کے جنوب میں اور ابوالفضل نے مہیندر اور شکتی مان کے درمیان اسے متعین کیا ہے۔

(۳) تامرپرنٹر۔ اسکو یونانی مصنفین نے "تپروبن" یعنی لنکا سے شابہ بتایا ہے۔ لیکن وامن پران میں "سنبھل" اور تامرپرنٹر دونوں کا الگ الگ ذکر کیا گیا ہے تامرپرنٹر کی مشابہت لنکا سے دی جاسکتی ہے کیونکہ یونانی تپروبن لفظ کا اپ بھرنش تامرپرنٹر ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) گمستمان۔ ابوالفضل نے اسکو "کرگ" اور "پرپائر" پہاڑوں کے درمیان واقع بتایا گیا ہے اس کی پہچان کرنا مشکل ہے۔

(۵) ناگ دیپ اسکی تشبیہ نکوبار سے دی جاتی ہے۔

(۶) سومبھ دیپ۔ اسکی پہچان جدید "سماترا" سے کی جاسکتی ہے کوہدس نامی ایک فرانسیسی عالم نے سومبھ کو "کیہ" کی بدلی شکل کہا ہے، کٹاہ کا تعارف اس نے "ملایا" بڑا دیپ میں واقع

---

[1] ڈاکٹر ابرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۴

[2] اے ایچ سکرنڈل انڈیا صفحہ ۲۰۷

[3] تامرپرنی لفظ کا ذکر اشوک کے دوسرے پتھر پر کندہ دستاویز ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۲ میں ملتا ہے انہیں اشوک کے ملک کی سرحدوں سے متصل دوسرے ممالک کے سلسلے میں اسکا ذکر ہے ماہرین نے اسے شری لنکا سے شابہ کیا ہے۔

"کے اوہ" نامی بندرگاہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

(۷) گندھرو۔ شاید یہ گندھار کا ہی دوسرا نام ہے اور اسی وجہ سے اسکی پہچان یونان [illegible] سے کی جا سکتی ہے۔

(۸) وارونٹر۔ [illegible] اس کی پہچان دور جدید کے "بونیر" سے کی گئی ہے ابوالفضل نے اس جزیرے کو سحہ اور "دندھہ" کے درمیان واقع بتایا ہے۔

(۹) کماری دیپ۔ کماری دیپ یعنی جزیرہ نما ہندوستان ہے کماردیش کے سلسلے میں اسکا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔

تشریح عرب سیاح مسعودی[1] نے لکھا ہے کہ ہندوستان ایک وسیع ملک ہے جس میں پانی، زمین اور پہاڑی حصے شامل ہیں ایک طرف یہ ملک جاوا سے ملا ہے۔ جزائر جاوا کے بادشاہوں کی راجدھانی اور سندھ چین کے درمیان سرحدی لائن بھی ہندوستان میں شامل ہے دوسری طرف یہ ملک خراسان اور سندھ سے تبت تک پہاڑوں میں ملا ہے۔

ماہر جغرافیہ داں یعقوبی نے دنیا کو سات حصوں میں تقسیم کیا ہے اور اس کا پہلا حصہ ہندوستان بنایا ہے۔ اسکی سرحد مشرق میں سمندر سے متصل اور چین سے لیکر مغرب میں دیبل تک پھیلی ہوئی ہے جو عراق کے قریب سمندر کی خلیج تک ہندوستان اور سرزمین حجاز سے ملا ہوا ہے

اصطخری کا قول ہے کہ ہندوستانی رقبہ کا طول (لمبائی) مکران سے لیکر منصورہ تک سندھ قنوج اور تبت تک ہے اور اس کا عرض خلیج فارس

---

[1] ایس ایم۔ ایچ نثار عرب جو غرافیہ داں تاریخ آف سرزمین انڈیا صفحہ ۲۰۰
ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۴۱ [2] ایس۔ ایم۔ ایچ نثار عرب جو غرافیہ داں (مقدمہ چہ) صفحہ ۴۲

Marfat.com

سے قنوج تک چلا گیا ہے جو تقریباً ۳ مہینہ کا سفر ہے[1]۔

البیرونی نے ہندوستان کی سرحد اتر میں کشمیر تک دکھن میں بحر ہند تک پورب میں کامروپ کے پہاڑوں تک اور پچھم میں سندھ کے پچھمی پہاڑوں تک بتائی ہے[2]

ابن حوقل پہلا عرب سیاح تھا جس نے اپنی کتاب میں سندھ کا نقشہ بنایا تھا۔ اس میں سندھ کی جغرافیائی کیفیت کا ذکر ہے اسکے مطابق "بھارت ھاوئش" میں مسلمانوں کے دیش ہیں اس کے (اتر) شمال میں چین ہے۔ اسکی لمبائی بہت زیادہ ہے۔ مکران سے منصورہ تک، بدھ اور پورے صوبہ سندھ سے لے کر قنوج تک تین ماہ کا سفر ہے ابن الفقیہ نے زمین کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے جس کا دایاں حصہ ہندوستان نے قزوینی کے مطابق ہندوستان ایک بہت بڑا ملک ہے جہاں بہت ہی عجیب و غریب چیزیں اور پہاڑ و ندیاں ہیں[3]۔

ابوالفدا کے مطابق اس کی مغربی سرحد بحر فارس ہے۔ جو سندھ کی سرحد پر ختم ہوتا ہے۔ جنوب میں بحر ہند اور مشرق میں مرد کفل ہے جو ہندوستان کو چین سے الگ کرتے ہیں اس کے شمال میں ترکی ملک ہے[4]۔

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۲۲۲

[2] البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸

[3] سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ مترجم رام چندر صفحہ ۹۲
استخری نے بھی یہی لکھا ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے

[4] ایس ایم ایچ نقیار۔ عرب جیاگرافرس نالج آف سرودن انڈیا صفحہ ۲۲
[5] " " " مندرجہ بالا کتاب صفحہ ۲۲
[6] " " " " " صفحہ ۲۲

Marfat.com

دیگر سیاحوں نے ہندوستان کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلا حصہ گجرات (گجرات) مشرقی ساحل ہے۔ یہ سندھ اور کرمان سے متعلق ہے دوسرا حصہ سنی بار (مالابار) ہے[1]۔

۱۶۷۱ء میں چینی سیاح انی سنگ نے سرزمین ہندوستان پر قدم رکھا اسے ہندوستان کے پانچ دیشوں (پانچ دیشوں کا مطلب پورے ہندوستان سے تھا) کا ذکر کیا ہے۔

ممکن ہے کہ وسیع سرزمین ہند پانچ حصوں میں منقسم رہی ہو جسے چینی سیاح نے پانچ دیشوں کا نام دیا ہے اس کے مطابق ہندوستان کے پانچ دیشوں کی سرحدیں کافی وسیع اور دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ زمین کے اعتبار سے وسطی ہندوستان کے پردیش کی دوری تقریباً ۴۰۰۰ لی چن ہے دور پھیلی سرحدیں اس ناپ میں شامل نہیں ہیں۔ اس سیاح نے لکھا ہے کہ اگرچہ میں نے ہندوستان کے سرحدی علاقوں کو نہیں دیکھا لیکن ہوشیاری کے ساتھ تحقیق و جستجو کے بعد سچائی کو اجاگر کر سکتا ہوں۔

یونانی مصنفین نے اپنی کتابوں میں عرب مصنفین کی طرح ہندوستان کی وسعت کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ ہیروڈوٹس نے ہندوستان کو سب سے مشرق میں واقع ملک مانا ہے جس کے آگے ریگستان ہیں اس سے مراد "پری سندھو" (سندھ ندی پر واقع) دیش پنجاب اور سندھ کا علم ہوتا ہے

میگستھینز نے ہندوستان کی شکل کو چوکور کہا ہے جس کے مشرق و مغرب میں سمندر شمال میں ہمودانش (ہم دیش) کا پہاڑ اور

---

[1] شری ویل انڈین کوارٹرلی حصہ دوم صفحہ ۱۵۹

Marfat.com

مغرب کی طرف سندھ ندی ہے۔

مندرجہ بالا تذکرے کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان ایک وسیع خطۂ ارض کا نام تھا جس میں بہت سے صوبے، پہاڑ ندی اور جزیرے شامل تھے۔ عرب سیاحوں کے تذکروں سے مختلف گوشوں میں وہ خلا پر ہو جاتا ہے جس کا تذکرہ ہندوستانی ادب میں کم و بیش ہے۔ سیاحوں نے ہندوستانی علاقے کی وسعت کا ذکر سفر میں لگنے والی مدت کی بنیاد پر کیا ہے یہ ایک قدیم دستور تھا۔ عرب سیاحوں نے قدیم ہندوستان کی جغرافیائی کیفیت کا ذکر مختلف انداز سے کیا ہے۔

(۱) مشہور شہر و صوبے

عرب سیاحوں نے اپنے سفرنامے میں مختلف صوبوں، شہروں اور جواضعات وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ ان سیاحوں کے تذکروں میں کوئی تسلسل نہیں ہے کیونکہ اس نے جس علاقے کا سفر کیا اور جس صوبے و شہر میں جانے کا اتفاق ہوا وہاں کا تذکرہ کسی تسلسل کے بغیر اسی انداز میں کر دیا۔

سندھ لفظ انڈیا" سندھ ندی یا اِنڈس سے بنا ہے[1] سندھ ایک قدیم و مشہور صوبہ تھا جو ہندوستان سے متعلق تھا بشاری مقدس کے مطابق صوبۂ سندھ مکے مغرب میں، کرمان، ساحل کے جنگل، شمال میں ہندوستان کے دیگر شہر، جنوب میں مکران کے دسا کا جنگل اور کنج کے پہاڑ، اور اس کے پیچھے بحر فارس ہے۔ یہاں راستے میں جو شہر پڑتے ہیں اس سلسلے میں مکران کی طرف۔

---

[1] رلسن، کیمبرج ہسٹری آف انڈیا، حصہ اول صفحہ ۳۲۴

بیجھ، کبرتوں، ورک، راسک، بے بند، حفا، بھلیورا، شکی، کنبلی اور ارمائل وغیرہ ہیں[1]

ساتویں صدی عیسوی میں سندھ ۴ حصوں میں منقسم تھا، اوپری سندھ وسطی سندھ، نچلا سندھ اور کچھ[2] چین کے باشندے بھی سندھ یا سندھ کو ہی ہندوستان کا قدیم نام جانتے تھے[3]

اصطخری نے سندھ کے مشہور شہروں میں "منصورہ" (سندھی میں بل ندا) "دیول" "بیرون" "کاری" "اناری" "بالوی (بلاری) "سوامی" "بانیا" "مھفاری (منجابری) "سندوستان" "الروح" "الور" "کامھل" "چیور" "ملتان" "جنداور" اور "سمد" کو شامل کیا ہے[4]

عرب جغرافیہ نویس ابن خرداذبہ نے سندھ کے سلسلہ میں درج ذیل شہروں کو شامل کیا ہے۔ کیکان، بن، مکران، مید، قندھار، کدار، کھمبابت، بوقان، کندابیل، کنج پور، ارماہیل، دیبل، کمبلی، قنابد، سحبان، سوستان، رارک، روڑ، ساوندری، ملتان، منڈل، بایان سرست، کیرج، مرمد، کالی، دھوکہ بردس (بھڑوچ)، وغیرہ[5] ان میں سے زیادہ تر شہروں کی پہچان، موجودہ زمانے کے شہروں سے کرنا بہت مشکل ہے

ابن حوقل سندھ کو پوری طرح سے ہندوستان کا حصہ تسلیم کرتے ہیں توران اور ہند سکے زیر سایہ ہیں جس کے مشرق کی سمت میں بحر فارس شمال میں

---

[1] ضیاء الدین، سندھستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۸۱

[2] ایلیٹ کنی دھنم، دا ہسٹینٹ جیاغرافی آف انڈیا حصہ ۴۰۹

[3] باتی لا جیاغرافی آف ارلی ہندوستان صفحہ ۱۶

[4] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۶۵، ۳۶۶

[5] سلیمان ندوی عرب و بھارت کے سمبندھ، ترجم رام چندر صفحہ ۲۲

ہندوستان کے صوبے اور جنوب میں ریگستان ہے۔ یہ سمیدر میں "کچ" "کچ" کے مشرق میں مکران تک پھیلے ہوئے ہیں اور چاروں طرف سے کرمان اور فارس سے گھرے ہوئے ہیں۔[1]

ادبی کتابوں میں "سندھو" "سوویر" دو نام ملتے ہیں۔ سیانگ نے بھی اسکا ذکر کیا ہے[2] اسکے مطابق سندھ کا رقبہ ۷۰۰ لی ہے اور اس کی راجدھانی کا نام لی۔ شان۔ لوہ لوہ ہے جو ۲۰ لی سرکٹ ہے اس دیش میں گیہوں سونا چاندی وغیرہ دستیاب ہے۔

البلاذری کے مطابق سندھ کی سرحدیں وسیع تھیں اور ملتان بھی اسی میں شامل تھا۔ اس وقت سندھ سے متعلق مشرق میں ریگستانی صوبوں سے لے کر جنوب مغرب میں بلوچستان اور مکران کے بیشتر علاقے، اور جنوب میں سمندر اور سندھ ندی کی گھاٹی کے تمام نچلے پرونس شامل تھے[3]

کچھ عرب سیاحوں نے سندھ کو ہندوستان سے الگ بتایا ہے اصطخری اور ابن حوقل نے سندھ اور ہندوستان کی سرحد سے متعلق الگ الگ شہر بتائے ہیں۔ سندھ اور ہند کی سرحد کے درمیان کا نہل (ماہل) واقع ہے[4] گمان ہے کہ یہ علاقہ بیکانیر اور جیسلمیر یا جوناگڈھ کے آس پاس کہیں رہا ہوگا[5]

دیول

عرب سیاحوں کے مطابق دیول قدیم سندھستان کا بہت اہم بندرگاہ اور مشہور شہر تھا۔ ابن خرداذبہ نے لکھا ہے کہ

---

[1] الیلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۳
[2] واٹرس، حصہ دوم صفحہ ۲۵۲، ۲۵۴ [3] جرنل آف انڈین ہسٹری حصہ ۱ صفحہ ۱۱ [4] —— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۹۹
[5] —— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۸

Marfat.com

دیول مغربی کنارے پر واقع ایک بڑا شہر بندرگاہ تھا قدیم زمانے میں یہ تجارت کا مشہور مرکز تھا۔ کچھ ماہرین سمر واقع "کراچی" کو اور کچھ "ٹھٹھہ" کو قدیم دیول مانتے ہیں[1] الاوریسی نے اسکے محل وقوع کے سلسلے میں لکھا ہے کہ سندھ ندی جس جگہ پر ہے اسکے مغرب میں چھ میل کی دوری پر "دیول" ہے[2]۔

بشاری مقدسی دیول کو ایک سمندری شہر تسلیم کرتے ہیں۔ جس کے متعلق تو گاؤں ہیں یہاں کے باشندے زیادہ تر ہندو ہیں۔ یہ پورے صوبے کا بندرگاہ ہے اسی جگہ پر سندھ ندی سمندر سے ملتی ہے۔

اسی کے قریب پہاڑ ہیں۔ سمندر کا پانی جب چڑھتا ہے تو اس وقت بازاروں میں داخل ہو جاتا ہے[3] دیول شہر ایک بندرگاہ بھی ہے۔

عہد بہبار یہ میں دیول ایک مشہور شہر تھا۔ یہ سمندر کے کنارے واقع تھا یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ شہر دوسرے حصے میں واقع ہے۔ جنوب کی طرف سے عرض البلد ۲۴ حصہ اور ۳۰ دقیقہ ہے۔ لاہور اور ملتان کی ندیاں اسکی سرحد سے لرجاتی ہیں اور بحر عرب میں گرتی ہیں، روایۃ الحدیث کی ایک شاخ دیول سے متعلق ہے اس لیے "دیولی" کہلاتی ہے[4]۔ قلقشندی کا بیان ہے کہ یہاں سے دیول کے لوگ دوسرے صوبوں میں لائے جاتے ہیں[5] ان تمام سے پتہ چلتا ہے کہ سرندیپ سے جہاز دیول کے کنارے آتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ علاقہ سمندر کے قریب تھا[6]۔ ابن حوقل، دیبل کو مہران کے مغرب میں

---

[1] الیلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۷-۷۸ [2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۸ [3] بی ایچ۔ ٹی، لیمبرک، ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۵۴، [4] معجم البلدان حصہ ۴ صفحہ ۱۱۸ [5] اطہر مبارکپوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۲۸ [6] کننگھم، دا انشینٹ جیاگرافی آف انڈیا صفحہ ۲۵۔

Marfat.com

سمندر کی طرف واقع بتاتے ہیں۔ ہر ایک بڑی تجارتی منڈی، عظیم شہر اور بندرگاہ ہے، یہاں چاول کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے اور اس علاقے کی تلواریں مشہور ہیں[1] کنگھم کے مطابق منصورہ سے پانچ میل شمال کی طرف ٹپی اور ٹھٹھہ ندیوں کے منبع سے تقریباً ۳۰ میل کی دوری پر اسکا محل وقوع متعین کیا جاسکتا ہے[2]۔ دیبل سندھ کا ایک حصہ تھا جو بحری تجارتی راستے میں پڑتا تھا محمد بن قاسم کے حملے کے وقت عراق سے آنے والی جنگی رسد اس علاقے سے ہوکر آتی تھی[3]

منصورہ ابن فرداذبہ کے مطابق یہ صوبہ سندھ کا ایک کثیر آبادی والا شہر تھا یہ دریائے سندھ کے کنارے ایک ایسی جگہ پر واقع تھا جہاں ندی کی ایک شاخ نے اسے جزیرہ کی طرح بنا دیا تھا۔ منصورہ کا قدیم نام مہندی میں بہم تھا لیکن عراق کے لوگ اسے "مہرماوار" کہتے تھے[4] عرب حملہ آوروں نے فتحیابی کے بعد فوجی و سیاسی مقاصد کے پیش نظر سندھ میں کئی شہر بسائے تھے، انمیں سے منصورہ بھی تھا[5] اسے محمد بن قاسم نے برہمناباد سے دو میل کی دوری پر تعمیر کرایا تھا۔ پانچویں صدی کے شروع میں کسی وجہ سے یہ شہر تباہ ہوگیا[6]۔ بشاری مقدسی نے لکھا ہے کہ منصورہ کے دائرہ کار میں دیبل، جندریج، دوارہ، ائل اور تلی وغیرہ مشہور شہر تھے[7] حمزہ یا قوت الحموی کہتے ہیں کہ منصورہ کا دوسرا نام "برہم ناراہ" (برہمن آباد) تھا

---

[1] ابن حوقل صفحہ ۲۳۰

[2] کننگھم، انشینٹ جاگرافی آف انڈیا صفحہ ۲۵۲-۲۵۴

[3] جرنل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی حصہ اول صفحہ ۱۹۵۳ء

[4] ــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۴

[5] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۵

[6] سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ مترجم رام چندر صفحہ ۲۸۰

یہ سندھ کی قدیم راجدھانی تھی۔[1]

یاقوت الحموی "المشارق" میں لکھتے ہیں کہ منصورہ نام بہت سے شہروں کا رکھا گیا تھا۔ المنصورہ نام کا ایک شہر سندھ سے متعلق تھا منصورہ نام کا ایک اور شہر قدیم خوارزم میں واقع تھا، جو پانی کی وجہ سے تباہ ہوگیا تھا۔ بغیر ہولہ ندی (امودریا) کے مشرقی کنارے پر واقع تھا یہاں کے شہری کرمیخ تھے۔

بلاذری نے منصورہ شہر کے چاروں طرف بنے ہوئے چار دروازوں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) باب حضر

(۲) باب قوتان

(۳) باب سندان

(۴) باب ملتان

سعودی منصورہ صوبہ کے متعلق بنیا، اَلور، سنوبارا اور کیمور کا ذکر کرتے ہیں۔ شاید قاسم نے شہر کی حفاظت کے خیال سے چاروں طرف دروازے بنوائے تھے۔

بلاذری کے مطابق منصورہ شہر ندی کے کنارے بسایا گیا تھا[2] سعودی نے منصورہ مملکت کو ملتان سے تقریباً پچھتر سندھی "پرسانگ" کی دوری پر واقع بتایا ہے۔ منصورہ کے زیر سایہ دو تین ہزار گاؤں ہیں۔ یہ زراعتی علاقہ ہے

---

[1] اسلامک ثقافت ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۸۰

[2] سپیڈویل انڈین کوارٹرلی حصہ دوم صفحہ ۱۵۳

[3] سعودی مروج الذہب حصہ اول صفحہ ۳۷۷ - ۳۷۹

[4] بلاذری فتوح البلدان صفحہ ۴۴۴ (لیڈن)

Marfat.com

اسکا نام منصورہ یہاں کے گورنر منصورین جمہر کے نام پر پڑا۔ یہاں کا بادشاہ طاقتور تھا جنگ کے لئے اسکے پاس اسّی ہاتھی تھے[1]۔ ابن حوقل اصطخری کے مطابق یہ مہران ندی کے کنارے ایسے علاقے میں بسایا گیا تھا جہاں ندی کی ایک شاخ نے اسے جزیرہ کی طرح بنا دیا تھا کچھ عرب جغرافیہ کے ماہرین نے اسکا محل وقوع دیبل سے مغرب سے ۹۳ ڈگری اور اکشانس جنوب سے ۲۲ ڈگری اکشانس بتایا ہے ابن حوقل کے نقشے کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سندھ ندی پنجاب کی طرف سے چل کر آخر میں جس جگہ بحر سند میں گرتی ہے اسی سے تھوڑی دور پیچھے ندی کی ایک نئی شاخ نکلتی ہے جو دوبارہ گھوم کر اسی ندی میں مل جاتی ہے اس طرح اس شاخ کے گھومنے سے بیچ میں تھوڑی سی زمین جزیرہ نما کی شکل میں بن گئی ہے اسی نما پر منصورہ شہر ہے جو چاروں طرف سے پانی سے گھرا ہونے کی وجہ سے حملہ آوروں سے محفوظ تھا[2]۔ شاید یہ شہر ایک قلعہ کی طرح بنایا گیا تھا جس میں حفاظت کا پورا خیال رکھا گیا تھا۔ ان دنوں اسکا سیاسی طور پر اہم مقام رہا ہوگا۔

نیرون ادریسی کے مطابق نیرون ایک مضبوط قلعہ ہے اسکی آبادی کم ہے یہ منصورہ دیبل کے درمیان واقع ہے اس سے دونوں علاقوں کی دوری بتیس ۳۲ میل ہے یہ ایک چھوٹا اور زراعتی شہر ہے یہاں کے باشندے مالدار ہیں[3]

سندھ کے ساحلی شہروں میں نیرون نامی ایک شہر تھا کچھ ماہرین اسے بیرون پڑھتے ہیں اور البیرونی کو وہاں کا باشندہ سمجھتے ہیں[4] شاید صرف نام کی یکسانیت کو دیکھ کر۔ ورنہ البیرونی تو ایک غیر ملکی سیاح تھا۔ جو صرف سیاحت کی غرض سے

---

[1] سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ مترجم رام چندر صفحہ ۲۸۰

[2] سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ صفحہ ۲۷۲

[3] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۶۸

[4] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۸ [5] ابوالفدا تقویم البلدان صفحہ ۳۴۹

آیا تھا۔ مصر کے وزیر مہلبی نے اپنی جغرافیہ میں لکھا ہے کہ یہاں کے شہری زیادہ تر مسلمان ہیں قلقشندی نے تحریر کیا ہے کہ بیرون دیبل کے زیریا یہ منصورہ کے قریب واقع ہے اس تجارتی بندرگاہ کو محمد بن قاسم نے فتح کیا تھا۔

کلاری ادریسی کے مطابق کلاری مہران کے مغربی کنارے پر واقع ہے یہ ایک تجارتی علاقہ ہے کلاری سے شرمسان تک تین دن کا سفر ہے منصورہ سے کالری (کلاری) کی دوری چالیس میل[1] ہے

ابن حوقل کلاری کو "لاہری" کے نام سے مخاطب کرتا ہے یہ شہر سندھ کے مشرقی کنارے سے بہت دور واقع تھا۔ یہ منصورہ سے ملتان جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے[2]

انّاری ابن حوقل کے مطابق ملتان اور منصورہ کے درمیان مہران کے مشرق میں انّاری واقع ہے ابن حوقل اس کو ایرمتی کہتے ہیں[3] یہ سندھ کے مشرقی کنارے سے بہت دور واقع تھا۔ اناری سے کلاری و دیبل کی دوری پہ واقع تھا۔

بلّاری ابن حوقل بلاری کو "میلدی" کہتے ہیں[4]۔ یہ مہران کے قریب سندھ ندی کے ساحل پر واقع تھا۔ برہان میں اس کی (اناری، کلاری) جائے وقوع، جدید سندھ کی راجدھانی (موجودہ حیدرآباد، سندھ) سے تقریباً پچاس میل شمال میں بتائی گئی ہے[5]۔

---

[1] الیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۹۷، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۷۵-۱۷۶ [2] اظہر ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۲۴، [3] الیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۷ [4] اظہر ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۳۷، [5] برہان مارچ ۱۹۶۸ء صفحہ ۱۵۱ [6] اظہر ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۲۴

Marfat.com

مسواہی ابن حوقل کے مطابق مسواہی، مہران کے مغرب میں واقع تھا[1]

بانیا الادریسی کے مطابق بانیا ایک چھوٹا اور خوشحال شہر ہے یہاں کے باشندے مالدار ہیں یہاں سے منصورہ کا سفر تین دن کا ہے[2] استخری نے سندھ کے شہروں میں اسکا نام دیا ہے ابن حوقل کی مشہور کتاب اشکال البلاد میں اس کا نام بانیا بتایا گیا ہے۔ چچ نامہ میں اسکو باٹیا کہا گیا ہے یہ چھوٹا سا شہر منصورہ کے جنوب میں کاکا ہیل کی طرف ایک نہر پر واقع تھا[3]

منجاری (منجاری) ابن حوقل نے اسے مہران کے مغرب میں واقع بتایا ہے[4] اور کسی کا کہنا ہے کہ منجاری شروستان (سدوسان) سے ۶۰ میل مغرب کی طرف واقع ہے۔ منجاری کی زمین سطح ہے۔ اس کی عمارتیں خوبصورت ہیں خوبصورت پارک ہیں کھیتی باڑی خوب ہوتی ہے یہاں کے باشندے ندی اور چشموں سے پانی پیتے ہیں یہاں سے کیج پور دو میل ہے[5]۔ سندھ ندی کے مغرب میں منصورہ جاتے وقت منجاری پڑتا ہے[6] ادریسی کے مطابق منجاری شہر ایک غار میں واقع ہے اس کی بناوٹ بہت شاندار ہے۔ اسکے چاروں طرف باغات میں فواروں سے پانی نکلتا ہے[7] یہاں سے دیول کا سفر دو دن کا ہے[8]

---

[1] اظہر سندھ ستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۳۴، [2] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا جلد ۱ صفحہ ۷۹ [3] اظہر سندھ ستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۳۲، [4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۷ [5] ——— سندھ ستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۷۷، [6] اظہر سندھ ستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۳۴، [7] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۹۔۸۰ [8] کننگھم۔ اینشینٹ جاگرافی آف انڈیا صفحہ ۲۲۸

Marfat.com

سدوسان (شروسان) | اور لسی کے مطابق کلاری سے سدوسان تین دن کا سفر ہے۔

یہاں کی آبادی زیادہ ہے پیداوار اچھی ہے تجارت کیلئے یہ علاقہ عمدہ ہے بہت سے غیر ملکی تاجر یہاں تجارت کرنے آتے ہیں[1]۔ ابن خرداذبہ کے مطابق مختلف دور میں اس علاقے کا نام مختلف رہا ہے جیسے سندھ سان، سبتان، سھوان، سھن وغیرہ گجرات کا یہ صوبہ سمندر کے کنارے واقع ہے[2] سندھ ندی کے مغرب میں واقع ہونے کی وجہ سے یہ شہر محمد بن قاسم کے دور میں فتح ہوا تھا[3]۔ ابن ایل۔ ڈے نے یونانی مصنفین کے بیان کئے ہوئے سندھی مان، نیزعربوں کے بیان کئے ہوئے سندان اور سوشان کو سندھ کے دہانے کنارے پر بتایا تھا جہاں راجہ بھٹہاری نے حکمرانی کی تھی اسکے قلعے کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں[4] ہندوستان، نہران ندی کے مغربی کنارے پر واقع ہے[5]

سوپارا | اور لسی کے مطابق یہ سمندر سے تقریباً ڈیڑھ میل دور واقع ہے[6]۔ یہ ایک خوشحال، زراعتی اور بحر ہند کا تجارتی بندرگاہ ہے ابن ایل۔ ڈے اسکا محل وقوع بمبئی کے تھانہ ضلع میں بتایا ہے[7] اس جگہ کا ذکر گریکس ماہرین جغرافیہ نے بھی کیا ہے بائبل میں اس کا ذکر

---

[1] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۹-۸۰

[2] ——— ہند عہد عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۸۷

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۸،

[4] ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۲۳

[5] سیڈیل انڈین کوائرلی حصہ دوم صفحہ ۱۵۷،

[6] ابن۔ ایل۔ ڈے جیاغرافیکل ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ سیڈیل انڈیا صفحہ ۱۵۶

[7] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۵

Marfat.com

اُدکر نام سے ہوا ہے۔ یہاں سے اشوک کا ایک فرمان دستیاب ہوا ہے[1] ابن حوقل نے مندرجہ بالا شہروں کا فاصلہ درج کیا ہے منصورہ سے دیول چھ دن کا سفر، منصورہ سے قوران ۱۵ دن کا سفر کسدر سے ملتان بیس دن، منصورہ سے بودھا کی سرحد پندرہ دن تیج سے کسدر پندرہ دن، ملتان سے توران کی سرحد دس دن کندھیل سے منصورہ آٹھ دن، منصورہ سے کاہبل آٹھ دن، کاہبل سے کمبایا چار دن، کمبایا سمندر سے ایک پیراسانگ[2] دور ہے۔ سیارا سے سندان دس دن، سندان سے سیمور پانچ دن سمد سے آل رُج (الور) تین دن ایارا (انماری) سیلارا (بلاری) دو دن بلارا سے منصورہ ایک دن دیول سے کنا جبر چودہ دن، دیول سے سھنارا (سنجاری) دو دن بلارا (بلاری) سے انماری چار پیراسانگ پر واقع ہے۔ کاہبل سے منصورا دو دن کا سفر ہے[3] عرب سیاح کے اس بیان سے ایک شہر سے دوسرے شہر کا فاصلہ سفر میں لگنے والی مدت کی بنیاد پر مختصر ہے۔ شاید عرب سیاح ان شہروں سے اچھی طرح واقف تھا یعاشی و سماجی اعتبار سے ان کا اہم مقام رہا ہوگا۔

قنوج | ساتویں صدی عیسوی سے ہی قنوج ہندوستان کا بہت مشہور اہم ترین شہر تھا، چینی سیاح، ہیون سانگ کے علاوہ مختلف عرب مصنفین نے

---

[1] این ایل ڈے جیاگرافکل ڈکشنری آف انشنٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ۲۵۸ سنہ ۱۹۵۴ء

[2] ایک پیراسانگ برابر ۴ میل انڈو ایرینکا صفحہ ۲ حصہ ۷ دسمبر جرنل آف دی بامبے برانچ آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی حصہ ۲۱ سنہ ۱۹۰۵ء پی۔ ڈی۔ آر بھنڈارکر صفحہ ۲۴۴

[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۴۹ ۴۰ دسمبر سنہ ۱۹۵۴ء جرنل آف دی بامبے برانچ۔ آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی حصہ ۲۱ سنہ ۱۹۰۵ء پی۔ ڈی آر بھنڈارکر صفحہ ۲۴۳

اس شہر کا بہترین طور پر ذکر کیا ہے۔

المسعودی کے مطابق ہندوستان کے قریب سمندر سے دور قنوج کا راجہ ہے یہاں کے بادشاہ کا خطاب بورا ہے۔ یہ قلعے کے شمال جنوب، مشرق و مغرب میں کافی تعداد میں فوج رکھتا ہے۔

وہ ہر سمت سے جنگجو بادشاہوں سے گھرا ہوا ہے[1] رشید الدین نے قنوج کو گنگا کے جنوبی کنارے پر واقع بتایا ہے۔ جمنا ندی اس شہر کے شرق میں ہے دونوں ندیوں کے درمیان ۲۷ پیراسانگ کا فاصلہ ہے دونوں ندیوں کے درمیان ۲۷ پیراسانگ اور قنوج کے شمال میں تھانیشور واقع ہے[2]۔

شریف الادریسی نے قنوج کی سرحد پنجاب و کشمیر تک بتائی ہے[3] کشمیر سے قنوج کی دوری ۱۱۲ میل ہے شاید ادریسی نے قنوج کا ذکر ایک شہر کی حیثیت نہ کر کے ایک مملکت کی حیثیت سے کیا ہے کشمیر سے قنوج کی دوری ۱۱۲ میل کہنا درست نہیں معلوم ہوتا ہے یہ ایک کافی کشادہ آباد تجارتی مرکز ہے۔ صوبہ قنوج کے شہروں میں ایک شہر "اترا سا" ہے یہ گنگا کے ساحل پر واقع ہے اترا سا سے نباست کی دوری اسی میل ہے یہ شہر گنگا ندی کے کنارے واقع ہے اس کی آبادی کافی ہے۔ یہاں پر گیہوں، چاول اور دیگر اناج کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ قنوج کا بادشاہ کافی مالدار ہے اس کی فوج میں پیدل اور باحق کثیر تعداد میں ہیں[4]۔ پرتھوی راج کے دور سے شمالی ہندوستان

---

[1] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶

[2] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۲-۶۳

[3] سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے تعلقات، مترجم رام چندر، صفحہ ۳۲۳-۳۲۴

[4] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں صفحہ ۲۲۲-۲۲۳

میں قنوج کو بہت اہم مقام حاصل رہا ہے اس لئے البیرونی نے قنوج کو سیاحت کا مرکزی راستہ و مقام تسلیم کیا ہے۔ اس کا محل وقوع ایسا تھا کہ دوسرے علاقوں کا فاصلہ دریافت کرنے (پیمائش کرنے) میں آسانی ہوتی تھی۔

ابن سعید نے لکھا ہے کہ یہ شہر گنگا کے دونوں کناروں پر واقع ہے[1] بشاری مقدسی کے بقول قنوج ایک مملکت کا دارالخلافہ ہے

اسکے مشہور شہر "قدار" ابار کہارا بارد وجیم اور صنار شور اور برہما ہیں[2] ان شہروں کی پہچان مشکل ہے۔ قنوج ایک بڑا شہر ہے اس کے چاروں طرف فصیل ہے[3] یہاں گوشت کافی مہنگا ہے۔ پانی ہے باشندے خوبصورت ہیں یہاں بڑے بڑے شہور اور عقلمند لوگ رہتے ہیں[4] ابن سعید مغربی ۶۵۰ھ میں لکھتا ہے کہ شہر گنگا کے دونوں کناروں پر آباد ہے[5] اس طرح عرب سیاحوں کے تذکروں سے قنوج کی خوشحالی اور خوبصورتی کا علم ہوتا ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ ساتویں صدی عیسوی سے گیارھویں صدی تک قنوج کا نیہ کنج ہندوستان کا ایک بہت خوشحال عظیم ترین شہر تھا۔ پرتیہاروں پالوں اور راشٹرکوٹوں کی جنگ میں بھی قنوج کا اہم کردار ہے البیرونی کے مطابق محمود غزنوی نے اس شہر کو دو مرتبہ تباہ کیا

قندھار ابن فرداذبہ کے مطابق قندھار سندھ کا ایک مشہور اور شاندار شہر تھا۔ اس کی حیثیت ایک مستقل مملکت کی طرح تھی یہ برہمنوں اور

---

[1] فنکھم ایلیٹ جاغرافی آف انڈیا صفحہ ۴۳۹

[2] ابوالفدار تقویم البلدان صفحہ ۳۶۰ (پرس)

[3] سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ، ترجم رام چندر صفحہ ۴۲۳

[4] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۸۰

[5] سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ ترجم رام چندر صفحہ ۴۲۳

رشیوں کی جائے رہائش تھی۔ اسی مقام سے سندھ کی رائدڑ (راوی) ندی بہتی ہے

بلہرا عرب سیاحوں نے ہندوستان کے مختلف بادشاہوں میں جنوبی علاقے کے بادشاہ بلہرا کا خاص طور پہ ذکر کیا ہے

المسعودی اور ابن خرداذبہ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ (مہاراجہ) بادشاہ بلہرا (بمبھراج) گجرات کا حکمراں تھا۔ بلبھراج لفظ کا استعمال مہاراج کے معنی میں ہوتا ہے اس سے عظمت کا اظہار ہوتا ہے یہ نام اس خاندان میں ایک قدیم زمانے سے ایک لقب کی طرح سے استعمال ہو رہا ہے۔ بادشاہ بلہرا اپنے دور کا عظیم ترین حکمراں تھا اور اپنی راجدھانی کوکن نامی شہر میں رہتا تھا۔

سلیمان نے بادشاہ بلہرا کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بلہرا یہاں کے بادشاہوں کا خطاب تھا۔ مسعودی نے اسے دوسرے بادشاہوں کا سرپرست بتایا ہے اصطخری کے بقول بلہرا کی راجدھانی مہ نگر ہے۔ سلیمان کے مطابق بلہرا ہندوستان کا عظیم ترین وطاقتور بادشاہ ہے۔ ہندوستان کے بہت سے بادشاہ آزاد و خودمختار رہے لیکن اس کی عظمت تسلیم کرتے ہیں سلیمان اور مسعودی کے تذکروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ بلہرا کے سفیر دوسرے راجاؤں کے یہاں جب جاتے ہیں تو انکی کافی عزت کی جاتی ہے۔ سلیمان نیز دیگر عرب سیاحوں کو یقین ہے کہ بلہرا کے بادشاہ کافی لمبی مدت تک حکمرانی کرتے ہیں اس کی عربوں سے محبت بھرا سلوک تھا ادریسی نے بھی بلہرا کو (راجاؤں کا راجہ) شہنشاہ بتلاتے ہوئے

سلہ مسعودی صفحہ ۱۷۱ سلہ ابن خرداذبہ صفحہ ۱۶۶
سلہ ابن رستہ صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵ سلہ سلیمان صفحہ ۲۶ پیرس ۱۸۱۱ء، برہان جنوری ۱۹۵۹ء صفحہ ۲۵ سلہ الیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶ سلہ ضیاءالدین، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۴۹۔

اس لقب کو پشتینی بتایا ہے۔

ابن خرداذبہ نے ولہرہ بادشاہوں کی دائرہ حکمرانی میں گجرات، کاٹھیاواڑ اور کوکن وغیرہ صوبوں کو شامل کیا ہے مسعودی نے اسکی راجدھانی مانکیر بتائی ہے یہ سمندر سے ۸۰ میل اندر ہے[1] مسعودی کے مطابق بوراہ شمال مغربی پر تہار بادشاہوں کا ملک تھا[2]۔

عرب سیاحوں کے تذکروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ بلہرا ہندوستان کا مشہور مالدار اور عربوں کی عزت کرنے والا بادشاہ تھا۔ دوسرے حکمراں خود کو اس کے زیر سایہ تسلیم کرتے تھے[3] کچھ مورخین کے مطابق اسکی حکومت میں عیسائی، اور عالم شہر ہوتے تھے[4] مسعودی یہاں تک کہتا ہے کہ اس کی حکومت میں اسلام کیلئے مسجدیں بنی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر التیکر کے مطابق عرب سیاحوں نے جن کو بلہرا کہا ہے وہ راشٹرکوٹ کے حکمراں تھے جنہوں نے ۷۵۳ء سے ۹۷۳ء تک حکمرانی کی[5]۔

بلہرا شاید سنسکرت کے لفظ بلہ راے کی بدلی ہوئی شکل ہے راشٹرکوٹ کے بادشاہوں کا لقب بلہ راج تھا[6] انکا خاص مرکزی مقام مغربی دکن (جنوب) میں واقع مالکھیڑ اور شمال میں واقع گجرات اور مغربی ساحل تھا[7] متعدد مورخوں نے بلہرا کے محل وقوع کے سلسلے میں مختلف نظریات پیش کئے ہیں مشہور چینی سیاح

---

[1] اسلامک کلچر ۱۹۲۷ء صفحہ ۶۲

[2] انڈین ہسٹاریکل کوارٹرلی حصہ ۱۸ ۱۹۴۲ء صفحہ ۲۷۲ [3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۴۳۴ [4] برہان نومبر ۱۹۶۱ء، صفحہ ۲۲۷ وسواں۔ بی بلہرا (۴)، [5] آر۔ سی۔ مجمدار (ایڈیٹر) آف امپیریل قنوج صفحہ ۱۷

[6] برہان نومبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۲۲۷ نوٹ۔ قاضی اطہر نے انھیں بلھی کا حکمراں تسلیم کیا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اطہر صفحہ ۳۱۰۔

Marfat.com

ہیون سانگ نے اسے لارکا، لاریانی (بھڑوچ) کے شمال میں واقع بتایا ہے البیرونی کے مطابق انہلواڑا سے جنوب میں پڑتا ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ بلہرا کا یقینی محل وقوع کیا ہے۔ عرب سیاح نے اسکو ہندوستانی نام سے مخاطب نہیں کیا۔ سلیمان کے مطابق بلہرا کے ساحل پر تفق شہر تھا۔ سی۔ بی۔ ویدھ نے اسے جالندھر اور پنجاب کا علاقہ بتایا ہے۔ ایلیٹ کے مطابق یہ بھاؤنگر سے بیس میل اور جندر گھوگھ کے درمیان میں واقع ہے۔ دھیلاری ندی کے کنارے بڑا نامی گاؤں کے قریب ولبھی نامی ایک چھوٹا سا موضع ہے جس کو اس شہر کی یادگار سمجھا جاتا ہے۔ بلہرا شہر کے تباہ ہو جانے کے سلسلہ میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔

سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ یہاں کے حکمرانوں کا مذہب بدھ تھا اور کچھ کا جین شاید آپسی جنگ کی وجہ سے یہ برباد ہوگیا ہوگا

جُزر یا جُرز

ابن خرداذبہ نے بہت سے صوبوں کا ذکر کرتے ہوئے جزر نامی مملکت کا ذکر کیا ہے[1] سعودی اور سلیمان کے تذکروں سے جُزر یا جرج کے محل وقوع پر روشنی پڑتی ہے[2]۔ سیاحوں کے ذریعے مذکور راجہ جُزر، گجرات سے متعلق علاقے کا حکمراں رہا ہوگا اسی لئے اس کا ذکر ابن رستہ نے بھی جُزر کے حکمراں کی حیثیت سے کیا ہے[3]۔ شاید عربوں کا جُزات (گجرات) جُزر ہوگیا ہے ان کی راجدھانی ان دنوں فنوج تھی راشٹر کوٹوں کی یا ایسی کے برعکس یہ مسلمانوں سے بغض و عداوت رکھتے تھے۔ استخری نے بلہرا مملکت سے متصل جُزر کی مملکت بتایا ہے جس کے پاس

---

[1] ابن خرداذبہ صفحہ ۱۰

[2] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ چہارم صفحہ ۱۰۴-۱۰۵

[3] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۲

Marfat.com

گھوڑے اونٹ اور کافی فوج ہے۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ علی حجر لفظ حقیقت میں گوجر ہے "گوجر راجہ گجرات کے حکمران تھے۔ جب گوجر خاندان ہندوستان فتح کرکے آبو پہونچے ہوتے اس ملک میں داخل ہوئے تو انھوں نے جیتے ہوئے جنوبی خطے کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا پہلا جو سب سے بڑا حصہ تھا اس کا نام مہاراشٹر دوسرے کا گوجر راشٹر اور تیسرے کا سورشٹر رکھا جنھیں آج کل مہاراشٹر، (مرہٹا دیش) گجرات اور سورشٹر کاٹھیاواڑ پکارتے ہیں۔ سنہ ۸۰۰ء کے مسلمان اسے حجر کہتے تھے گوجر کو دوبارہ طاقتور بنانے کو گوجر راشٹر گجرات بنا دیا جو دور جدید میں بھی اسی نام سے جانا جاتا ہے۔

تاھین (تافن)

ابن فرزادبہ اور مسعودی نے مملکت "تاھین" کا ذکر کیا ہے[1] بقول مسعودی، کچھ بادشاہ اپنا دارالخلافہ فرغانہ سے دور پہاڑوں میں کہا ذکر کرتے ہیں جنھے تاھین یہاں کا بادشاہ مسلمانوں سے بے حد محبت کرتا ہے۔ اصطخری کے مطابق راجاؤں کے بعد تاھین کا راجہ ہے یہ اپنے قریبی بادشاہوں سے دوستی رکھتا ہے اس کی فوجی قوت دیگر بادشاہوں سے کم ہے[2]۔

سلیمان نے بلہرا کے قریب تافن مملکت کا محل وقوع ہے یہاں کی عورتیں گورے رنگ کی اور بہت خوبصورت ہوتی ہیں یہاں کے بادشاہ اپنے پڑوسی بادشاہوں سے دوستی رکھتے ہیں[3] ابن فرزادبہ نے اس مملکت کو تافان

---

[1] ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۱

[2] ابن فرزادبہ صفحہ ۱۰

[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۵-۶

[4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۷

Marfat.com

کہا جاتا ہے[1] کچھ لوگوں نے اس کو جنوبی اورنگ آباد کے قریب بتایا ہے۔ سلیمان نے لکھا ہے کہ تافق (تافن)، بجر کی مملکت سے متصل ہے۔ رینا د کا کہنا ہے کہ بجر کا یہ علاقہ قنوج ہو سکتا ہے۔ اور تافن اورنگ آباد اگر بجر گجرات میں ہو سکتا ہے تو تافن اس کے شمال میں ہو سکتا ہے[2] اس کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی تافن کو جدید اورنگ آباد کے ہی قریب بتایا ہے۔

عرب و بھارت کے سمبندھ میں سلیمان ندوی نے اس لفظ کو تافن بتاتے ہوئے اسے وکن (دکھن) لفظ کی بگڑی ہوئی شکل تسلیم کیا ہے[3]

رہمی یا رہما

شمال میں ایک بڑی ریاست کا ذکر کرتے ہوئے سعودی نے لکھا ہے کہ رہمی نامی ملک، ساحل سمندر پر آباد ہے[4]۔ سعودی نے لفظ رہما استعمال کیا ہے اس کے مطابق رہما نہایان کے حکمرانوں کا لقب تھا۔ زیادہ تر ان کا نام بھی یہی ہوتا تھا سلیمان نے مختلف ریاستوں کے ساتھ مملکت "رہمی" کا ذکر کیا ہے[5] یہاں کا بادشاہ بلہرا تافق اور گجرات کے بادشاہوں سے دوستی رکھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ جنگ میں تقریباً پچاس ہاتھیوں کے ہمراہ چلتا ہے[6] مسعودی اور سلیمان

---

[1] ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۴۱-۱۴۲

[2] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن ہسٹری آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۱

[3] قاضی اطہر ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۳۱۰ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۹

[4] یعقوبی صفحہ ۱۰۶

[5] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن، ہسٹورینس آف سندھ حصہ ۱ صفحہ ۳۸۴

[6] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶

[7] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶

Marfat.com

دونوں نے لکھا ہے کہ وہ مستقل طور پر جنوب میں بلہرا اور شمال میں گوجروں سے جنگ کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ اس کی فوج ان دونوں سے زیادہ تھی وہ اسے میدان جنگ میں جاتا ہے تو اسکے ساتھ پچاس ہزار ہاتھیوں کی فوج علاوہ گھوڑے، اونٹ اور پیدل سپاہیوں کی فوج کے ہوتی تھی وہ سردی میں جنگ کرتا ہے کیونکہ ہاتھی پیاس برداشت نہیں کر سکتے۔ سلیمان نے بھی لکھا ہے کہ اس سے پندرہ ہزار آدمی اس کی فوج میں ملازم تھے۔ جو جنگ کی ضرورت کو پورا کرنے اور کپڑے دھونے کے لیے مقرر کیے گئے تھے[1]

عربوں نے رہمی مملکت کی جن خوبیوں کا ذکر کیا ہے ان میں اعلیٰ قسم کے سوتی کپڑے کی بنائی اور کوڑیوں کا استعمال اس کے بنگال سے متعلق کو واضح کرتا ہے[2]

خاندان گوجر کے مصنف نے اپنے تحقیقاتی سروے میں لکھا ہے کہ عرب مصنفین نے آخر میں "ا" کی آواز کو بھی "ی" کی شکل میں درج کیا ہے جو زمانہ دراز کے بعد اسی کی جگہ پر "ا" کے حذف ہونے سے) رہمی رہ گیا[3]

فرانبر (فرانج)

ابن خرداذبہ نے فرانج کو فرج لکھا ہے ان دنوں سیاحوں کی جماعت خراسان سے مکران اور سندھ جاتی تھی۔ سفر کے دوران انکی مختلف منزلوں کا ذکر ملتا ہے پہلی منزل فہرنج تھی فہرنج سندھ کے مشہور شہروں میں سے تھا۔

---

[1] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶

[2] غالباً آج کا ڈھاکا ہی رہمی مملکت بنگال کی راجدھانی تھا۔

[3] قاضی اطہر مبارکپوری، سندھ دسان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۲۰۰

[4] شاہان گوجر صفحہ ۱۷۵

Marfat.com

اصطخری نے فہرج کو سندھ ہند کے مغرب میں واقع بتایا ہے بشاری مقدسی نے اسے منصورہ ملک کے تحت بتایا ہے۔ یاقوت حموی نے فہرج شہر کا شہر کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے[۵۱] اور کسی کے مطابق فہرج ایک خوشحال شہر ہے مکران اور یہی شہر سے متعلق تھا اسکے دائرہ کار میں بھیرک، راسک، باہ، باند کسر بند، اسفافا پھلیھارا، مسکان، بج اور تلبک شہر تھے۔

فرنج مسعودی نے "رہما" کے بعد "فرنج" راجدھانی کا ذکر کیا ہے یہاں عنبر زیادہ مقدار میں دستیاب ہوتا ہے[۵۲]۔ رینا ڈو اسے کاروندل کی کھاڑی کہتے ہیں۔ وہ اسے کلنگ کی کھاڑی کا ملک مانتے ہیں۔ سلیمان نے فرنج کو کرنج کہا ہے یہاں کا بادشاہ غریب ہے یہاں عنبر کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔

کنج یا کنجدار ادریسی نے اسے توران سے اڑتالیس میل دور واقع بتایا ہے یہاں بازار اور منڈیاں ہیں، اس کے زیر سایہ بہت سے قصبے اور شہر ہیں[۵۳] ابن خرداذبہ نے اسکو توران کی قدیم راجدھانی اور ایک جنگل میں واقع بتایا ہے۔ بشاری مقدسی کے مطابق یہ بلوچستان کے بیج نامی بندرگاہ سے سمندر کے کنارے مکران کی لمبائی میں بارہ پڑاؤ پر ہے[۵۴] ابوالفدا

۵۱۔ اختر بارکپوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۳۴

۵۲۔ الیلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۱۱

۵۳۔ الیلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۳

۵۴۔ الیلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷

۵۵ ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۸۶

۵۶۔ احسن التقاسیم صفحہ ۵۸۳

کے مطابق یہ ملتان سے شاید بیس پڑاؤ پر ہے[1]۔ یہ ایک چھوٹے قلعہ کی طرح ہے جو ایک چھوٹی پہاڑی پر آباد ہے یہ کی طرح لگتا ہے اس کے چاروں طرف پھلوں کے باغات ہیں[2]۔

کنج پور۔ بنج پور

عرب سیاحوں نے جس شہر کا ذکر کیا ہے وہ شاید بنج پور شہر ہو گا، جو مکران کی راجدھانی تھی[3]۔ اورسی نے اس راستے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ایک خود مختار شہر ہے مکران سے متعلق ہے۔ یہاں کے لوگ مالدار ہیں۔ این۔ ایل۔ ڈے نے اسے بنج نور لکھتے ہوئے کہا بھارت اور ایران کی گوری ندی سے جوڑا ہے جسے گریک کے باشندوں نے گورئیس کہا ہے۔

کیکان، کیکان، کیچکانان

ابن خرداذبہ نے اس شہر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کیکانان ماکیکان ایک ہی نام ہیں یہ توران کا خوشحال شہر اور راجدھانی تھی[5]۔ بلاذری نے اس شہر کے سلسلے میں لکھا ہے کہ یہ ایک ہرا بھرا شہر ہے یہاں لوگ خوشحال ہیں[6]۔ اورسی نے کجدالہ کے مغرب میں واقع بتایا ہے۔ یہاں اکثر توران کا راجہ پڑاؤ ڈالتا ہے یہ ایک آباد شہر ہے یہاں مختلف پھلوں کے

---

[1] ابوالفدا، تقویم البلدان صفحہ ۳۴۹

[2] سٹڈیز ان انڈین کوارٹرلی حصہ دوم صفحہ ۱۵۶-۱۵۷

[3] اطہر مبارکپوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۲۷۱

[4] اورسی حصہ اول صفحہ ۱۱۳

[5] اطہر، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں صفحہ ۱۶

[6] بلاذری فتوح البلدان صفحہ ۴۱۱

Marfat.com

باغات ہیں میوے اور انگور پیدا ہوتے ہیں کھجور کی پیداوار نہیں ہوتی۔

آمھل ماھل ابن حوقل کا خیال ہے کہ ماھل ہندوستان کی سرحد پر سمیور کی طرف آباد ہے[1] ادریسی کا قول ہے کہ ماھل ہندوستان کا شہر ہے یہ سندھ اور ہند کے درمیان واقع ہے[2] اسٹری کا ھل کو ہندوستان کی سرحد کا پہلا شہر بتاتے ہیں۔ جو کہ سمیر تک چلی گئی ہے جنوب میں ہندوستان کے شہر ہیں۔ کا ھل مسلمانوں کی ملکیت ہے یہاں سیم، ناریل، کیلا وغیرہ پیدا ہوتا ہے[3] ابن حوقل کے مطابق کا ھل ایک خوبصورت اور بڑا شہر ہے یہاں آم ناریل نیبو اور جاول کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے کھجور نہیں ہوتا[4] کا ھل (یا ھل) ایک دولت مند شہر تھا جو کہ بلہرا کی راجدھانی میں واقع تھا[5]۔

کمبایا بقول ادریسی یہ سمندر سے تین میل دور واقع ہے یہ ہندوستان کا خوبصورت شہر ہے۔ یہ بندرگاہ کے نام سے جانا جاتا ہے مختلف ملکوں کے تاجر یہاں بغرض تجارت آتے ہیں خلیج اومانی میں ہونے کی وجہ سے یہاں جہاز آتے جاتے تھے کمبایا سے جزیرہ ایکین کا بحری سفر دھائی دن کا ہے ایکین سے دیول دو دن کا سفر ہے۔ کمبایا میں گیہوں جاول پیدا ہوتا ہے یہاں کے باشندوں کا مذہب بدھ ہے[6] ابن حوقل نے کمبایا کو ہندوستان کا

---

[1] الیلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۸

[2] الیلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۹۰

[3] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں

[4] الیلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۴۹

[5] پروسیڈنگ آف انڈین ہسٹری کانگریس صفحہ ۶۶۶

[6] الیلیٹ ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۴

Marfat.com

ایک مضبوط اور بڑا شہر کہا ہے اس مقام پر آم، ناریل، نیبو اور جامن وغیرہ کی کھیتی ہوتی ہے۔ شہد کافی مقدار میں پایا جاتا ہے لیکن کھجور نہیں ہوتا[۵۱]

سبارا اور نسبی کا خیال ہے کہ یہ سمندر سے ڈیڑھ میل دور واقع ہے یہ آباد شہر ہے۔ یہاں بہت سی صنعتیں قائم ہیں۔ یہ ہندوستان کا ایک کاروباری شہر ہے۔ یہاں مچھلی اور موتی دستیاب ہوتے ہیں۔ یہ بارا کے قریب ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس میں ناریل کے درخت ہیں سبارا سے سندان پانچ دن کا سفر ہے[۵۲] ابن حوقل نے اسے سکھایا کہا ہے مکبایا اور سربا یا چار دن کا سفر ہے[۵۳]۔

مکران میں واقع تیج سے سلیو بندھ تک کے علاقوں کے سلسلے میں البیرونی نے سبارا اور سنگل جزیروں کا ذکر کیا ہے سبار کو سچا دیو نے سنسکرت کا لفظ سبارک (شیرک) بتایا ہے[۵۴] اسے بمبئی سے ۷۰ میل دور شمال میں تھانہ ضلع کے سوپارے سے تشبیہ دی گئی ہے اس بنیاد پر سبارا کو سوپارا کی بدلی ہوئی شکل تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

سندان ابن حوقل نے ہندوستان کے ایک طاقتور اور وسیع شہر کی حیثیت سے سندان کا ذکر کیا ہے اس علاقے میں آم، ناریل، نیبو اور دھان کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ شہد بھی دستیاب ہوتا ہے لیکن کھجور نہیں[۵۵]۔ ابن فرواذبہ کے مطابق صوبہ

---

[۵۱] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۹۴

[۵۲] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۵

[۵۳] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۸

[۵۴] سجاؤ البیرونیز انڈیا حصہ دوم صفحہ ۲۲۰ [۵۵] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۹۴

Marfat.com

سندان سندھ سے متعلق ہے یہاں کی آب وہوا گرم ہے[1] ادریسی نے سندان کو سمندر سے ڈیڑھ میل دور واقع بتایا ہے[2] ایک آباد اور بڑا شہر ہے یہاں پر غیر ممالک سے تجارت ہوتی ہے سندان کے مشرق میں اسی نام کا ایک اور جزیرہ ہے جو ہندوستان کے سخت ہے[3] ایک زرخیز شہر ہے[4]۔

سیمر | ادریسی نے لکھا ہے کہ سیمر ایک خوبصورت شہر ہے یہاں پر آم ناریل، مینو، اور چاول کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے شہد بھی ملتا ہے کھجور کے پیڑ یہاں نہیں ہیں[5]

حمدونی نے اپنی کتاب آثار البلاد میں سمیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ہندوستان کا ایک شہر ہے جو سندھ کی سرحد میں واقع ہے یہاں کے باشندے بہت خوبصورت اور صحت مند ہوتے ہیں۔ یہاں پر مسلمان عیسائی آتش پرست وغیرہ مذاہب کے ماننے والے رہتے ہیں۔ ترکی تاجر یہاں کاروبار کرتے ہیں اور یہاں سے کمبولی اگر لے جاتے ہیں[6] استخری نے سمیر کو ملہرا کے تحت قرار دیا ہے[7] مسعودی نے اس شہر کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کی تعداد دس ہزار سے زیادہ ہے[8]۔

جندرہ (جنداور) | استخری کے مطابق ملتان سے ڈیڑھ میل دور ۔۔ بہت سے مکانات ہیں جن کو جندار کہا

---

[1] ابو جعفر تاریخ سندھ صفحہ ۸۵

[2] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۵

[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۸

[4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۹۷

[5] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۷

[6] سعودی، مروج الذہب حصہ دوم صفحہ ۸۵-۸۶

Marfat.com

جاتا ہے[1] ادریسی نے ذکر کیا ہے کہ جندرہ مضبوط قلعوں کا ایک مجموعہ (جھنڈ) ہے یہ بہت اونچا ہے یہاں صاف ٹھنڈا پانی ملتا ہے۔ یہ ملتان سے دو روز ٹیڑھ منزل کے فاصلے پر ایک خوبصورت شہر ہے ملتان کا بادشاہ گرمی کی تعطیل میں اسی مقام پر آرام کرتا ہے[2]۔ شاید یہ پہاڑی پر آباد کوئی تفریحی مقام رہا ہوگا۔

سندھ ادریسی کے مطابق جنوبی ملتان سے تین دن کے سفر پر سندھ واقع ہے۔ یہ علاقہ تجارت اور مال و زر کے لئے مشہور ہے یہ اس ندی کے کنارے لمبا ہوا ہے جو کہ مہران کے اوپر سمندر میں گرتی ہے۔ ملتان سے شمال کی جانب کچھ دور پر ایک ریگستان ہے جو کہ دور تو ران کی مشرقی سرحد تک پھیلا ہوا ہے[3]۔

بسمد استخری کے مطابق بسمد ایک چھوٹا سا پھر بھی خوبصورت شہر ہے وہ بسمد کو بمند بھی کہتے ہیں[4]۔ ابن حوقل نے بسمد کو ملتان اور "بنداور" کی طرح مہران کے مشرق میں واقع بتایا ہے[5]۔

ملتان ابن خرداذبہ کے مطابق ملتان، ہندوستان کا قدیم اور مشہور شہر ہے اس کی شہرت کا خاص سبب یہاں کا وسیع و مشہور

---

[1] ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۷۱

[2] ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۹۲

[3] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا، حصہ اول صفحہ ۱۱۵

[4] ـــــ، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۷۱

[5] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۷

Marfat.com

مندر[1] ہے، ابوزید کے مطابق ملتان کا بت منصورہ کی سرحد میں واقع ہے ہندوستانی باشندے مہینوں سفر کے بعد اس مندر کی زیارت کر پاتے ہیں اور اپنے ساتھ ہندوستانی چندن لاتے ہیں جسے الکامرون کہتے ہیں اس میں بہت خوشبو ہوتی ہے۔ مندر کا پورا خرچ اسی سے چلتا ہے[2]

المسعودی نے ملتان کے سلسلے میں لکھا ہے کہ اس کا نام "سونے کی سرائے" اس لئے پڑا کہ حجاج کے بھائی محمد بن یوسف نے چالیس بھار سونا حاصل کیا تھا (ایک بھار سونا تین سو تینتیس من کا ہوتا ہے) یہ سب سونا ایک گھر سے حاصل سونے کی وجہ سے ملتان کا نام "فرج بیت الذھب" پڑ گیا۔ ملتان میں ایک چھوٹی سی ندی ہے جس کے اور بہت سی نہریں لگی ہوئی ہیں۔ اس کے کنارے بہت سے کھجوریں ہیں یہ ندی سندھ میں گرتی ہے[3]۔ استخری نے لکھا ہے کہ ملتان کی حفاظت کے لئے چاروں طرف ہرے بھرے شہر ہیں[4]۔ مسعودی کے مطابق ملتان ایک کافی وسیع و عریض صوبہ ہے۔ یہ شہر ایک مندر کی وجہ سے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے[5]۔ ابن حوقل کے مطابق ملتان منصورہ کا نصف ہے اس کو سونے کے گھر کی سرحد کہتے ہیں۔ مندر کی مورت ایک مضبوط قلعے میں نصب ہے کیگھم کے مطابق ملتان دیواروں والا شہر ہے یہ مضبوط قلعہ تا چوراوی ندی کے

---

[1] ابو جعفر تاریخ سندھ ۲۴۳ ھ — ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۹۱-۱۹۲ ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۴۰

[2] — ہندوستان عربوں کی نظر میں، حصہ اول صفحہ ۱۹۱-۱۹۲

[3] استخری صفحہ ۳۷۰

[4] — ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۹۱-۱۹۲

Marfat.com

دوسرے کنارے پر واقع تھا[1]۔ الادریسی کے مطابق ملتان، ہندوستان کی سرحد میں واقع ہے[2] ملتان کو زیادہ تر لوگ سونے کی سرحد یا سونے کا دروازہ کہتے ہیں یہاں ایک مشہور بندر ہے۔ سندھ و ہند کے بھی باشندے اسکی مشہور مورتی سے گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ اس مورتی کے نام پر یہاں کا نام ملتان پڑا[3]۔ بشاری مقدسی کے مطابق ملتان ایک خوبصورت شہر و راجدھانی ہے اس کے مشہور شہر، برار، رمضان، ورمن اور بربر وغیرہ ہیں ایسا لگتا ہے کہ ملتان ایک شہر نہ ہو کر ایک صوبہ تھا۔ ملتان کی سرحد کا ذکر کرتے ہوئے مصری وزیر محلبی (چھٹی صدی ہجری) نے لکھا ہے کہ ملتان کی سرحدیں بہت زیادہ وسیع ہیں۔ مغرب میں مکران اور جنوب کی طرف منصورہ (سندھ) تک اس کی وسعت ہے۔ اس دور میں تقریباً ایک لاکھ بیس سو اضلاع اسلامی مملکت میں شامل تھے[5]۔

قضوینی کے مطابق ملتان ایک گھنی باڑی والا شہر ہے جو ہندوؤں اور جینیوں کے لئے مقدس مقام ہے۔ ویسے ہی جیسے مسلمانوں کا مکہ ہے یہاں کے باشندے مسلمان ہیں یہاں کی حکومت کسانوں کے ہاتھ میں ہے[6]۔ ساتویں صدی میں ملتان کا نصف شمالی علاقہ موجودہ صوبہ

---

[1] کنی رگھم ایشینٹ جاگرافی آف انڈیا صفحہ ۱۹۴

[2] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۹۱-۱۹۲

[3] ایلیٹ مسری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۱-۸۲

استخری صفحہ ۳۵ ابن حوقل صفحہ ۴۵-۴۶

[4] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۸۴

[5] سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ مترجم رام چندر صفحہ ۲۴۸

[6] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۹۶

بہاولپور ریاست

ملتان عربوں کے حملہ کرنے سے پہلے سندھ کے ایک ہندو مملکت کی راجدھانی تھا۔ سمجھا جاتا ہے کہ لاہور کے برہمن بادشاہ چچ نے اس پر فتح حاصل کی تھی۔ جسے سندھ کے آخری بدھ راجہ راے سہاسی دوم کی وفات کے بعد اس پر قبضہ کر لیا[1]۔ عرب سیاحوں کے تذکروں سے یہ بات پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ قدیم زمانے میں ملتان ایک مذہبی زیارت گاہ کی حیثیت سے بے حد اہم سمجھا جاتا ہندوستان کے کونے کونے سے عقیدت مند اس مبارک عبادتگاہ کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ ملتان کے دائرہ کار میں عرب سیاح نے ایک لاکھ بیس ہزار گاؤں شامل بتائے ہیں۔ جس سے اس صوبہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے[2]

کندابیل

استخری نے لکھا ہے کہ کندابیل ایک وسیع شہر ہے، یہاں ریگستان ہیں صرف یہاں بانس پیدا ہوتا ہے۔ یہاں ابل نامی ایک شخص تھا جس کے نام پر اس شہر کا نام کندابیل رکھا گیا ہے یہ بودھوں کا تجارتی مرکز ہے کھیسکا نہ اور کندابیل کے درمیان میں "ابل" نام کا ایک پرگنہ ہے[3]۔ ابن فرداذبہ کندابیل کا اصلی نام گندھابیل بتاتے ہیں کسی زمانے میں یہاں بھلوں کی حکمرانی تھی، یہ سندھ کے خوشحال آباد شہروں میں سے تھا اس کی پہچان گرد بھیل سے کی جا سکتی ہے[4] ابن حوقل نے اسے بودھ مملکت کا دارالخلافہ بتایا ہے[5]۔ کندابیل کو عام طور پر شاہبت گندو

---

[1] دائرس حصہ اول صفحہ ۱۸۵ [2] اسلامک کلچر ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۴
[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۹
[4] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۴
[5] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۸

Marfat.com

سے کی جاتی ہے کتاب المسالک والممالک کے مطابق اس علاقہ سے ملتان اور منصورہ کا فاصلہ دس اور آٹھ دنوں کا سفر ہے[1]

القانون توران کا مشہور شہر تھا۔ ابن حوقل نے لکھا ہے کہ البدھہ توران اور مکران کے درمیان واقع تھا اور ملتان منصورہ کا شہر تھا[2]۔

کمبایت سعودی نے لکھا ہے کہ کمبایت وہ شہر ہے جہاں دلکش کھمبایتی جوتوں کا کام ہوتا ہے[3]۔ اور بسی نے لکھا ہے کہ یہ ساحل سمندر سے تین میل دور ایک خوبصورت شہر ہے یہاں بہت سے ملکوں اور شہروں کا سامان جہاز سے اترتا ہے۔ اس کے چاروں طرف مضبوط فصیل ہے جسے صوبہ سندھ کے حاکم (گورنر) نے اس وقت تعمیر کرایا تھا۔ جب کیش جزیرہ کے حکمرانوں نے کھمبایت پر حملہ کرکے اسے فتح کر لیا تھا[4]۔ این ایل۔ ڈے نے گجرات میں واقع یاسمتھ پور کو نیا کمبات بتاتے ہیں[5]۔

اجودھا البیرونی نے اجودہ کو قنوج سے پندرہ میل جنوب مشرق میں واقع بتایا ہے[6] کسی عہد میں یہ کوشل کا پایہ تخت تھا جو کہ رام کی جا۔ سے ولادت اور مذہبی مقام اجودھیا ہے۔ ہوین سانگ نے

---

[1] ایچ ٹی۔ لیمرک ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۵۷

[2] میڈیول انڈین ٹوپوگرافی حصہ دوم صفحہ ۱۵۴

[3] سعودی، مروج الذہب، حصہ اول صفحہ ۳۵۴ (پیرس)

[4] ——، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۸۶

[5] این ایل۔ ڈے جیاگرافیکل ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ۲۲

[6] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۸

اسے ایت لکھا ہے[۱] عہد بدھا جودھیا فیض آباد ریلوے اسٹیشن سے ۶ میل اور سرجو ندی کے کنارے پر واقع ہے۔

انہلوارے عرب سیاحوں کے مطابق انہلوارے جنوب میں کچھ دور پر مملکت لاڑ واقع ہے انہلوارکا ذکر بھی کے مغربی ساحلی شہروں میں ہوا ہے[۲] اس کا محل وقوع برائچ (بھڑوچ) سے ۱۲۸ میل دور بتایا گیا ہے۔ اس شہر کا موازنہ (تشبیہ) ایلیٹ نے گجرات میں واقع پاٹن یا انہلوارنام سے کیا ہے آٹھویں صدی قبل مسیح بھی بادشاہوں کے زوال کے بعد الہن پاٹن، گجرات یا مغربی ہندوستان کا پندرھویں صدی قبل مسیح تک اہم شہر تھا[۳]۔

آبھاپوری البیرونی نے لکھا ہے کہ قنوج سے چل کر جون (جمنا) اور گنگا نامی ندیوں کے درمیان جنوب میں سفر کرنے والا آبھاپوری پہونچتا ہے[۴]۔ یہ قنوج سے ۸ فرسخ اور واقع ہے اس کے محل وقوع کا صحیح علم نہیں ہے یہ علاقہ نامعلوم ہے۔

اوکھمن راوتکین ابن فرازیہ کے مطابق سندھ ندی کے ڈلیٹا سے اوتکین (اوکھمن) تک جہاں سے ہندوستان کا آغاز ہوتا ہے ۴ دن کا سفر ہے فرازیہ کے اوتکین اور اورسی کے اوبکین سے مراد اوکھا پوٹ" ہے جو کاٹھیاوار کے

۱؎ داڑس صفحہ ۳۵۵

۲؎ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۵

۳؎ لنگھم انشینٹ جاغرافی آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۴۹۶

۴؎ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۸

Marfat.com

شمال مغربی سرے پر واقع ہے۔

انکوتیرتھ | البیرونی کے مطابق اس کا محل وقوع پریاگ سے ۱۲ فرسخ ہے ایلیٹ نے اس کا نام آرگرت لکھا ہے[1] اور ولسن نے کرن تیرت جو جدید مرزا پور میں کنتیت کہا جاتا ہے[2] بوری والا نے اسے ارک تیرتھ کے نام سے مخاطب کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ یامن پر واقع اودھ تیرتھ کے جنوب سے کنڑ کے مالدگا نگچے حدی کی دستاویز (فرمان) ملا ہے[3] کنڑ دیو حیدی کے ایک لاب نامہ میں اس کا ذکر ہے[4] ڈاکٹر جے شنکر مشر نے لکھا ہے کہ غالباً البیرونی کا ایک تیرتھ ۱۲ فرسخ (تقریباً ۶۰ میل) پریاگ کے جنوب میں کہیں آس پاس معلوم ہوتا ہے۔

آسی | یہ قنوج کے جنوب مغرب میں واقع ہے[5] جس کی دوری ۱۸ فرسخ بتائی ہے اس کا ذکر سلطان محمود کے ہندوستان پر حملے کے سلسلے میں کیا ہے[6] کنی گھم آسی کو قنوج سے ۶۰ میل جنوب مغرب اور اناوا سے جو ۳۰ میل جنوب میں جمنا ندی کے ساحل پر آباد ہے آسی گھاٹ سے تشبیہ دی ہے[7]۔

---

[1] ایلیٹ انڈ داسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۵۵

[2] " " " " " صفحہ ۵۸۵

[3] بوری والا، اسٹڈیز ان انڈین ہسٹری صفحہ ۱۰

[4] ایپگرافیا انڈیکا حصہ ۱۱ صفحہ ۱۷۵

[5] جے شنکر مشر، گیا رھویں صدی کا بھارت صفحہ ۴۴

[6] سچاؤ، البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۲

[7] ایلیٹ انڈ داسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۴۶

[8] کنی گھم، اینشینٹ جیاگرافی آف انڈیا صفحہ ۳۹۹

Marfat.com

ادھشٹھان اس کا ذکر "برہمان" سے ادھشٹھان تک کے راستے (کشمیر کی راجدھانی) کے سلسلے میں ہوا ہے[1]۔ کشمیر سرینگر کی قدیم راجدھانی تھی[2]۔

ایدانت البیرونی کے مطابق اسکا محل وقوع شمال میں ہے لیکن یہ مغرب میں واقع ہے جس کی تشبیہ کوکن سے دی گئی ہے[3]۔

اُجین البیرونی نے اجین سے "ماں" (متھرا) کا فاصلہ ۵ فرسخ بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ راستے میں بہت سے مواضعات پڑتے ہیں[4]۔ اجین سے مراد مشہور علاقہ اُجینی ہے جو اونتی کی راجدھانی تھی مشہور چینی سیاح یہاں آیا تھا[5]۔

اُشدھارا البیرونی نے "برہمان" سے ادھشٹھان (کشمیر کی راجدھانی) تک راستے میں پڑنے والے علاقوں کے سلسلے میں اس کا تذکرہ کیا ہے[6]۔ کننگھم نے اشدھر کو موجودہ بارہ مولہ سے جنوب مشرق میں دو میل کے فاصلے پر واقع علاقہ سے مشابہت دی ہے[7]۔

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۲

[2] امپیریل گزیٹیر آف انڈیا حصہ سوم صفحہ ۹۶

[3] لا۔ البیرونیز ٹاکے آف انشنٹ جیاگرافی صفحہ ۱۶

[4] سچاؤ، البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۲

[5] السن۔ بیل۔ بدھسٹ ریکارڈز آف ویسٹرن ورلڈ حصہ ۲ صفحہ ۲۷۰-۲۷۱

[6] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۷

[7] کننگھم، انشینٹ جیاگرافی آف انڈیا صفحہ ۱۰۰

کُرُدھ | البیرونی نے لکھا ہے کہ قنوج سے چل کر جون (جمنا ندی) اور گنگا نامی دو ندیوں کے درمیان جنوب کی طرف چلنے پر آٹھ فرسخ کی دوری پر کردھ پڑتا ہے۔ کردھ کو فتح پور ضلع کے کھجوا تحصیل کے کور جہاں آباد کا قدیم نام بتایا جاتا ہے[1]

کاپچی | یہ قدیم زمانے سے ہی مشہور ہے۔ البیرونی نے بھی اسکا تذکرہ کیا ہے اس کے متعدد نام ہیں جیسے کانچی پور کانجی اور کنجی ورم[2]

گنگا ساگر (ساگر) | اس کا اصلی نام گنگا ساگر معلوم ہوتا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں گنگا پنیری سمندر میں ملتی ہے۔ قدیم زمانہ سے ہی یہ علاقہ ہندوؤں کا ایک بہت ہی مشہور متبرک زیارت گاہ تسلیم کیا جاتا ہے[3] البیرونی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس علاقے کا فاصلہ بنواسی سے ۳۰ فرسخ بتایا گیا ہے یہ علاقہ گنگا کے مشرقی کنارے کے ساتھ چلتے ہوئے بنارس کے جنوب مشرق میں واقع بتایا گیا ہے۔

تامرلپتی | یہ علاقہ نیز تری گرت کا ذکر البیرونی نے وایو پران اور جارہ مہر کا مطالعہ کرکے کیا[4] اس علاقے کو موجودہ تمالک

---

[1] ایلیٹ گزیٹیر آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۳۹۸

[2] این۔ ایل۔ ڈے جیاگرافیکل ڈکشنری آف اینشینٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ۱۰۲

[3] فرواز یہ صفحہ ۱۵۲

[4] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۹

Marfat.com

سے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ آج کا مشرقی بنگال جس میں ڈھاکہ اور چٹگام شامل ہیں وہی علاقہ ہے۔ اسکا ذکر چھٹی صدی میں سمجھ کی قدیم راجدھانی کے طور پر ہوا ہے۔

تھانا (ٹانا) تھانہ کے سلسلے میں اورسی نے لکھا ہے کہ تھانا ایک عمدہ شہر ہے جو کشادہ خلیج کے سامنے واقع ہے یہاں سمت سے ملکوں کا سامان اتارا چڑھایا جاتا ہے اورسی نے لکھا ہے (تھانا) سے قنقدرسنہ کا سمندری سفر ۴ مرحلہ ہے۔ اس ذکر سے تھانا سے مراد بمبئی صوبہ کا ہی کوئی حصہ یا کوئی قریبی علاقہ معلوم پڑتا ہے اور جدید میں بھی بمبئی میں ایک علاقہ تھانہ کے نام سے واقع ہے۔

پانی پت البیرونی کے مطابق قنوج سے ۱۰ فرسخ مغرب کی طرف جلیئے پر پانی پت پڑتا ہے[1] پانی پت سے مراد جدید پانی پت ہے اس کا قدیم نام پانی برسخہ معلوم ہوتا ہے جو بدھسٹر کے ذریعے دریودھن سے مانگے گئے سوا صفات میں سے ایک تھا۔

پانڈیہ پانڈا اور پانچال کا ذکر بھی وایو پران اور سمھتا کی بنیاد پر کنیا[2] سے موجودہ مدورائی دیل اور جنوبی ترادن کولہ کا مشترکہ روپ تھا جس کی راجدھانی مدورا تھی[3]

پرشاور البیرونی نے لکھا ہے کہ مغرب کی طرف جلیئے پر نام کے بعد راستہ تبدیل کر کے شمال مغرب میں جلیئے پر ۱۴ فرسخ

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا، حصہ اول صفحہ ۲۰۵

[2] انڈوا برانیکا حصہ ۷، دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۳

[3] ایچ ایل۔ ڈے جیاگرافکل ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ۱۴۸

[4] ا۔ ٹرائبس ان انشینٹ انڈیا باب ۴

Marfat.com

دور پرشاور پڑتا ہے[1]۔ پرشاور سے مراد جدید پشاور ہے[2]

پروج یا پروس اوریسی کے مطابق پر ایک مشہور شہر ہے[3] یہاں کی عمارتیں اینٹ اور چونے کی بنی ہوئی ہیں[4] ایل ڈے نے اس کے دیگر نام بھرگو کچھ تر، مرگ آشرم وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے جو جدید بروچ ہے[5]۔

بلاور قنوج سے شمال مغرب میں چلنے پر ۱۰ فرسخ دور بلاور واقع ہے اس کا ذکر البیرونی نے قنوج سے کشمیر تک کے شہروں کے سلسلے میں کیا ہے[6] سچاؤ نے اسے بلاپور سے مشابہ کیا ہے[7]

مین مال عرب سیاحوں کے مطابق سندھ کے بعد پر ہندوستان کا پہلا شہر تھا۔ اوریسی کا کہنا ہے کہ کچھ لوگ اسے ہندوستان کا اور کچھ لوگ سندھ کا شہر تسلیم کرتے ہیں[8] استخری نے اسے ہندوستان کا ایک سرحدی شہر کہا ہے[9] الیٹ اور ہوڈی والا کا نظریہ ہے کہ یہ اوریسی کا مامل امحل یا انھل ہے[10] بلاذری نے فتوح البلدان میں اسے دین مال (مین مال)

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۵ - ۲۰۲

[2] انڈو ایرانیکا حصہ ۷، دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۹

[3] اوریسی حصہ اول صفحہ ۱۷۹

[4] ابن ایل ڈے جاغرافیکل ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ۲۲۲

[5] سچاؤ البیرونیز حصہ اول صفحہ ۲۰۵

[6] سچاؤ البیرونیز حصہ اول صفحہ ۳۱۹

[7] اوریسی حصہ اول صفحہ ۲۰۳ [8] استخری صفحہ ۱۷۴

[9] الیٹ اینڈ ڈاوسن ہسٹری آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۴۴۳-۴۴۴

لکھا ہے جو گرجر پر تہار بادشاہوں کی راجدھانی تھی اور بعد میں یہ علاقہ قنوج میں شامل کر کے مملکت کا مرکز بنا لیا گیا[1]

میواڑ البیرونی نے لکھا ہے کہ ایک مملکت ہے جو بجان سے جنوب کی طرف آنے پر ۲۵ فرسخ پر واقع[2] ہے اس کی راجدھانی صنبور (جیور) ہے جائے وقوع کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مقام یقیناً راجستھان کا میواڑ ہی ہے

مندھوکر یہ علاقہ قنوج سے تجیز کے بعد ۲ فرسخ کی دوری پر واقع ہے[3] ہوڈی والا نے اس کا محل وقوع لاہور کے قریب بتایا ہے[4]

فندرینہ اوریسی نے لکھا ہے کہ تھانا سے فندرینہ کا سمندری سفر ۴ مرحلہ ہے (یہ فاصلہ صحیح نہیں ہے کیونکہ تھانا سے فندرینہ کے درمیان ۴۰۰ میل سے زیادہ فاصلہ ہے، لیکن ۴ مرحلہ زیادہ سے زیادہ ۱۲۵ میل کے برابر ہوتے ہیں) فندرینہ ایک سمندری خلیج کے دہانے پر واقع ہے جو مالابار (منوبر دار) کی طرف سے آتی ہے۔

یہاں ہندو سندھ کے جہاز رکتے ہیں قریب میں ایک اونچا سا پہاڑ ہے جس کے اطراف میں الائچی پیدا ہوتی ہے ابن بطوطہ جو چودھویں صدی میں یہاں سے گذرا تھا اس نے بھی اسے فندرینہ لکھا ہے[5]

---

[1] — الیشینٹ جاگرافی آف انڈیا صفحہ

[2] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۲

[3] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۵-۲۰۶

[4] ہوڈی والا، اسٹڈیز ان انڈو مسلم ہسٹری صفحہ ۵۳

[5] ہوڈی والا اسٹڈیز ان انڈو عرب صفحہ ۷۰

Marfat.com

مگدھ مگدھ اور مہاراشٹر کا ذکر البیرونی نے "سہتا" اور پران کی بنا پر کیا ہے[1]۔ قدیم کتابوں میں مگدھ کا بہت تفصیلی تذکرہ آیا ہے جو کسی دور میں شہرت کی انتہائی بلندی پر فائز ہو چکا تھا۔ بہار میں واقع "گیا" اور پٹنہ کے ضلع اسی کے دائرہ کار میں تھے جن کی اولین راجدھانی گری درج یا راج گرہ تھی شہنشاہ اشوک کے دور میں اسکی راجدھانی پاٹلی پتر تھی جو سون اور گنگا ندی کے سنگم پر بسی تھی موجودہ بہار کی راجدھانی پٹنہ پاٹلی پتر کا ہی دوسرا نام ہے

راجوری[2] البیرونی کے مطابق قنوج کے جنوب مغرب میں یہ علاقہ واقع ہے اور جدید میں بھی اس کا یہی نام مشہور ہے۔ اس کا محل وقوع راجوری سے ۱۲ میل شمال مغرب میں اور مندوں سے پچاس میل شمال مغرب میں واقع ہے[3]۔

راج گری البیرونی نے اس علاقے کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ قنوج سے راج گری کا قلعہ ۸ فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کے بعد شمال میں چلنے پر کشمیر پہونچتے ہیں[4]۔ یہ علاقہ پنجاب کے شمال میں واقع تھا اور بہار میں واقع اسی نام کے علاقے سے مختلف تھا۔

لاردیش البیرونی نے لکھا ہے کہ انہلواڑا سے جنوب کی طرف چلنے پر لاردیش پہونچتے ہیں[5]۔ لاردیش سے مراد لاٹ ہے جو

---

[1] انڈیا، البیرونی کا حصہ ۷، دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۰

[2] لا۔ گدھاران انشینٹ انڈیا صفحہ ۲۲

[3] لا۔ البیرونیز نالج آف انڈین جیاگرافی صفحہ ۱۴

[4] سچاؤ، البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۳

[5] کننگھم، انشینٹ جیاگرافی آف انڈیا صفحہ ۴۳۹

[6] سچاؤ، البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۵ [7] بی سی لا، ہسٹاریکل جیاگرافی آف انشینٹ انڈیا صفحہ ۲۸۰

قدیم گجرات اور شمالی کونکڑ کا نام ہے[1]۔

لوہاور فتوح سے مغرب کی طرف چل کر بعد میں شمال مغرب کی سمت سفر کرنے پر ایراوتی ندی کے پہلے لوہاور کی راجدھانی[2] ۵ فرسخ[3] ہے لوہاور سے مراد حیدرآباد ہے[4]۔

لوہرانی البیرونی کے مطابق سندھ کے دہانے پر اسکا محل وقوع ہے ڈاکٹر جے شنکر شر نے اس کا محل وقوع پاکستان میں واقع حیدرآباد کے قریب بتایا ہے جس کا اصلی نام لوہارن ہے۔

لد فتوح سے کشمیر تک کے شہروں میں لد کا ذکر ہوا ہے یہاں آنے کیلئے فتوح سے شمال مغرب چلتے ہوئے دوبارہ مغرب کی طرف چلنا پڑتا ہے[5] ہودی والا سے لد کو لدرندی کی گھاٹی کا نام تر بایا ہے جو جہلم کی معاون ہے[6]۔

ورک اورسی نے اپنے تذکرہ میں ورک شہر پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ ایک آزاد تجارتی شہر ہے یہاں سے فرائز تین دن کا سفر ہے ورک کے جنوب مغرب میں ایک اونچا پہاڑ ہے جو کہ نمک کا پہاڑ کہلاتا ہے[7]۔

---

[1] آسپارمنٹ انسکرپشن فرام دی پروونشل اسٹیٹ، حصہ اول صفحہ ۲۹

[2] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶

[3] جے شنکر شر، گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۵۵

[4] " " " صفحہ ۵۵

[5] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰۵

[6] ہودی والا اسٹڈیز ان انڈو عرب ہسٹری صفحہ ۵۲

[7] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۱۲

عرب سیاحوں نے جن علاقوں و شہروں کا تذکرہ کیا ہے اور جدید میں ان میں سے متعدد علاقوں کی حقیقی پہچان کرنا بہت مشکل ہے اس فصل میں صرف ان شہروں کا تذکرہ و مختصر تعارف ہی پیش کیا جا سکا ہے جس کا کہ عرب مصنفین نے اپنی کتابوں میں تذکرہ کیا ہے متعدد ناموں میں اختلاف رائے پائے جانے پر مقالہ نگار نے اپنی جانب سے امکانات پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔

پہاڑ ہندوستان ایک وسیع و عریض خطہ ارضی والا ملک ہے اس کی سرحدوں پر، اونچے اونچے پہاڑی سلسلے، پہریدار کی مانند کھڑے ہوئے ہیں۔ عرب سیاحوں نے اپنی کتابوں میں مختلف پہاڑوں کا دلچسپ ذکر کیا ہے۔

عرب سیاح، مسعودی نے لکھا ہے کہ گنگا کے اوپری حصہ میں اونچے پہاڑ ہیں[1]۔ رشید الدین کے مطابق ہندوستان کے نوحصوں میں پہاڑ اور میدان شامل ہیں۔ یہ پہاڑ ایک کے بعد ایک اس طرح قطار در قطار ہیں کہ دیکھنے میں ریڑھ کی ہڈی کے جوڑوں کی مانند لگتے ہیں۔ یہ مشرق شروع ہو کر مغرب کے وسطی حصے تک پھیلے ہوئے ہیں جو چین کے ابتدا سے تبت، ترکی کے قلب (کابل) بدخشاں تخارستان، بمیان، (بامیان) گھر خراسان، گیلان آذربائیجان، آرمینیا، ام (فرنگ کا ملک) گلیشیا تک پھیلے ہوئے، بہت سی مبارک ندیاں انہیں پہاڑوں سے بہہ کر ہندوستان کی سرزمین کو تقدس و پاکیزگی عطا کرتی ہیں[2] مملکت بہر ابہاڑوں سے

---

[1] مسعودی مروج الذہب حصہ دوم صفحہ ۸۲-۸۳

[2] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۵۷-۵۸

Marfat.com

گھری ہوئی ہے، سمندر کے ساحل و کمار کے پہاڑی حصے میں پہاڑوں کا پانی ملا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں ایک بہت ہی اونچا پہاڑ ہے[1]۔ سندھ کے شہر فیروز پور (پنجگور) سے ۳۶ میل مغرب میں الجبل المھل نامی نمک کا پہاڑ ہے اس پہاڑ کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ اس کے چشمے کا پانی کھاری ہے[2]۔ اسی سلسلے میں البیرونی کے ذریعے متس پران کی بنیاد پر پیش کی گئی فہرست قابل ذکر ہے جس میں ہندوستان کے متعدد پہاڑوں کا ذکر ہے خاص پہاڑوں میں ہمونت ہیمندر، ملے۔ سہے۔ شکتی۔ کرجیہ۔ وندھ، پریاتر کیلاش اور گندھ مادن قابل ذکر ہیں[3]۔ مطہر بن طاہر مقدسی نے ہندوستان میں واقع پہاڑوں کا ذکر کیا ہے[4]۔ البیرونی کے مطابق ہندوستان کی سرحدیں پر پہاڑوں کی طرح پہاڑ ہیں۔ اس کے شمال میں میرو پہاڑ محافظ کی طرح کھڑا ہوا ہے (وسط میں کشمیر ہے) جو ملک ترکی سے ملا ہوا ہے ہمونت پہاڑ کی وسعت لمبائی میں ہے پہاڑوں کا یہ سلسلہ میرو پہاڑ اور آگے خطۂ ارضی تک زیادہ ٹھنڈا ہوتا گیا ہے۔ ان پہاڑوں کے ذریعے سرزمین ہند کی نہ صرف خود بخود حفاظت ہوتی ہے بلکہ ملک کے معاشی و مذہبی ارتقاء میں تعاون دیتا ہے[5]۔

میرو پہاڑ رشید الدین رقمطراز ہیں کہ ہندوستان کے شمال میں میرو پہاڑ اور ترکوں کا ملک ہے۔ میرو پہاڑ کی اونچائی

---

[1] ایضاً فقیہ ہمدانی صفحہ ۱۱-۱۲
[2] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۸۱
[3] فاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۷ - ۲۵۹
[4] مطہر بن طاہر مقدسی حصۂ چہارم صفحہ ۱۷، ۱۸
[5] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۵۷-۵۸

Marfat.com

بہت زیادہ ہے اسکے چاروں طرف دیوتا گردش کرتے ہیں[1] اس علاقے میں دن رات ۶ مہینے کے ہوتے ہیں اسٹربو پلینی جسے ماہرین نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

رشید الدین ہندوستان کے شمال پہاڑوں کا سلسلہ میرو پہاڑ سے بتاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری اونچی چوٹیوں کے درمیان ترکستان تبت اور ہندوستان واقع ہے۔ اس چوٹی کا مقابلہ ہندوستان کی دوسری کوئی چوٹی نہیں کر سکتی۔ یہاں ہمیشہ کہرا گھرا رہتا ہے اوپر سے تبت اور چین لال رنگ کے دکھائی دیتے ہیں اس چوٹی سے تبت کا فاصلہ ایک ہزار سانگ ہے[2]۔ میرو پہاڑ کا تذکرہ ہندوستان کی قدیم کتابوں میں ہوا ہے۔ کہیں کہیں اسے سمیرو بھی کہا گیا ہے۔ ڈے صاحب نے اس کی پہچان گڑوا کے رودر ہمالیہ سے کی ہے جہاں سے گنگا ندی نکلتی ہے[3]۔ صاحب نے اسے بدری کا آشرم کے قریب واقع بتایا ہے[4]۔ شبرنگ کا کہنا ہے میرو پہاڑ المورہ ضلع کے کھسک شمال میں واقع ہے[5]۔ ڈے صاحب کے مطابق مادھنت منیا کے پاس الیرن کا مادھنت میرو بھی یہی ہے رشید الدین کا یہ کہنا کہ دیوتا میرو پہاڑ کے گرد چکر لگاتے ہیں قدیم ہندوستانی کتابوں سے بھی ثابت ہے۔

---

[1] بودی والا اسٹڈیز ان انڈو مسلم ہسٹری صفحہ ۴۰

[2] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۷۵-۸۵

[3] این۔ ایل ڈے۔ جیاگرافیکل ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ۱۹۶

[4] این۔ ایل ڈے جیاگرافیکل ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ میڈیول انڈیا صفحہ ۱۲

[5] ویسٹرن تبت صفحہ ۴۰

Marfat.com

ہمالیہ پہاڑ

ہندوستان کی جغرافیائی اہمیت میں ہمالیہ پہاڑ کا خاص حصہ ہے دنیا کا کوئی پہاڑی سلسلہ اس کے مساوی نہیں ہے۔ اس نے ہندوستان کی سرحد کے نقشہ میں بے مثال کردار ادا کیا ہے۔ ٹالمی نے بھی اس کا ذکر سکاوت یا اماؤس نام سے کرتے ہوئے گنگا اور سندھ کا درمیانی علاقہ بتایا ہے[1] رشید الدین نے ہمالیہ کا محل وقوع میرو پہاڑ کی مخالف سمت میں فتوح کے شمال میں بتایا ہے شکل اس کی گول نہیں ہے یہاں پر ہمیشہ برف جمی رہتی ہے جس کی وجہ سے ٹھنڈ پڑتی ہے[2] آسام اور برہم پتر تک پھیلا ہوا مشرقی ہمالیہ کا علاقہ ہے موٹی شکل میں اور جمبو جزیرہ کا ہمونت برابر تھا۔ جس کے بارے میں اشوک نے اپنے تیرھویں قلمی فرمان میں نامکو اور نام یونانیوں کا پہلی مرتبہ استعمال کیا ہے[3]۔ ماہرین جغرافیہ کے مطابق ہمونت کا نام اس پورے پہاڑی سلسلہ کا رکھا گیا تھا جو پنجاب کے مغرب میں پہاڑی سلسلہ تک ہندوستان کی پوری شمالی سرحد تک پھیلا ہوا تھا ہندوستان کی جغرافیائی سرحدوں کے سلسلہ میں ہمالیہ ہی اکیلا پہاڑ ہے[4]۔ مقدس گنگا ندی اسی ہمالیہ سے نکل کر ۱۵۰۰ میل تک جاتی ہے اور آخر میں ہندوستان کے میدانوں کو زراعت کے قابل بنا کر زندگی عطا کرتی ہے۔

---

[1] ٹالمیز انٹینٹ انڈیا صفحہ ۸۱

[2] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۹

[3] پروآ اشوک اینڈ ہز انسکرپشنز حصہ اول صفحہ ۱۰۱

[4] دلی چرڑ۔ لایا جیاغرافی آف ارلی ہندو ازم صفحہ ۲۷۔۲۸۔۲۹

Marfat.com

اسی سے جمنا، سرسوتی، ستلج اور سندھ وغیرہ ندیاں نکلتی ہیں جن پر ہندوستانی عوام کی زندگی منحصر ہے[1]۔ ہندوستان کا ہمالیہ پہاڑ سندھ ندی اور سمندر سے گھرا ہوا ہے[2]۔

ڈاکٹر نفیس نے ہمونٹ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کشمیر اونچے برفیلے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہ پہاڑ ایک بغیر ٹوٹی زنجیر کی طرح پھیلے ہوئے ہیں جنھیں ہمونٹ کے نام سے پکارتے ہیں۔ دنیا کا سب سے اونچا پہاڑی سلسلہ ہمالیہ کی بناوٹ ایک گول ٹکڑے کی طرح ہے جس کا پھیلاؤ مغرب میں سندھ کی طرف مشرق میں برہم پتر ندیوں کے درمیانی ہندوستان کی طرف مڑا ہوا ہے[3]۔ ہمونٹ اور پہاڑی لوپرد فیسر رائے چودھری نے ایک ہی پہاڑ تسلیم کیا ہے جو ہندوستان کی جغرافیائی حد متعین کرتے ہیں۔ قدیم ماہرین جغرافیہ کے مطابق ہمونٹ پہاڑ کے سلسلے میں بہت سے پہاڑ تھے۔ جو سلیمان سے لے کر مغربی پنجاب پورے ہندوستان کی شمالی سرحد، آسام اراکان پہاڑی تک پھیلے ہوئے تھے[4]۔ مشرق میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں و چوٹیاں ہیں ہمالیہ کا ذکر بودھ کی مذہبی کتابوں میں بھی آیا ہے ان میں اسے مدھیہ پردیش کی شمالی سرحد پر واقع بتایا گیا ہے۔

---

[1] پرکر۔ جیاگرافیکل فیکٹرز آف انڈین ہسٹری صفحہ ۳۴

[2] ایلی فنسٹن۔ ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱

[3] نفیس اسلم کانٹری بیوشن ٹو جیاگرافی صفحہ ۱۲۵

[4] ول چرنداہا۔ پراچین بھارت کا اتہاسک بھگول صفحہ ۲۷

[5] سندرلال جیاگرافیکل ایسپیکٹ صفحہ ۸۲

Marfat.com

مندرجہ بالا بیانات کی روشنی میں ہمالیہ کے محل وقوع اور اس کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ مذہبی نقطہ نظر سے بھی اس کی قدر و منزلت کچھ کم نہیں کیونکہ مقدس ندی گنگا کا منبع یہی ہے اس کے علاوہ اس سے جاری ہونے والی بہت سی ندیوں نے ہندوستان کی سرزمین پر بے شمار احسانات کئے ہیں سیاسی اعتبار سے یہ وسیع و عریض پہاڑ دشمنوں کے لئے ایک دیوار بن کر ملک کی حفاظت کرتا ہے۔ اس طرح اس پہاڑ کی صرف سیاسی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ مذہبی و فلسفیانہ، تاریخی اور فنی نقطہ نظر سے بے مثال نقوش مرتب ہوئے ہیں یہ ہندوؤں کے لئے ہمیشہ استعجاب و عزت کا سرچشمہ رہا ہے[1]

ہیمکوٹ پہاڑ عرب سیاح رشیدالدین نے ہیمکوٹ کو حرم کٹ پہاڑ کہا ہے۔ اس کے مطابق ہمالیہ کے شمال میں پہاڑوں کے سلسلے میں ان میں کچھ پہاڑ ہیرمکوٹ کہلاتے ہیں۔ اسی سے گنگا ندی نکلتی ہے اس کے اوپری حصے میں بہت زیادہ سردی ہوتی ہے[2]۔

کلراجیل پہاڑ رشیدالدین نے اس سلسلے میں کئی پہاڑ بتائے ہیں یہ پہاڑ ٹھنڈا، پرسکون اور ہمیشہ برف سے ڈھکے رہتے ہیں یہ تاکاس (ولاہا بہ ولاسور) سے دکھائی دیتے ہیں اسے سرسور (نگھاشلا) کے پہاڑ سے پکارتے ہیں

بلور پہاڑ رشیدالدین نے ترکستان کی طرف واقع پہاڑوں کو بلور کی پہاڑیوں کے نام سے یاد کیا ہے جن کا تعلق شاملان سے

---

[1] پارکر، جیاغرافیکل فیکٹرس آف انڈین ہسٹری صفحہ ۳۰۳
[2] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۰

Marfat.com

ہے یہاں سے ترکستان کا دو دن کا سفر ہے یہاں پر بھوت واریا نامی قبیلہ رہتا ہے اس کا بادشاہ بھوت شاہ ہے۔ البیرونی نے ان پہاڑوں کا موازنہ کھوے سے کیا ہے ممکن ہے کہ پہاڑ کی شکل کھوے کی طرح رہی ہو

دھرک پہاڑ رشید الدین کے مطابق دھرک پہاڑ میں گہرا زند (گوگھنڈ) ندی کی دھارا ملتی ہے پھر یہ ندی بکھان شہر سے گزرتی ہے[1]۔

اماک پہاڑ یہ ترکی ملک کی سرحد پر واقع ہے، سندھ ندی اسی پہاڑ سے نکلتی ہے۔ پھر یہ بلہ اور شاملوں کی پہاڑیوں سے ہو کر نکلتی ہے۔ آخر میں دو دن کے سفر کے بعد بھوت واری دیش پہونچتی ہے[2]۔

کرن پہاڑ ادریسی نے کرن نامی پہاڑ کا ذکر کیا ہے جہاں اعلیٰ قسم کی چندن کی لکڑی پیدا ہوتی ہے یہ پہاڑی کشمیر کے قریب ہے سالا ندی کرن کی پہاڑیوں سے نکلتی ہے۔

لنیا پہاڑ ادریسی نے لنیا پہاڑ کا ذکر کیا ہے سالا ندی کرن پہاڑ سے نکلنے کے بعد لنیا پہاڑ کے نیچے سے گزرتی ہے[3]۔

امری پہاڑ ادریسی نے جزیرین کے مشرق کی طرف کیلکا سار شہر اور اس کے نیچے اترے پہاڑ کا تذکرہ کیا ہے جو بہت اونچا ہے اور

---

[1] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۸-۸۹
[2] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۰-۶۱
[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۲۵-۱۲۶
[4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۲۵-۱۲۶

Marfat.com

شمال کی طرف پھیلا ہے۔ یہ سمندر کے اندر سونگے کے پہاڑوں کا جو سلسلہ بناتا ہے۔ یہاں سے سرندیپ ۴ دن کا سفر ہے۔

پیری پاتر[۱] دور جدید میں ان پہاڑوں کو صرف وندھ نام سے جانا جاتا ہے[۲]

ہیندر[۳] اس کا محل وقوع گنگا ساگر، سنگم اور گوداوری کے درمیان بتایا گیا ہے۔ حقیقت میں ہندوستان کے شمالی اور مشرقی پہاڑ ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں جو مشرق کی طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اسکے بعد وہی جنوب کی طرف گھوم پڑے ہیں لیکن حقیقت میں دونوں ایک ہی کڑی ہیں یہاں تک کہ انکا سلسلہ سمندر تک پھیلا ہوا ہے۔

عرب سیاحوں نے ہندوستان کے مختلف پہاڑوں کا جو تذکرہ کیا ہے وہ بہت اہم ہے ان میں سے زیادہ تر پہاڑی سلسلوں کی دور جدید میں پہچان کرپانا بہت مشکل ہے لیکن یہ بات پوری طرح عیاں ہے کہ ہندوستان کی سرحدوں پہ پھیلے ہوئے یہ پہاڑ مختلف انداز سے ملک کے لئے فائدے مند ہیں۔

ندیاں

کسی بھی ملک کے تہذیبی ارتقاء میں زمانہ قدیم سے ہی ندیوں کا

---

[۱] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۷

[۲] وی۔ سی۔ لا ماروئیشس آف انڈیا صفحہ ۱۷-۱۸

[۳] سچاؤ۔ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۷

Marfat.com

قابل تعریف کردار رہا ہے البیرونی کے مطابق ہندوستان کی زیادہ تر ندیاں شمال مشرقی پہاڑوں سے نکلتی ہیں یہ پہاڑ ایک لمبی قطار بناتے ہیں اور مشرق کی طرف پھیلتے ہوئے جنوب کی طرف مرکز سمندر تک پہنچ گئے ہیں[1] سمندر میں پہونچنے کے بعد پہاڑی سلسلہ کا کچھ حصہ رام کا اندھرا نامی علاقے سے مل گیا ہے۔ عرب سیاح سلیمان کے مطابق ہندوستان کی ندیاں عرب کی ندیوں کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہیں[2]۔

گنگا عرب سیاحوں نے گنگا اور اس سے نکلنے والی چھوٹی چھوٹی ندیوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ابن رستہ گنگا کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان کی مشہور ندی گنگا کشمیر کے اوپری پہاڑوں سے نکل کر جنوب کی طرف ہوتی ہوئی بحر ہند میں گرتی ہے[3]۔ رشید الدین نے گنگا ندی کے ہمالیہ پہاڑ سے نکلنے کے سلسلے میں روشنی ڈالی ہے۔ اس کے مطابق ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ گنگا بہشت بریں سے نکل کر زمین پر گرتی ہے اور پھر سات ندیوں میں منقسم ہو جاتی ہے وسطی حصہ گنگا کہلاتا ہے۔ گنگا ندی مختلف شہروں برکندارت، رساون، بلاور اور کن اور تلی گھاٹ سے ہوتی ہوئی باندھاتی پہنچتی ہے[4]۔

عہد جدید میں جغرافیہ کے ماہرین کا خیال ہے کہ بھگیرتھی، گڑھوال کے علاقہ میں گنگوتری کے قریب روپوش ہو گئی ہے۔ دیوپرایاگ میں

---

[1] سجاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۸

[2] سلیمان صفحہ ۵۹

[3] حسن، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۶۹

[4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا، حصہ اول صفحہ ۶۹-۷۰

بائیں طرف سے آکر اس میں الکنندا ندی مل جاتی ہے دیو پریاگ سے اس مشترکہ دھارا کو گنگا کہا جاتا ہے وہرہ دون سے ہردوار تک اس کا دہانہ زیادہ تر تنگ ہے جسے گنگا دوار بھی کہا جاتا ہے[1] اورسی نے گنگا کو دنیا کی سب سے بڑی ندی کہا ہے[2]

رشیدالدین نے گنگا کی سات دھاراؤں میں سے تین مشرقی دھارائیں بلبن۔ لدافی اور نلم کا ذکر کیا ہے جنوبی دھاراؤں میں مست، جیکاش اور سندھ ہے بیچ کی دھارا گنگا ہے یہ ندی جب بیت ندی سے الگ ہوتی ہے تو یہ برفیلی پہاڑیوں سے بہتی ہوئی مختلف علاقوں سے گذرتی ہے جیسے سلک، کرسب ہر۔ باربر، ہرا۔ سکرکالت۔ منکالاکر، اور سکرت وغیرہ اسکے بعد یہ جنوبی سمندر میں گرتی ہے۔ جنوب میں جیکاش، جوکہ مارکالک ولک، نخار۔ باربرکب[3] مجردبیر، اور انجات علاقوں کو اپنے پانی سے سیراب کرتی ہے، اس فصل میں مندرجہ بالا علاقوں سے انکے موجودہ ناموں سے پہچاننا بے حد مشکل کام ہے۔ گنگا جنت سے اتر کر سیرو پہاڑ کی چوٹی پر آتی ہے اور پھر چار دھاراؤں میں منقسم ہو کر بہتی ہے۔ جنوبی شاخ ستیا، مغربی شاخ چکھو یا اکسس ندی ہے عرب سیاح اور پرانوں میں گنگا ندی کی مختلف شاخوں کا ذکر ملتا ہے وہ اس طرح ہے:

ست ندی رشیدالدین کے مطابق ستیا ندی بھدرسوا سے ملتی ہے اور چکھو کی طرح رتیومالا، بھدرا کے شمال میں کرد

---

[1] ویل جرنڑ لاہا، پراچین بھارت کا ایتہاسک بھگول صفحہ ۵۳

[2] اورسی صفحہ ۵۰

[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۷

Marfat.com

میں ملی جاتی ہے[۱] ڈاکٹر جے چندر وودیالنکار کے مطابق بہ یارقند (خرفشا) ہے جسے چینی اس کے قدیم سنسکرت نام سیتا کے مطابق اب تک سیتا کہتے ہیں اس کے چشمے کے مشرق میں ہنت اور مغرب میں یامیر ہے۔

چکچھش ندی رشیدالدین نے اس ندی کو چکاشندی لکھا ہے یہ مرو، کالک، دھولک، تکھار، بربر، کاچا۔ بیلب اور بروچ وغیرہ ملکوں کو اپنے پانی سے سیراب کرتی ہے یہ موجودہ آکسس یا آمو ندی ہے۔

سندھ ندی[۲] جہان سندھ) کا تذکرہ، ابن خرداذبہ وغیرہ متعدد سیاحوں نے کیا ہے[۳] سعودی نے لکھا ہے کہ سندھ، ملتان اور منصورہ سے ہوتی ہوئی دیبل کے قریب سمندر میں گرتی ہے[۴] اسی طرح ابن رستہ نے لکھا ہے کہ دریائے سندھ، شکنان کے پہاڑوں سے نکل کر سمندر میں گرتی ہے برسات کے وقت بہت تیز رفتار کے ساتھ دجلہ و فرات کی طرح بہتی ہے[۵]۔ عام طور پر سندھ ندی کو ہندوستان کی مغربی سرحد مانا جاتا ہے۔ ایران مطلع کرتا ہے کہ سندھ ندی کئی علاقوں میں چھلیوں کی طرح پھیلی ہوئی ہے جس کے نتیجے میں سطح زمین پر ندی کا پاٹ زیادہ ہوگیا ہے

---

[۱] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۷

[۲] سچاؤ۔ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

[۳] ابن خرداذبہ صفحہ ۶۱-۶۴

[۴] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۱

[۵] مسکرنڈل، الشینیٹ انڈیا صفحہ ۲۸-۳۴

[۶] ——، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۶۸

اور اسکے کنارے ایک دوسرے سے بہت کم دور نظر آتے ہیں۔
اور سی کے مطابق سندھ کی دو شاخیں ہوگئی ہیں جو تعرب و مشرق طرف جاتی ہیں۔ اس کی بڑی شاخ منصورہ تک جاتی ہے اور دوسری شاخ شمال کی طرف شروساں چلی جاتی ہے۔ پھر یہ مغرب کی طرف مڑتی ہے اسکا دوسرا حصہ منصورہ کے نچلے حصے سے ہوتا ہوا بارہ میں آگے جاکر دوسری شاخ سے مل جاتا ہے اور آگے بڑھتا ہوا بحر عرب میں گر جاتا ہے[1] ملتان کے بعد سندھ ندی منصورہ سے بہتی ہوئی دیول کے قریب سمندر میں گرتی ہے[2] بشاری مقدسی کے مطابق سندھ ندی ملتان سے تین منزل کی دوری پر شفاف پانی والی ندی ہے[3]۔ ابن حوقل نے لکھا ہے کہ مہران ندی ایک پہاڑ سے نکلتی ہے ایسا علاقہ سمندر کے قریب ملتان کا ہے پھر یہ ندی الرج، منصورہ اور بسمد سے گزرتی ہے۔ آخر میں دیول کا مشرق میں سمندر میں گرتی ہے۔ اس ندی کا پانی مصر کی نیل ندی کی طرح میٹھا ہے۔ یہ بہاؤ اور زراعت کے کاموں میں بھی نیل ندی سے ملتی جلتی ہے[4]۔ الاصخری نے لکھا ہے کہ سندھ میں ایک بڑی ندی ہے، جس کو مہران کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ ایک پہاڑی کی اونچی چوٹی سے نکلتی ہے مہران ندی، سمندر کی سرحدال روڑ ملتان کے پاس منصورہ تک بہتی ہے۔ آگے چل کر یہ دیول کے مشرقی سمندر سے مل جاتی ہے، سندھ ندی۔ ملتان سے تین منزل پر

---

[1] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۲
[2] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۹۷
[3] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۹۷
[4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۵۱-۵۲

Marfat.com

واقع ہے[1]۔ البیرونی کے مطابق سندھ کے شہر ارور سے ایک تارو دھارا کی شکل میں بہنے کے ساتھ اسے مہران کی ندی کے نام سے مسلمان لوگ پکارتے ہیں۔ یہ سیدھی بہتی ہے اور آگے چوڑی ہو جاتی ہے[2]

سندھ ندی مشرقی ایشیا کی ندیوں میں سب سے بڑی اور سمندر کی طرح ہے[3]۔ البیرونی کے مطابق چناؤ (چندر بھاگا) ندی کے سنگم کے پہلے تک سندھ کے صرف اوپری بہاؤ کو ہی سندھ ندی کہا جاتا ہے اس علاقے کے نیچے ارور، بیچ ند اور ارور سے سمندر تک کے اس کے بہاؤ کو مہران کہا جاتا ہے۔ سندھ ندی کی بنیاد پر جس علاقہ میں یہ بہتی ہے اسے "سندھ دیش" کہا گیا ہے۔

رشید الدین کے مطابق سندھ ندی مختلف علاقوں میں لمبائی اور چوڑائی میں گھرتی ہوئی بہتی ہے گنگا کے مشرقی دھارا کے سلسلہ میں تین ندیاں ہیں اور یہ مختلف علاقوں سے گزرتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

ہادنی یہ نشب، اشکان دھیور، پرشک، نیل مکھ کیکر، اشٹ کوڑ، قراط، بلور، دوڑ، کرشکان اور ارض بہشت آخر میں ہادنی ندی مشرقی سمندر میں گر جاتی ہے[4]۔

---

[1] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۳۸ - ۳۹

[2] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۰

[3] برہان جولائی ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۰۶

[4] جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۱۹۶۶ء جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۳

[5] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۲

پاوٹی بندی کھیتہ، اندر دھن سرد، کھرسیتہ، سبز سرسبہ کو سیراب کرتی ہے یہ مرور کے باغات سے ہو کر گنش پرور دیشوں اور اندر دیپ میں سے بہتی ہوئی آخر میں کھاری سمندر میں گرتی ہے[1] ڈاکٹر سرکار پاوٹی کو اندر دیپ کے قریب سمندر میں گرتا ہوا مان کر اسکی پہچان آراوڈی ندی سے کرتے ہیں۔

نلنی گنگا کی تیسری شرقی دھارا تامر، ہنس مارگ اور شرقی صدیوں سے ہوتی ہوئی سمندر میں گرتی ہے اس کی پہچان سالوین، یا سیکانگ سے کی گئی ہے[2]

پانچ ندیاں (پنج ند)

المسعودی، البیرونی وغیرہ عرب سیاحوں نے پنج ند کا تذکرہ کیا ہے المسعودی کے مطابق پانچ ندیاں قنوج سے گذرتی ہیں۔ جو کہ آگے چل کر سندھ میں مہران ندی کہلاتی ہیں۔ پانچ ندیوں میں سے پہلی (لال) رنڈ ندی ہے جو قندھار سے آتی ہے دوسری ندی بہاتل کے نام سے پکاری جاتی ہے یہ سندھ کے پہاڑوں سے آتی ہے تیسری ندی سندھ میں مہران ندی ہے۔ حافظ کے مطابق یہ نیل ندی سے نکلتی ہے۔ چوتھی کابل سے آتی ہے اور اس کے پہاڑوں پر سے سندھ کی طرف وسیع غزنی، جزاؤں، الدوخر اور دابر کے ملک ہیں جو کہ سرستان کے ساتھ ہیں۔

---

[1] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۲

[2] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۲

Marfat.com

پانچویں آخری ندی کشمیر سے آتی ہے رشید الدین کے مطابق یہ پانچوں ندیاں سندھ کے قریب ترشت کے قلعے میں گرتی ہیں جو کہ قندھار کا شہر ہے اس کے بعد یہ ندیاں جنوب میں تلت کی ندی سے آتی ہیں جسے جھیلم کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسکا اور چندر اندی کا پانی پچاس میل دور جہراد ارمک ملتا ہے۔ یہ ملتان کی طرف جاتی ہے وہاں سے مشرق میں ملتی ہے یہ علاقہ پنج ند یا پانچ ندیوں کا سنگم ہے یہ ندیاں شمال کی طرف سے پہاڑوں سے بہتی ہیں۔ جب یہ ترمز کے قریب پہونچ ندی بناتی ہے تو سات ندیاں کہلاتی ہیں[1]۔ البیرونی نے پنج ند کے سلسلے میں پانچ ندیوں بہت (جھیلم) ویاہ، چندراہ، اڑاؤ اور ستلج کا ذکر کیا ہے پانچوں ندیاں ملتان کے نیچے ملتی ہیں اس وجہ سے یہ علاقہ پنج ند کہلاتا ہے[2]۔

بیت (جھیلم) یہ مشرقی کنارے پر بسے ہوئے ایک شہر کے نام پر جھیلم کہلاتی ہے[3] اس ندی کا مخرج ہرم کٹ پہاڑ میں ہے[4] دور جدید میں جھیلم ندی کا منبع کشمیر کی گھاٹی میں بیری ناگ میں ہے، شاید بیری ناگ کوئی ہرم کٹ کہا گیا ہوگا۔

ویاہ یہ ملتان کے مشرق میں ملتی ہے اور پیچھے سے بیت اور چندراہ میں مل جاتی ہے[5]۔ البیرونی ویاہ کو ہیرکے (بیاس)

---

[1] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۳، ۶۴

[2] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۰

[3] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۰

[4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۳

[5] لارڈ ورس آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۳

Marfat.com

مغرب میں واقع بتاتے ہیں رشید الدین نے بھی اس ندی کا ذکر کیا ہے۔

چندراہ | رندی جہلم کے تقریباً پچاس میل اوپر ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ اور ملتان کے مغرب سے گذرتی ہے۔ یہ چناب کی جناب ہے

راوی | یہ ندی کچ ندی سے ملتی ہے جو کہ ہماچل کے پہاڑوں سے نکلتی ہے۔ یہ لاہور کے شرق سے بہتی ہے۔ رشید الدین نے بھی اس ندی کا ذکر کیا ہے یہ جدید راوی ہے[1]۔ یہ جھنگ سے میں بہتی ہوئی لاہور کے آگے جنوب مغرب میں ہو کر چناب سے مل جاتی ہے

ستلدر (ستلج) | البیرونی نے پانچ ندیوں میں سے آخری ندی ستلج جلالیا ہے اور اسکے گرنے کی جگہ سوناتھ بتایا ہے۔ یہ جدید ستلج ہے، رشید الدین نے سرست ندی (ستلج ندی) کو شربت ندی کہا ہے جو کہ لاہور سے تین کوس ہے[2]۔ کچھ لوگوں نے اسے بیس یا درس کہا ہے[3] ستدر یا ستلج کا مہینہ مانس سرور کی مغربی جھیل کے مغربی پردیش میں ہے

البیرونی نے ہندوستان کے شمال اور شرق سے نکلنے والی ندیوں کا تذکرہ کیا ہے جنھیں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے

ہندھیاوے ہند کی ندی

اس کے سلسلے میں بیت یا جھلم چندر بھاگ (چناب) لاہور کے

---

[1] کتاب البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۶۵
[2] لا۔ اویرس آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۴
[3] کتاب البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹-۲۶۰
[4] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۶۱
[5] ڈاسن۔ ہسٹری انڈیا ایز ٹولڈ بائی گلب رائٹرس صفحہ ۳۱

Marfat.com

مغرب میں ارادتی، لاہور کے مشرق میں شتدرو یا ستلج دندیاں آتی ہیں۔

سرست | اس سے متعلق جان، گنگا، سریو یا سردیو کا کہو وغیرہ ندیاں ہیں۔

گومتی | گومتی سے مراد جدید گومتی ہے جو وارانسی میں گنگا سے نکلتی ہے اس کے سلسلے میں گھت پا پا وشالا، باہودس، کوشکی نشیبرا وغیرہ ندیاں آتی ہیں۔

وداسنی | اس سلسلے میں چندما، کاؤنا، پرچم مروتی اور وشا وغیرہ ندیاں شامل ہیں۔

ویردتی | یہ چھی پرا جو پریاتر پہاڑ سے نکلتی ہے اور اجین سے گذرتی ہے کرتوپا۔ شپا ہن وغیرہ ندیاں اس کے دائرہ میں آتی ہیں۔

سریو یا سکھا[1] | اس سے مراد جدید سرجوندی ہے نیا اجودھیا اسی کے ساحل پر آباد ہے۔

ہاہدا[2] | اس سے مراد جدید رام گنگا ہے۔ یہ قنوج کے قریب گنگا سے ملتی ہے۔

ورشدوتی[3] | یہ ندی سرستونی کے ساتھ مل کر بہتی ہے ہندوستان کی مشہور ندی مانی جاتی ہے

اسے تھانیشور کے جنوب مغرب سے بہنے والی راتی ندی سے تشبیہ

---

[1] * سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

[2] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

[3] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

[4] ریپسن، انشینٹ انڈیا صفحہ ۵۱

Marfat.com

وی ہے ایلفنسٹن اور ٹانڈ کے مطابق یہ گھگھر ندی ہے جو سالا اور سندھ سے ہو کر بہتی ہے۔ رینس کے مطابق اسے ہم سرسوتی کے متوازی بہنے والی، جیرنگ یا جیانگ سے مشابہت

ویت یا[۲] اس سے مراد موجودہ جھوب ندی ہے جو سلطانپور ہے اٹھارہ میل جنوب مشرق میں واقع ہے[۳]۔

نشیرا (نشیرا)[۴] اسے ماہرین نے کوشکی سے تشبیہ دی ہے ویسے اس ندی کے سلسلے میں ماہرین میں اختلاف ہے اس کے متعدد ناموں کا تذکرہ آیا ہے جیسے نرپیرا، نشیجوا اور نوارا[۵]۔

پارا[۶] اسے کننگھم نے پاروتی بتایا ہے جو بھوپال سے بہتی ہوئی چمبل میں مل جاتی ہے[۷]

گنڈک گنگا کی مشہور معاون ندی گنڈک ہے بھگوت پران میں اسکا نام چکرندی ہے[۸] گنڈکی (موجودہ گنڈک) گنگا کی اوریی معاون ندی ہے۔ گنڈک کی خاص دھارا (خاص گنڈک ندی) آرا ضلع میں سونپور

۱؎ دھل چیترلایا۔ براہمن عبارت کا انتہاسک بھگول صفحہ ۵۲

۲؎ سجاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

۳؎ بی۔سی۔لا۔ البیرونیز نالج آف انڈین جیاغرافی صفحہ ۲۱

۴؎ سجاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

۵؎ این۔ایل۔ڈے جیاغرافیکل ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ میڈیول صفحہ ۱۲۱

۶؎ سجاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

۷؎ آرکیلاجکل سروے رپورٹ آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۳۰۸

۸؎ سجاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

Marfat.com

اور مظفر پور ضلع میں غازی پور کے بیچ میں گنگا سے ملتی ہے[1]۔

کہو[2] اس سے مراد موجودہ کایل ندی۔ اس کا ذکر رگ وید میں بھی کمائے نام سے ہوا ہے

دیوکا[3] قدیم پران کی کتابوں میں اس کا ذکر آیا ہے کالکا پران میں لکھا ہے کہ گومتی سرجوندی کے وسط بہتی ہے۔

کوشکی[4] اس سے مراد موجودہ کوسی ندی ہے جو ہمالیہ میں بہتی ہے، یہ تیز رفتار کے ساتھ بہنے والی بھیانک ندی ہے یہ موجودہ کشنی بھاگلپور اور پورنیا ضلع میں ہوکر بہتی ہے اور پورنیہ ضلع میں مان سری کے جنوب مشرق میں گنگا ندی سے ملتی ہے۔

کرتوپا[5] یہ جمنا ندی کی خاص معاون ندی ہے

پرناشا[6] اس کا تذکرہ ورناشا کے نام سے بھی آیا ہے یہ موجودہ بناسی مشرقی ہندوستان کی ندی ہے[7]۔

---

[1] انڈو ایرانیکا حصہ ۷، دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۲۱

[2] ویدک چرتر یا براہمن عہد کا ابتدائی بھگول صفحہ ۵۴

[3] سیاؤ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۵

[4] سیاؤ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

[5] سیاؤ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

[6] سیاؤ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۹

[7] انڈو ایرانیکا حصہ ۷، دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۲۳

جمنا یا یمنا گنگا کی پہلی اور بڑی معاون ندی جمنا ہے ہمالیہ پہاڑی سلسلہ میں کامیت پہاڑ کے آگے سے نکلتی ہے اس کے ساحل پر ہندوستان کی متعدد زیارت گاہیں ہیں جنہیں اس ندی کو جین سونا کہتے ہیں۔ پرانوں کے مطابق یہ پانچ ندیوں میں سے ایک ہے یہ جمنا ندی ہے۔ جسے قدیم کتابوں میں کالندکنیا بھی کہا گیا ہے یہ گنگا کی معاون ندی ہے اور الہ آباد میں گنگا سے ملتی ہے۔

جمنا ندی، گنگا ندی کے نیچے فتوح میں جہاں مغربی ندی کا شہر واقع ہے ۔ ہے۔ گرتی ہے یہ ندی گنگا اور سرست کے وسط میں واقع ہے متعدد لوگوں نے اسے کیرچ کہا ہے۔ جمنا ندی فتوح کے مشرق میں واقع ہے اور یہاں اس کی دوری ندیوں کے درمیان ۲۷ پیراسانگ ہے، تھانیشور شہر ان دونوں ندیوں کے وسط میں تقریباً ۲۷ پیراسانگ ہے فتوح کے شمال میں اور مہرا سے پچاس پیراسانگ پر واقع ہے، گنگا اسکا منبع ہے جو کہ گنڈور کہلاتا ہے۔ اسکا پانی ہندوستان کے متعدد شہروں سے گذرتا ہے[1]

البیرونی کے مطابق نرمدا ندی کا دہانہ گنگا اور سرسوتی ندی کے دہانوں کے وسط میں ہے یہ مشرقی پہاڑوں سے نکل کر جنوب مغرب کی طرف بہتی ہے اور سومناتھ سے تقریباً آٹھ یوجن مشرق میں بھروچ شہر کے قریب سمندر میں گرتی ہے[2] نرمدا ندی کا سرچشمہ سبگل پہاڑ تھا جو کہ مدھیہ پردیش کے گونڈوانا میں واقع ہے اسے رفیا بھی کہتے ہیں۔ یہ سرجودہ جمنا ہے جسے

---

[1] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۷

[2] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۷

قدیم کتابوں میں کلند کنیا کہا گیا ہے یہ گنگا کی معاون ندی ہے الہ آباد میں گنگا سے ملتی ہے۔

مسالہ ندی | ادریسی کے مطابق مسالہ ندی کرن کی پہاڑیوں سے نکلتی ہے اور اسنند شہر کی دیوار کو دھوتی ہوئی جنبا کی پہاڑیوں کے نیچے سے گذرتی ہے۔

گورونڈ ندی | رشید الدین نے لکھا ہے کہ سکان ندی نمران سے بہتی ہے اور بہت سے دیشوں سے گزرتی ہے یہ کارن ادبارین۔ اشملس دیش کو سیراب کرتی ہوئی سمندر میں گرتی ہے۔

کشنبرن | رشید الدین نے اس ندی کا تذکرہ کیا ہے

اس فصل میں عرب مصنفین کے ذریعے بیان کی گئی متعدد ندیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے وسیع و عریض خطۂ ارضی کے مختلف علاقوں میں بہنے والی ان ندیوں نے عرب مصنفین کی توجہ اپنی جانب مبذول کی ہوگی شمال مغربی ہندوستان کا خاص مرکز تھا اسلئے ان علاقوں میں بہنے والی ندیوں کا خاص طور پر ذکر آیا ہے ندیوں کے ناموں کے ساتھ ساتھ ان کے مخرج اور بہنے کی جگہوں کی مکمل ٹھیک ٹھیک پہچان کبھی کبھی مشکل ہو جاتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ عرب مصنفین کا ہندوستانی جغرافیہ کے متعلق علم قابل تعریف ہے جس میں ندیوں کا خاص کردار ہے۔

جزیرے | عام طور پر زمین کے اس حصے جو چاروں طرف پانی سے گھرا ہوا ہو جزیرہ کہتے ہیں۔ عرب مصنفین نے

سلہ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۲۵ - ۱۲۶

Marfat.com

سمندر میں واقع متعدد جزائر کا تذکرہ کیا ہے سلیمان کے مطابق تیسرے سمندر کو بحر کندرنج کہتے ہیں اسکے اور دلاربی[1] سمندر کے درمیان بہت سے جزیرے ہیں جن کی تعداد ایک ہزار نو سو ہے یہاں ایک عورت کی حکمرانی ہے یہاں عنبر پیدا ہوتا ہے۔ ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے کی دوری دو تین یا چار فرسخ ہے۔ ناریل کے درخت ہیں۔ ان جزیروں کے آخر میں بحر ہند کے کنارے جزیرہ لنکا ہے اگر اس سمندر میں جہازوں کے ذریعے لنکا کی طرف آئیں تو کچھ جزیرے پڑتے ہیں۔ یہ تعداد میں تو زیادہ نہیں ہیں لیکن ان کا رقبہ کافی کشادہ ہے[2]

ابن رستہ نے لکھا ہے کہ بحر ہند میں آباد و غیر آباد جزائر ایک ہزار تین سو ستر ہیں ایک بڑا جزیرہ مشرق کی طرف اقصائے ہند میں، ہندوستان کی سرزمین کی طرح واقع ہے اس کا رقبہ تین سو فرسخ ہے۔ اس میں بڑے بڑے پہاڑوں اور وادیوں کی کثرت ہے جس میں لال اور آسمانی رنگ کے یاقوت نکلتے ہیں اس کے چاروں طرف انتیس جزیرے ہیں جس میں بہت سے شہر قصبے اور گاؤں ہیں[3]

بحر ہند اور بحر فارس کی سرحد میں ماہرین کا اختلاف ہے کہ بحر ہند کی حد مغرب کے قریب عدن کے بعد سے شروع ہو کر جاوا میں ختم ہوتی ہے بحر ہند کے مشرقی کنارے پر، ہندوستان، ٹاسکاری اور ملک حبشہ وغیرہ ہیں بہت سے ہندوستانی خاندان آباد ہیں جو علاقے سمندر سے دور ہیں

---

[1] دلاربی سے مراد مغربی سمندر سے لے کر مغربی بحر ہند کا ساحل

[2] ——— سندبستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۰-۳۱

[3] ابن رستہ صفحہ ۷۸

Marfat.com

وہاں پر موسم گرما میں بارش ہوتی ہے[1] مسعودی کے مطابق ان جزیروں کی تعداد ایک ہزار نو سو ہے[2]۔

عرب سیاح خصوصاً رشید الدین، ادریسی اور مسعودی نے قدیم ہندستان کے مختلف جزائر کا تذکرہ کیا ہے۔

جمبو جزیرہ شمال میں ہمالیہ سے لے کر جنوب میں سمندر تک وسیع و عریض ملک کو مخاطب (_____) کرنے کے لئے عوام کو ایک جامع لفظ کی ضرورت محسوس ہوتی۔ یہ لفظ جمبو دیپ تھا جو ان دنوں استعمال کیا جاتا تھا۔ بودھ کے ادب میں اس جزیرہ کو چار بڑے جزیروں میں سے ایک یا اپنے مرکز میں سمیورو (سمیر) پہاڑ سے متصل بشمول سرزمین ہندوستان چاروں مہادیپوں کے لئے بولا جاتا تھا۔

اس جزیرے کے "جمبو دیپ" نامی مشہور علاقے کے سلسلے میں وایو پران میں درج ہے کہ وہاں ملیچھ رہا کرتے تھے[3]۔

عرب سیاح البیرونی نے جمبو جزیرہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ اس میں اگے ہوئے درختوں کی وجہ سے اسے جمبو دیپ کہا جاتا تھا۔ اس درخت کی شاخیں سو یوجن تک پھیلی ہوئی ہیں[4]۔ جائلڈس کے مطابق اس جزیرہ کا رقبہ دس ہزار یوجن تھا اس میں چار ہزار نو جن تک سمندر تھا اور تین ہزار تک جنگل پھیلے ہوئے تھے باقی تین سو یوجن میں انسانی آبادی تھی۔ گنگا جمنا

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۶۸ - ۱۶۹

[2] مسعودی مروج الذہب حصہ اول صفحہ ۲۱۷ - ۲۱۸

[3] وشنو پران۔ پراچین بھارت کا ایتہاسک بھگول صفحہ ۱۴۲

[4] سیاحہ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۱

Marfat.com

اچاوتی، شمبھو اور مچھی نامی پانچ بڑی ندیاں اس علاقے کو سیراب کرتی ہوئی سمندر میں گرتی ہیں[۱]۔ بودھ ادب میں اس جزیرہ کو ایک وسیع رقبہ والا جزیرہ کہا گیا ہے اور قدیم زمانے میں ہندوستان کو جمبو جزیرہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ پالی بودھ ادب میں بھی اس کا تذکرہ آیا ہے[۲]۔ قدیم طویل نقشوں اور پیمانوں میں سات بڑے جزیروں میں سے ایک بتایا گیا ہے۔

سرندیپ رشیدالدین کے مطابق سرندیپ (سیرندیو) عدی (جنوبی) پہاڑ کے نیچے واقع ہے اسکو سمکندیپ، سنبھل دیپ کہتے ہیں۔ یہ شیر کے سونے کا علاقہ ہے۔ یہ جزیرہ بیٹھے ہوئے شیر کی شکل کی طرح ہے۔ اسکو سرندیپ کہتے ہیں[۳]۔ اسکی حقیقت کے سلسلے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ پرادیش ایک قطار میں ہے اس جزیرہ میں سونے اور قیمتی پتھر پائے جاتے ہیں۔ یہاں کے باشندے بودھ مذہب کے ماننے والے ہیں اور بت پوجتے ہیں[۴]۔

اورسی نے ہرگند سمندر کے مشہور جزیروں میں سرندیپ یعنی شری لنکا کو بتایا ہے[۵]۔ یہ ایک وسیع اور مشہور جزیرہ ہے۔ اسی میں وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت آدم (برہما) اتارے گئے تھے۔ اس کا سفر کئی دن کا ہے۔ سمندر میں سفر کرنے والے اسے جہازوں سے دیکھ لیتے ہیں اس پہاڑ کا نام

۱۔ اسپین ہارڈی۔ مینوئل بدھزم جیاغرافی آف ارلی بدھزم ۱۷ صفحہ
۲۔ بی۔ سی۔ لا۔ مہابھارت جیاغرافی آف اینشنٹ انڈیا صفحہ ۹
۳۔ بی سی لا۔ جیاغرفی آف ارلی بدھزم صفحہ ۱۶
۴۔ ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۸۸
۵۔ اورسی۔ نزہتہ المشتاق آفاق حصہ ۲ صفحہ ۲۹

Marfat.com

راہون ہے ہندوستان کے پنڈت اور برہمنوں کا قول ہے کہ اس پہاڑ پر حضرت آدم (بربما) کے قدموں کے نشانات ہیں جو سمندر میں ڈوبا ہوا ہے قدموں کے نشان کی لمبائی ستر ہاتھ ہے اور اس سے ہر وقت بجلی کی طرح روشنی نکلتی ہے۔ دوسرا نشان اس پہاڑ سے اٹھ کر سمندر میں پڑا ہے۔ اور دونوں کے درمیان دوری ہے اور سمندر سے پہاڑ کے درمیان دو دن کا راستہ ہے[1]۔

اور لسی نے لنکا کے، مرکاما، اگنا، فرس کوری، انڈوی، ماکولے ورسامری کلمانی، سجونا، سمندرا، تیبری، کابلی، برنشلی مرونا وغیرہ شہروں کا ذکر کیا ہے۔ شاید یہ نام شری لنکا کے قدیم شہروں کا عربی نام ہوگا مندوں کے مطابق لنکا راکشسوں کا گڑھ ہے

یہ زمین کے اوپر تیسرا بوجن یعنی اسی ہزار سانگ ہے اسکی لمبائی شرق سے مغرب تک سو یوجن ہے۔ اس جزیرہ کی چوڑائی اور اونچائی شمال سے جنوب تک سو یوجن ہے لنکا اور ودھ مالکھ نامی جزیرہ کی وجہ سے ہی ہندو جنوب کو بدشگون تصور کرتے ہیں۔ نکی کے کسی کام میں بھی وہ جنوب کی طرف نہیں چلتے[2]۔ ابن فرہاذبہ نے سرندیپ کی لمبائی ۲۷۰ میل (اسی فرسخ) اور چوڑائی بھی اتنی ہی بتائی ہے[3]۔

ابن خفتہ اور سلیمان نے لنکا جزیرہ کو دیبال جزیرہ کے آخر واقع بتایا ہے[4] جو بنگال سمندر (برگنڈہ) میں واقع ہے۔ یہ دیبات کے

---

[1] مسعودی، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲

[2] سنتراام، البیرونی کا بھارت، حصہ اول صفحہ ۲۶۲

[3] احمد محمد خلف سید المیرونی کا بھارت صفحہ ۲۶۴

[4] سلیمان، البیرونی کا بھارت صفحہ ۷۵

تمام جزیروں میں بڑا ہے۔ ابن رستہ اور بزرگ بن شہریار نے لنکا کا ذکر کیا ہے کہ سعد دجزیروں میں جزیرہ لنکا خاص ہے اسکا نام سلیون سہیلان ہے اس کی لمبائی تقریباً تین سو میل (سو فرسخ) اور چوڑائی تین سو فرسخ (سوا نو سو میل) ہے[1]

عرب سیاحوں کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے قدیم زمانے میں سرندیب[2] ایک وسیع اور خوشحال جزیرہ تھا، اسکے علاوہ متعدد کتابوں سے لنکا کی مذہبی عظمت کا پتہ چلتا ہے، قدیم زمانے میں یہ مذہب بودھ کی مبارک جگہ تھی۔

ثلاحت جزیرہ

ابن فقیہ ہمدانی کے مطابق ثلاحت جزیرہ "جاوا" کے قریب واقع ہے اس میں عنبر پیدا ہوتا ہے۔ اس سے اعلیٰ قسم کا عنبر کسی اور جزیرہ میں پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں پر کافور نام کا عطر بھی پیدا ہوتا ہے۔

---

[1] ابن رستہ البیرونی کا بھارت حصہ اول صفحہ ۸۴۔

[2] عربی تحریر میں لنکا کیلئے زیادہ تر سرندیب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کچھ کتابوں سعدن بھی لکھا ہے۔ اندازہ ہے کہ تیی سیلون ہوگیا ہے، لفظ سیلان سنسکرت کی بگڑی شکل معلوم ہوتا ہے۔ پالی زبان میں لنکا کو سنھل ملک لکھا گیا ہے۔ اس طرح سہیلان، سیلان کی ہی بدلی ہوئی شکل معلوم ہوتا ہے۔

[3] یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کسی سیاقی باتوں کی وجہ سے اس نے ایسا لکھ دیا ہوگا جو حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ لنکا کی مناسب وسعت صرف چھ سو کوس میل ہے۔

Marfat.com

ہرج جزیرہ ابن رستہ کے مطابق ثلاحت جزیرہ کے قریب ہی ہرج جزیرہ واقع ہے۔ ہرج نام کا ایک شخص بادشاہ سلامت کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ شاید اسی کے نام سے اس جزیرہ کا نام رکھا گیا ہے۔

توران ابن رستہ کے مطابق ایک جزیرہ کا نام توران ہے یہاں پہ کافور پیدا ہوتا ہے۔ توران اس کا نام ہے۔ اس جزیرہ میں کافور ۲۲۰ھ میں ظاہر ہوا تھا۔[1]

جزیرہ کس (دیبج) ابن خرداذبہ نے چین سے سات میل کی دوری پر کس نامی جزیرہ بتایا یہ چار میل پھیلا ہوا ہے۔ یہاں پہ گیہوں و کھجور وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔

ابن کا بان ابن فرداذبہ کے مطابق کس سے ابن کا بان اٹھارہ میل دور واقع ہے۔ یہ تین میل میں پھیلا ہوا ہے۔ یہاں کے باشندے ہر ٹیک میں جوکہ ایجائث ذات کے ہیں

مالی اور لسی کے مطابق سندان سے پانچ میل کی دوری پر مندرجہ ملی جزیرہ واقع ہے یہ بہت بڑا اور بہت خوبصورت جزیرہ ہے یہاں عمارتیں خوبصورت ہیں۔ اس میں پہاڑ کم ہیں زمین قابل زراعت ہے۔ کالی مرچ یہاں کی پیداوار ہے۔ یہ فندریہ اور بحرین میں بھی پیدا ہوتی ہے۔[2]

ابن خرداذبہ کے مطابق سندان سے مالی (مالابار) جزیرہ

---

[1] — ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۸۹

[2] — ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۲۰۳

Marfat.com

پانچ دن کا سفر ہے، یہاں گول مرچ اور بانس پایا جاتا ہے یہاں سے بلبن دو دن کا سفر ہے۔

لامری رشیدالدین کے مطابق یہ جزیرہ، سرندیپ کی مخالف سمت میں واقع ہے۔ یہ بہت زیادہ کشادہ ہے اور یہاں بادشاہ حکمرانی کرتے ہیں۔

سماترا رشیدالدین کے مطابق لامری جزیرہ کے باہر سماترا جزیرہ واقع ہے اور باہر کی طرف "واکھند بناس" ہے جہ جاوا کے زریا یہ ہے جاوا کی پہاڑیوں میں لکڑی پیدا ہوتی ہے ان جزیروں میں بہت سے شہر ہیں جیسے آرد، برلک، دال نیان، جاوا اور برکوور وغیرہ[1]

لنکورم رشیدالدین کے مطابق لامری کے مخالف سمت میں (لنکورم) نکوبار جزیرہ ہے قدیم عرب کے جغرافیہ نویس اسے لنجا وئیس کہتے تھے اس علاقے میں لال عنبر پیدا ہوتا ہے[2] سلیمان کے مطابق لنکا سے لنکوالوس دس دن کا سفر ہے، یہ جزیرہ بڑا ہے، یہاں کے باشندے گورے ہوتے ہیں عورتیں پتوں سے بدن چھپاتی ہیں۔ تاجروں کے چھوٹے بڑے جہاز یہاں آکر رکتے ہیں اور یہاں کے باشندوں کو لوہا دے کر ان سے عنبر اور ناریل خریدتے ہیں، یہاں کے باشندے صرف خاص موقوں پر لباس زیب تن کرتے ہیں۔ یہاں گرمی اور

---

[1] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۷۰

[2] ایلیٹ سرکاباکٹ لٹریچر حصہ اول صفحہ ۹۹

[3] ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۹۸

سونا کم پڑتی ہے۔

رامنی جزیرہ (رامی) | اور لیبیا کے مطابق سرنڈیب سے متصل ایک دوسرا جزیرہ نامی ہے۔ یہ ہندوستان کا ایک شہر بھی ہے۔ اس کے متعدد بادشاہ ہیں۔ یہاں کھیتی باڑی ہوتی ہے۔ اس جزیرہ کی لمبائی پانچ ہزار چھ سو میل تک اس میں ایک جانور پایا جاتا ہے جو ہاتھی سے چھوٹا اور بھینس سے کچھ بڑا ہوتا ہے۔ یہاں کی آب و ہوا اچھی ہے، پانی میٹھا ہے اس سے متعلق مختلف شہر گاؤں اور چراگاہیں ہیں۔ اس میں ایک قسم کی کالی گھاس ہوتی ہے جس کا تنا اور شاخیں لال ہوتی ہیں۔ اس کی چھال سانپ کے زہر کا تریاق ہے اس میں بھینسیں بھی ہوتی ہیں جزیرہ میں ایسے آدمی پائے جاتے ہیں جو بالکل عریاں رہتے ہیں ان کی زبان سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ لوگ عام طور پر لوگوں سے دور بھاگتے ہیں۔ جزیرہ کے کنارے ایسا قبیلہ رہتا ہے جو تیرنے میں ماہر ہے۔ یہ لوگ تیز رفتار کے ساتھ جاتے ہوئے جہاز کو پکڑ لیتے ہیں۔ اس میں سونے کی کانیں ہیں۔ اس کے علاوہ کافور، عود و عنبر، اعلیٰ قسم کی چھڑی بوٹیاں اور خوبصورت موتی پائے جاتے ہیں[1]۔ سلیمان کے مطابق رامنی کی لمبائی ۲۰۰ فرسخ ہے۔ یہ ہرگند سمندر اور شلاحت سمندر کے درمیان واقع ہے اسکے قریب کچھ پانچ (سلاٹ کے چاروں گاؤں جو اب بھی بندرگاہ ہیں) کے جزیرہ میں یاقوت

---

[1] ۔۔۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۰۳
[2] ۔۔۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۰۴
[3] ۔۔۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۳۰۲

Marfat.com

اسے رامی لکھا ہے۔ اس سے مراد نبگال کی کھاڑی ہے۔ مسعودی کے مطابق رامی جزیرہ تقریباً ایک ہزار جزیروں میں سے ایک ہے ہر جزیرہ کا ایک حکمراں ہے۔ اس میں سونے کی کانیں اور کافور کے درخت ہیں[1]۔

رامنی جزیرہ انڈمان سمندر کا آخری جزیرہ ہے جس کا رقبہ چھ ہزار مربع میل ہے[2]۔

بنیمان جزیرہ اس سے مراد "انڈمان" ہے جو مالدیپ کے جنوب مغرب میں پڑتا ہے۔ ادرنسی کے مطابق رامی جزیرہ کے جنوب میں یہ واقع ہے اس میں ایک بڑا شہر ہے یہاں کے باشندوں کی خاص غذا ناریل ہے یہ لوگ بہت زیادہ بہادر ہیں۔ یہاں پر یہ رسم قدیم قدیم زمانے سے رائج ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک کسی عورت سے شادی نہیں کر سکتا کہ وہ کسی آدمی کو قتل کر کے اس کی کھوپڑی پیش نہ کر دے کسی کو قتل کرنے کے بعد ہی شادی ہوتی ہے۔ اس جزیرہ میں نرکل وید اور بانس وغیرہ پایا جاتا ہے[3]۔

جالوس جزیرہ یہ بھی انڈمان یا اسی کے آس پاس کوئی جزیرہ رہا ہوگا۔ بنیمان جزیرہ کے قریب جالوس جزیرہ ہے

---

[1] ــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۲۷۵

[2] کچھ سیاحوں نے اسے رانسی لکھا ہے۔ شاید یہ وہی جزیرہ ہے جو سیلان کے نام سے مشہور ہے، کیونکہ اسکی اور سیلان کی خصوصیت تقریباً ایک جیسی ہیں اور سیلان، سلون کا ہی بگڑا ہوا لفظ ہے، شاید عرب سیاح جنوبی حصہ کو جہاں نقش پائے آدم ہے، سرندیپ اور شمالی حصہ کو سیلون یا رامی نام سے پکارتے ہیں۔

[3] ــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۲۵

Marfat.com

ان دونوں کے درمیان دو دن کا سفر ہے یہاں کے باشندے کالے ہوتے ہیں۔ انکے چہرے کی بناوٹ بھیانک ہوتی ہے۔ یہ لوگ غیر مہذب ہیں۔ اور کسی دوسرے ملک کے آدمی کو دیکھتے ہیں تو اس کو پکڑ کر اٹھا لاتے ہیں اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا جاتے ہیں[1]۔ یہاں کے لوگوں کی غذا ناریل، مچھلی اور گنا ہے۔ مرد و زن عریاں رہتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ لوگ اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ اس جزیرے اور لنکا کے درمیان تین دن کا سفر ہے۔ اور لنکا سے لنجالوس کا سفر دس دن کا ہے اور لنجالوس سے مالابار چھ دن کا سفر ہے[2]۔

میدجزیرہ ادریسی نے اس جزیرہ کے سلسلے میں کہا ہے کہ یہ جزیرہ دیول سے چھ میل کی دوری پر واقع ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ میدسے مراد منوارا جزیرہ ہے۔ جو موجودہ کراچی (پاکستان) سے کچھ دور پر بحر عرب میں واقع ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سندھ کی قدیم نسل میڈ (میڈ) کے علاقہ کو میدجزیرہ (میڈ جزیرہ) کہا گیا ہے

کولی جزیرہ ادریسی کے مطابق میدجزیرہ سے چھ میل کی دوری پر کولی جزیرہ واقع ہے۔ یہ کثیر آبادی والا علاقہ ہے۔ یہ سمندر سے ڈیڑھ میل کی دوری پر واقع ہے۔ یہاں کے لوگ زیادہ تر تجارت پیشہ ہیں۔ سوپارا بحر سند کی ایک خلیج ہے۔ یہاں پر شکار کی جگہیں بنی ہوتی ہیں۔

---

[1] ــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۵۱

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۵۱ ـ ۱۵۲

سارہ جزیرہ ادریسی کے مطابق سندان کے اوپری حصہ میں چھوٹا سا جزیرہ سیارہ ہے یہاں ناریل کم مقدار میں پیدا ہوتا ہے[1]

بلیک جزیرہ ادریسی کے مطابق سندان سے بلیک جزیرہ کے لئے دو دن کا سفر ہے۔ یہ جزیرہ آباد اور کشادہ ہے، یہاں پر ناریل، کیلا اور چاول کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے بلیک سے ہندوستانی جزیروں کے لئے متعدد راستے ہیں۔ اسی جزیرہ سے یہاں سمندر تک دو دن کا راستہ ہے اس جزیرہ سے سرندیپ ایک منزل تک کچھ زیادہ دور ہے[2]۔ اسکا اصلی محل وقوع نامعلوم ہے ممکن ہے کہ بلیک جزیرہ کو ہی سلیمان وغیرہ نے بلین لکھا ہو۔

چندا پور سلیمان کے مطابق چندا پور ایک سمندری جزیرہ ہے جو جمبا سے آگے ہے۔ یہاں پر میٹھے پانی کے چشمے ہیں یہاں سے ہو کر جہاز خیخی (بحر چین) کی طرف روانہ ہوتے ہیں چندا پور ملابار سے متعلق صوبہ مدراس میں مغربی گھاٹ پر واقع ہے۔ آج کل اس جگہ پر "گوا" واقع ہے چندا پور ملابار سے قریب مدراس صوبہ میں مغربی گھاٹ پر واقع ہے

سریرا جزیرہ مسعودی کے مطابق مہاراج دلبہ رائے کی مملکت میں متعدد جزیرے تھے۔ ان ہی میں سے ایک جزیرہ سریرا ہے اسکا سمندری سفر تقریباً چار روز کا ہے۔ "صاحب فاکہۃ العرب" میں اسے

---

[1] ــــ، ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۲۱۶

[2] مندرجہ بالا ــــ صفحہ ۲۱۶

[3] مندرجہ بالا ــــ حصہ اول صفحہ ۳۶

Marfat.com

سرسرا کہا گیا ہے اس جزیرہ کی لمبائی تقریباً دو ہزار اور چوڑائی ایک ہزار فرسخ ہے۔ اس سے متعلق بہت سے شہر ہیں۔ سب سے بڑا شہر سرسرا ہے یہاں یرکا فوریہ پیدا ہوتا ہے۔

جابز جزیرہ (جانج) مسعودی کے مطابق اس جزیرہ کا رقبہ سات سو فرسخ ہے۔ یہیں پر مہاراج رہتے ہیں[۱]۔ ابن رستہ نے اسے سب جزیروں سے بڑا بتایا ہے۔ یہاں پر شہنشاہ قیام کرتا ہے۔ یہ بہت خوشحال اور طاقتور جزیرہ ہے اس میں مرغے بازی کے جوئے کی وجہ آمدنی پانچ من سونا ہے جو جیتتا ہے اس کے پاس دوسرا مرغا چلا جاتا ہے[۲]۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ جابز جزیرہ بہت زیادہ مالدار سمجھا جاتا ہے اس لئے بندرگاہ سے ہونے کا جزیرہ کہتے ہیں[۳]۔ جبج (جانج) سے مراد جاوا ہے[۴]۔

ملان جزیرہ اورلسی کے مطابق سمندر کے کنارے بردہ کی مخالف سمت میں یہ جزیرہ واقع ہے۔ یہاں پر گول مرچ زیادہ مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ یہاں سے سندران دو دن کا سفر ہے۔

بلیک جزیرہ اورلسی نے وقش جزیرہ کا تذکرہ کیا ہے سندان سے بلیک دو دن کا سفر ہے۔ یہاں ناریل، کیلا اور چاول

---

[۱] ہندوستان عربوں کی نظر میں صفحہ ۲۷۴-۲۷۵

[۲] مسعودی مروج الذہب جزو حصہ اول صفحہ ۱۶۳

[۳] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۱۰

[۴] برہان جنوری ۱۹۵۹ء صفحہ ۲۹۰

[۵] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۸

Marfat.com

اس جزیرہ سے سرندیپ ایک دن کا سفر ہے۔

کھرک جزیرہ مشہور ماہر جغرافیہ نویس ابن فرداز یہ نے کھرک جزیرہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ ابولا سے پچاس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی چوڑائی برابر ہے۔ یہاں پر گیہوں کھجور اور بانس پیدا ہوتا ہے[1]۔

لفت جزیرہ کھرک جزیرہ سے اسی میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں کی زمین شاداب ہے۔ یہ لمبائی اور چوڑائی میں دو میل ہے۔

ابرون جزیرہ ابن فرداز یہ کے مطابق جزیرۂ لفت سے سات میل کے فاصلے پر ہے یہاں گیہوں اور کھجور پیدا ہوتا ہے۔ اس جزیرہ کی لمبائی و چوڑائی سوا دو میل ہے

آرمز جزیرہ ابن کاوان (آرمز) آرمن سات میل کے فاصلے پر ہے۔

نرماسرا آرمن سے نرماسرا جزیرہ کا فاصلہ ہے سات دن کا ہے۔ اسکی حد سندھ اور پرسیا کے وسط میں ہے

دیول نرماسرا اور جزیرہ دیول کے درمیان آٹھ دن کا سفر ہے دیول میں مہران ندی کا رُخ سمندر سے دو میل پر ہے۔

گول جزیرہ ابن خرداز یہ کے مطابق مید سے گول جزیرہ کا فاصلہ دو میل ہے گول سے سندان اٹھارہ میل دور ہے اس میں گنا بہت پیدا ہوتا ہے۔

---

[1] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۹
[2] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۹-۲۰

Marfat.com

لنکیالوس جزیرہ (لنجبالوس) (سلہٹ، چٹگام)

سلیمان نے لکھا ہے کہ لنکا کے اس جزیرے کا فاصلہ دس دن کا بتایا جاتا ہے۔ اس کا رقبہ بڑا ہے۔ اور یہی نے برگنڈ کے دیپ بتائے ہیں[1] ڈاکٹر قیوم خاں نے اپنے مقالے میں لکھا ہے کہ یہاں کے مرد و عورت عریاں رہتے ہیں۔ عورتیں صرف درخت کے پتوں سے اپنے جسم کا نچلا حصہ ڈھانپ لیتی ہیں۔ اس جزیرے کے آخری سرے پر ایک پہاڑ تھا۔[2]

عرب سیاحوں نے مختلف جزائر کا تذکرہ کیا ہے اس فصل میں عربوں کے بیان کردہ مختلف جزیروں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے پہاڑوں کی طرح متعدد قدیم جزائر کی موجودہ زمانے میں شناسائی بہت تلاش کرنا ایک دشوار کام ہے خیال ہے کہ شری لنکا اور جنوب مشرقی ایشیا کے متعدد جزائر کا عرب سیاحوں نے اپنی کتاب میں تذکرہ کیا ہے۔ اس میں کچھ سات قابل اعتماد نہیں ہیں جیسے شری لنکا کی لمبائی کے مقابلے میں چوڑائی کا کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ موجودہ شری لنکا کی زیادہ سے زیادہ لمبائی شمال سے جنوب ۲۷۰ میل اور چوڑائی ایک سو چالیس میل ہے ممکن ہے کچھ زمین سمندر کی گہرائی میں روپوش ہو گئی ہو۔ لیکن عرب سیاحوں کے تذکرے عجیب و غریب ہیں بہت سے جزیروں کی مذہبی، سماجی اور معاشی حالات کا تذکرہ ان مصنفین کی تحریروں میں مفقود ہے جو بہت اہم ہے

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۹۴

[2] سرور قیوم خان ص ۴ عرب ٹریولرس ایڈیٹر کا شری بھوشن جیا عراقی صفحہ ۳۰۰

تیسرا باب

عربوں کا حملہ اور گرجر پرتیہار خاندان

آٹھویں صدی عیسوی سے گیارھویں صدی عیسوی کے درمیان ہندستان کی تاریخ میں پرتیہار خاندان کے حکمرانوں نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے مہر بھوج کی گوالیار فتح میں انھیں ملک کی حفاظت کرنے والا چوکیدار کہا گیا ہے[1]۔

عربوں کے ساتھ جن پرتیہار حکمرانوں نے جنگ کیا ان میں درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

(۱) ناگ بھٹ اول (۲) ناگ بھٹ دوم (۳) بھوج اول یا مہر بھوج (۴) مہیپال اول (۵) راجیہ پال (۶) ترلوچن پال

ناگ بھٹ اول آٹھویں صدی عیسوی کی تیسری اور یا نچوتھی دہائیوں میں اجین کے پرتیہار خاندان کا پہلا حکمراں ناگ بھٹ اول تسلیم کیا جاتا ہے۔ گوالیار میں ایک حکمراں کی حیثیت سے اس کی کامیابی بالکل عیاں ہے۔ اس سلسلے میں کہا گیا ہے کہ ناگ بھٹ پوری سرزمین کی حفاظت کرنے کے لئے دیوتا کی

---

[1] پرتیہار دیودھیر: پرتیہار آسیت

[2] انیگرافیا انڈکا حصہ ۱۸ صفحہ ۹۵، برج کی گوالیار۔ شلوک ۴

Marfat.com

طرح تھا۔ اس نے طاقتور ملیچھ راج کی وسیع فوجوں کو شکست دی تھی[1]۔ یہاں پر ملیچھ راج کی فوجوں سے مراد وہ عرب حملہ آور ہیں جو آٹھویں صدی کے ابتدا سے ہی سندھ، گجرات، کاٹھیاوار، راجپوتانہ اور مالوہ پر اپنا تسلط قائم کرتے چلے جا رہے تھے

البلاذری نے لکھا ہے کہ عرب حملہ آوروں کا سرغنہ جنید تھا جس نے مختلف علاقوں کو برباد کیا تھا اور بحری مدد پر حملہ کر کے اس سے متصل علاقوں کو آگ سے جلوا دیا تھا[2]۔ اجین میں صرف دھاوا بولا تھا۔ ناگ بھٹ نے نہ صرف ان یلغاروں کو ناکام بنایا بلکہ حملہ آوروں کو پیچھے دھکیل دینے کا شرف حاصل کیا اس کا علم "گوالیار فتح" کی نظم کی ان لائنوں سے ہوتا ہے جس میں کہا گیا ہے "ملیچھ حکمرانوں کی عظیم فوجوں کو شکست دینے والا انسان کی شکل میں بھگوان لوگوں کی حفاظت کے لئے جلوہ گر ہوا[3]۔ بھلکبشراج ادنی جن آشرے کے ۷۳۸ء ۷۳۹ء کے نوساری والے اس کتبے سے موریہ اور گرجر مملکت کی فتح کا تو تذکرہ ہے لیکن اسکے ذریعے اجین یا مالوہ کی فتح کا کوئی ذکر نہیں ہے اس حوالے کا گرجر راجہ تھا نہ کہ اجین کا[4]

ناگ بھٹ کی اس کامیاب کوشش سے جنید کے بعد تمیم کے عہد حکومت میں عرب حکمرانوں کا تسلط معدد جیتے ہوئے صوبوں سے ختم ہو گیا تھا عربوں کے خلاف ناگ بھٹ کی یہ کامیابی پائدار ثابت ہوئی۔ چاہ مان سامنت بھرت بڈھ کے کتبے سے یہ بات ثابت ہے یہ تحریر ناگاولوک یعنی ناگ بھٹ

---

[1] ایکرافیا انڈا کا حصہ ۱۸ صفحہ ۹۵، سوج کی گوالیار فتح۔ شلوک ۴

[2] " " صفحہ ۱۰۳

[3] سوج کی گوالیار پرشستی اشلوک ۴

[4] وشوانند پاٹھک اتر بھارت کا راجنیتک اتہاس صفحہ ۱۲۹

Marfat.com

کے عہد حکومت میں شائع کی گئی تھی[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہاسامنتا دھیتی مرت وڈ ناگ بھٹ کی (حکمرانی) بالادستی تسلیم کرتا تھا اس لئے عربوں نے جے بھٹ سوم کی حکمرانی ختم کرکے بھڑوچ کے قریبی علاقوں پر اثر قائم کرلیا تھا۔ لیکن یہ اثر دس پندرہ سال تک ہی محدود رہا۔ حلبدی ناگ بھٹ نے انھیں اکھاڑ کر چاہمن بھرت وڈکھ اپنی طرف سے بھڑوچ کے علاقوں کا حکمراں معین کیا یہ بات بلاذری کے اس قول سے بھی ثابت ہے کہ جنید کا وارث تمیم کمزور ثابت ہوا۔ اور اسے ہندوستان کے ان علاقوں سے ہٹنا پڑا جو اسکے قبضے میں تھا۔ اس طرح عرب حملہ آوروں کو ناکام کرکے ملک کی حفاظت کرنے کا سہرا ناگ بھٹ اول کے سر ہے، اس کی وفات ۷۶۰ء کے بعد ہوئی[2]۔

ناگ بھٹ دوم

وتس راج کی وفات کے بعد، سندری دیوی سے پیدا اس کا بیٹا، ناگ بھٹ دوم ۸۰۸ء میں حکومت کا وارث ہوا۔ ڈاکٹر ترپاٹھی کے مطابق ۸۰۵ء میں ناگ بھٹ دوم گدی پر بیٹھا۔ اس نے اپنے عہد کے راشٹرکوٹ بادشاہوں کی مخالفت کی[3] اور اجین جگہ کی قنوج کو مرکز بنا کر شمالی ہندوستان میں طاقتور مملکت کی بنیاد رکھی۔

"بھوج کی گوالیار پرشستی ہیں" ناگ بھٹ دوم کے ذریعے سیدھو

---

[1] ایگرافیکا انڈیکا۔ حصہ ۱۸ صفحہ ۱۰۳

[2] بی این۔ پری ہسٹری آف وگرجر پرتیہار راج صفحہ ۳۸

[3] آر ایس ترپاٹھی، ہسٹری آف قنوج صفحہ ۲۳

ودربھ، اور کلنگ کے بادشاہوں کو شکست دینے کا تذکرہ ہے۔ اسکے گیارھویں اشلوک سے ثابت ہوتا ہے کہ ناگ بھٹ نے آنرت (شمالی کاٹھیاواڑ) مالو (وسطی ہندوستان) متس (مشرقی راجپوتانہ) کرات (ہمالیہ کی ترائی میں جنگلی ملک) تورشک (مغربی ہندوستان میں مسلمانوں کے جیتے ہوئے علاقہ) اور وتس (پریاگ کے پاس کوشامبی کا علاقہ) کے پہاڑی قلعوں پر بھی اپنی طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کرلیا[1] ناگ بھٹ دوم اتنا طاقتور بادشاہ ہوگیا تھا کہ آندھر، سندھ، ودربھ اور کلنگ کے بادشاہوں نے اس سے تعاون اور دوستی کی درخواست کی تھی، ڈاکٹر نرپاٹھی کے مطابق ان لوگوں نے یہ مدد اپنے دشمنوں، مغرب میں مسلمان جنوب میں راشٹرکوٹ اور مشرق میں پالوں کے خلاف چاہی تھی[2]

بھوج راج اول

رام بھدر کی وفات کے بعد ۸۳۶ء میں اس کا بیٹا بھوج گدی پر بیٹھا۔ اس نے اپنی بہادری سے پرتیہاری خاندان کی کھوئی ہوئی عظمت، وقار کو پھر سے قائم کیا۔ اور بہت سے خطابات حاصل کئے۔ جس وقت بھوج گدی پر بیٹھا، عرب حملہ آوروں نے دہشت پھیلا رکھی تھی۔ اس نے اپنی پوری قوت صرف کرکے مدھیہ پردیش کو حملہ آوروں سے محفوظ کیا۔ اس طرح اس نے دیش کے پرتیہاروں کا اہم کام کیا۔ مغربی راستوں سے ہندوستان میں داخل ہونے والے عرب حملہ آوروں کو ناکام کرنے کے سلسلے میں اسکی زبردست

---

[1] ایگرافیا انڈیکا حصہ ۱۸ صفحہ ۱۰۸ و جرنل آف دیہار اینڈ اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی، پٹنہ حصہ ۲۸ صفحہ ۴۰۹

[2] آر ایس۔ نرپاٹھی ہسٹری آف قنوج صفحہ ۲۴۴

جد وجہد کا تذکرہ ہندوستانی ادب میں کہیں بھی درج نہیں ہے، اس کا تذکرہ مسلم مصنفین کی کتابوں میں ملتا ہے۔ سلیمان نے بھوج کے سلسلے میں لکھا ہے کہ اسکے پاس بہت بڑی فوج ہے۔ کسی دوسرے بادشاہ کے پاس اتنی زبردست فوج نہیں ہے۔ وہ عربوں کا دشمن ہے لیکن وہ عربوں کے بادشاہ کو بہت عظیم بادشاہ تسلیم کرتا ہے۔ ہندوستانی بادشاہوں میں بڑھ کر مذہب اسلام کا کوئی دشمن نہیں ہے۔ اس کی مملکت زبان کی طرح ہے، اسکے پاس بہت مال و دولت ہے اور بہت بڑی فوج ہے جس میں بے شمار گھوڑے ہاتھی، پیدل اور اونٹ ہیں۔ عرب مصنفین نے نمبدہ علاقے کے بادشاہ کا نام بوزا پڑھا ہے۔ لیکن ہوڈی والا کا خیال ہے کہ صحیح لفظ بوجوہ یعنی بھوج پڑھا جانا چاہیے[۳] اس کے کتبوں اور سکوں میں کھدا اسکے خلاف ——— سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بارہ اوتار کی طرح سرزمین ہندوستان کو ملیچھ (عربوں) سے محفوظ رکھنا نیک کام تصور کرتا تھا۔ "گوالیار پرستی" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بڑے بڑے دشمنوں کے خاندانوں کو اپنے غضب کی آگ سے جلا دیا تھا[۴]۔ اس نے سب سے پہلے اپنی سرحدوں کی حفاظت اور حکومت کو منظم کرنے کی کوشش کی چونکہ اس کے سب سے پہلے کتبے سے ثابت[۵] ہے۔ دولت پور کتبے سے

۱؎ رام چندر رائے چودھری، ڈائنسٹک ہسٹری آف نارتھ انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰، ۱۱، ۱۵، ۱۶

۲؎ ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۴

۳؎ ہوڈی والا، اسٹڈیز ان انڈو مسلم ہسٹری صفحہ ۲۵

۴؎ ایپگرافکا انڈیکا۔ حصہ ۱۹ صفحہ ۱۵-۱۶

۵؎ انڈین انٹی کوئری حصہ ۱۹ صفحہ ۱۴۱

Marfat.com

پتہ چلتا ہے کہ گرجر نا سرزمین (جو دھ پور کا علاقہ) میں ویس راج کے ذریعے مروجہ خیرات کو محرسوج نے دوبارہ جاری کیا، ماہرین کا خیال ہے کہ اس عہد میں بندیل کھنڈ اور مارواڑ[1] کے ان صوبوں میں جن میں حکومت کمزور ہو گئی تھی پھر سے تسلط قائم کر لیا گیا تھا۔ اس لئے صاف طور پر یہ کہا گیا ہے کہ بندیل کھنڈ میں شو ورما سے پہلے کے بھی چندیل بادشاہ قنوج کے پرتہاڑوں کی بالادستی تسلیم کرتے تھے[2]۔ اس طرح کوکل اول نے بھوج اول کو امداد فراہم کر کے پرتہار مملکت کی بنیاد کو مضبوط کیا[3]۔

بھوج نے پرتہار خاندان کے دشمن راشٹرکوٹوں کو بھی شکست دی راشٹرکوٹ بادشاہ امو گھورش پرتہاروں کی مخالفت نہیں کر سکا[4]۔ پرتہاروں اور راشٹرکوٹوں کی اجین پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں لڑائی ختم نہیں ہوئی اور جنگ برابر جاری رہی[5]۔ ڈاکٹر التیکر کا خیال ہے راشٹرکوٹوں اور پرتہاروں کے درمیان جنگ سے کسی فریق کو کوئی فائدہ نہیں ہوا سعودی کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ گرجر پرتہار حکمراں اپنی شمالی سرحد پر راشٹرکوٹوں کو حملہ آور ہونے سے روکنے کے لئے طاقتور فوج کا بندوبست رکھتے تھے، اس لیے زیادہ تر سرحد پر ہی جنگ ہوتی تھی۔

---

[1] دشرتھ شرما۔ راجپوتانہ تھرو ایجز حصہ اول صفحہ ۱۴۶ - ۱۵۰
آر اے ایس ٹرپاٹھی۔ ہسٹری آف قنوج صفحہ ۲۳۸

[2] کارپس انسی کرپشن انڈیکیرم حصہ ۴ مکتبہ ۴۸۔ صفحہ ۲۱۲

[3] سراشی، کلچری زیشن اور انکا کال صفحہ ۱۸

[4] اے۔ ایس۔ التیکر۔ راشٹرکوٹا زانیڈ دیر ٹائمس صفحہ ۷۷

بھوج کے عہد حکومت میں سندھ کے گورنر ایمان ابن موسیٰ نے اپنی طاقت بڑھانا چاہا لیکن مہرھوج کی طاقت اور تدبیر کی وجہ سے ان کو کچھ میں رکنے نہیں دیا گیا۔ دور جدید کے عرب سیاح سلیمان نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ جرج (گرجر) کے بادشاہ کے پاس عظیم فوج تھی۔ اتنی اچھی بھرپور فوج کسی دوسرے ہندوستانی بادشاہ کے پاس نہیں تھی۔

مہرھوج کے عہد میں جیجاک اور کانیہ کبج آزاد سلی مملکت میں شامل تھے۔ اس سلسلے میں ابوزید لکھتا ہے کہ گرجر مملکت کا حصہ قنوج اس کے وسیع ملک میں شامل تھا[1] مندرجہ بالا تفصیلات سے مہرھوج کی کارگذاریوں کا پورے طور پر اندازہ ہو جاتا ہے۔ اندرونی دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ بیرونی حملہ آوروں سے دیش کو محفوظ رکھنے والا یہ بادشاہ عرب مصنفین کی نظروں میں بھی عظیم تھا۔

بھی پال اول بھوج دوم کو گدی سے ہٹا کر ۹۱۲ء میں بھی پال خود گدی پر بیٹھا۔ اس کی مملکت وسیع تھی۔ بڑالا کے کتبے سے اندازہ ہوتا ہے دور کاٹھیاوار، مرودیش میں مہاسامنتا دھنیتی دھڑیوراہ اس کی بالادستی تسلیم کرتا تھا۔

اسکا ہم عصر بغداد کا رہنے والا المسعودی ہندوستان سیاحت کی غرض سے آیا تھا۔ اس نے قنوج کے پرتیہار راجہ کی عظیم قوت اور ذرائع کا ذکر کیا ہے۔ چہار اطراف سے دشمنوں کی غارت گری کی وجہ سے اس نے چاروں سرحدوں پر (شمال جنوب، مشرق و مغرب) فوجیں معین کی تھیں۔ الگ الگ مصنفین کے بیانات کے مطابق اس کی فوج

---

[1] ایلیٹ اینڈ ڈاوسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰

Marfat.com

میں سات لاکھ سے نو لاکھ تک فوجی تھے۔ اسکے خاص دشمن مان کھیٹ کے راشٹرکوٹ بادشاہ سندھ و ملتان کے عرب تھے[1]۔ اسے جس قنوج کے پرتہارا بادشاہ کی وسیع قوت کا ذکر کیا ہے وہ پرتہار بادشاہ بھی پال تھا۔ اس کی حکومت شمال میں پنجاب، مغرب میں سندھ سے لے کر جنوب میں راشٹرکوٹوں کی سرحد تک وسیع تھی[2]۔

کہا جاتا ہے کہ ۱۹۱۲ء ۱۹۱۶ء میں المسعودی نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسعودی نے قنوج کے جسے بورا (پرتہار) بادشاہ کی قوت کی تعریف کی ہے وہ پرتہار بادشاہ مہی پال تھا۔ اس نے پرتہار خاندان کے قدیمی دشمنوں، راشٹر کوٹوں اور عربوں سے حفاظت کے لئے خصوصی فوج تیار کی تھی راجیشیکھر اسے رگھوکل مکتامنی اور آریورت کا مہاراجہ دھراج کہتا ہے مہی پال نے اپنی حکومت کے ابتدا میں پرتہار مملکت کی سرحدوں کو پوری طرح محفوظ کرنے کی کوشش کی اسی طرح مہی پال کا اختیار مغرب میں کاٹھیاواڑ، مشرق پنجاب، بہار اور بنگال پر قائم تھا مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مہی پال کا مقام عرب حملہ آوروں کے خلاف ایک محافظ کی حیثیت سے تھا۔ اس کی عظمت کا خود عرب مصنفین نے اپنی کتابوں میں اعتراف کیا ہے۔

راجیہ پال وجے پال کے بعد اسکا بیٹا راجیہ پال تخت نشین ہوا۔ اس وقت تک پرتہار کی مملکت کمزور ہو چکی تھی جب

---

[1] الیلیٹ اینڈ ڈاؤسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۱

[2] وشدانند پاٹھک، اتہاس کا راجنیتک اتہاس صفحہ ۱۵۹

Marfat.com

مملکت کی سیاسی و فوجی قوت نے پورے شمالی ہندوستان کو ایک کڑی میں پرو رکھا تھا اور بہت کامیابی کے ساتھ عربوں کے حملوں کو ناکام بنایا تھا اسی خاندان کا بادشاہ راجپال ترک حملہ آوروں کی آندھی کا ایک جھونکا بھی برداشت نہیں کر سکا۔ فرشتہ کہتا ہے کہ جب کرم کی گھاٹی میں بادشاہ جے پال اور محمود کی فوجوں کے درمیان جنگ ہوئی تو جے پال کی مدد کے لئے دلی۔ اجمیر، کالنجر، اور قنوج کے بادشاہوں نے فوج اور مال و دولت ارسال کیا اس طرح جے پال کی فوج ایک لاکھ ہو گئی[1] اسکے بعد ۱۰۰۸ء میں محمود نے جے پال کے بیٹے آنند پال پر پنجاب میں حملہ کیا تو دوبارہ قنوج کے بادشاہ نے بڑی تعداد میں فوج بھیجی۔ چند ماہرین کا خیال ہے کہ جے پال اور آنند پال کی مدد کرنے والا قنوج کا بادشاہ راجپال تھا[2]۔ اس سلسلے میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ محمود کے خلاف فوجی تعاون فراہم کرنے والا وجے پال یا راجپال ہی تھا فرشتہ سے قبل کسی مسلمان مورخ نے محمود کے خلاف ہندوؤں کی مشترکہ فوجی تنظیم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ البیرونی کے ہم عصر سرکاری تاریخ میں بھی ان میں سے کسی راجہ کا نام درج نہیں ہے[3]۔ فرشتہ کا قول اس لئے

---

[1] آر۔ جے۔ برگس۔ رائز آف محمڈن پاورز ان انڈیا
تاریخ فرشتہ مصادل صفحہ ۱۵-۱۸

[2] محمد نظامی لائف اینڈ ٹائمس آف محمود آف غزنہ صفحہ ۲۲۹

[3] آرایس ترپاٹھی ہسٹری آف قنوج صفحہ ۲۸۲
بی این پری ہسٹری آف دگرجر پرتہار صفحہ ۹۹-۱۰۰

[4] مارگوتے عربک سورسز، کلکتہ یونیورسٹی سنہ ۱۹۳۰ء۔ صفحہ ۱۴

Marfat.com

شبہ ہے کہ اس نے جن راجدھانیوں اور شہروں کا نام درج کیا ہے ان میں سے تو کسی مملکت کی راجدھانی تھی ہی نہیں۔ فرشتہ کے مطابق راجپال نے صرف مال و فوجی مدد ہی فراہم کی تھی لیکن جب محمود نے اس پر حملہ کیا تو راجپال نے بزدلی کا ثبوت دیا وہ گنگا پار کر کے اس کے مشرقی کنارے پر واقع "باری" نامی علاقے میں بھاگ گیا۔[1] ترکوں کیلئے قنوج پر حملہ کرنے کا یہ سنہرا موقع تھا، راجپال کی بزدلی سے ناراض ہو کر چندیل بادشاہ ودا (ودیادھر) نے اس پر چڑھائی کر دی، اس جنگ میں راجپال کو تیروں کی بوچھار سے مار ڈالا گیا۔[2]

ترلوچن پال چندیل بادشاہ راجپال کی وفات کے بعد راجا "ودیادھر" نے اس کے بیٹے ترلوچن پال کو اپنے ماتحت کی حیثیت سے متعین کیا۔ ۱۰۱۹ء۔ ۱۰۲۰ء میں محمود نے قنوج پر دھاوا بول دیا۔ ترلوچن پال اس وقت باری میں تھا۔ محمود کے ودیادھر پر حملہ کرنے کے مختلف اسباب رہے ہوں گے۔ آخر میں محمود باری پہونچا جہاں ترلوچن پال نے دن بھر اس سے جنگ کی۔ محمود کی فوج کامیاب رہی۔ چندیل بادشاہ شاید اس سے جنگ کے لئے آگے بڑھا لیکن خوف زدہ ہو کر میدان جنگ سے اپنے نوکروں کے ہمراہ راہ فرار اختیار کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہندوستانی تاریخ میں پرتیہار خاندان کا عروج ملک کے محافظ کی حیثیت سے ہوا۔ پرتیہاروں کو ایک ساتھ جس قدر

---

[1] کیمبرج اینشینٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۹۹

[2] الیٹ اینڈ ڈاؤسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۴۶۳-۴۶۴

Marfat.com

طویل مدت تک مختلف سمتوں میں، جنوب میں راشٹرکوٹوں، مشرق میں پالوں اور مغرب میں عربوں سے نیز اپنے ہی جیسے طاقتور دشمن شاہی خاندانوں سے جنگ کرنا پڑا۔ یہ نازک صورت حال نہ موریوں کی تھی، نہ گپتوں کی اور نہ ہی مغلوں کی تھی یہ تہیاروں نے ایک طویل مدت تک غیر ملکی عرب حملہ آوروں کا کامیابی کے ساتھ سامنا کیا۔ جسکی تعریف عرب مورخ، سلیمان، ابوزید، المسعودی، اور انگریزوں نے اپنے اپنے طور پر کی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں کو آٹھویں صدی عیسوی میں سندھ اور ملتان پر حکومت قائم کرنے کے بعد اس سے آگے بڑھنے کے لئے تقریباً ۳۰۰ سال تک کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوسکی

تقریباً تین صدیوں تک عرب حملہ آوروں سے ملک کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں یہ تہیار حکمرانوں نے زبردست اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس عہد کے مصنفین کے ذریعے اس خاندان کی تعریف اور انھیں بھگوان کا اوتار کہہ کر مخاطب کرنا پوری طرح مناسب و صحیح ہے ان بادشاہوں کے لئے عرب مصنفین کے خیالات بھی انکی عظمت ثابت کرتے ہیں ساتھ ہی عرب مصنفین کی حقیقت بیانی کی بھی تعریف کرنی چاہیئے کائنات کے نظام عروج و زوال سے یہ تہیار حکمراں بھی مستثنیٰ نہ رہ سکے۔ راجپال اور ترلوچن پال کے عہد میں طاقتور محمود غزنوی نے زبردست حملوں سے یہ تہیار حکومت کا اختتام کر دیا۔

باب چہارم

عربوں کی آمد اور اس کا تجزیہ

ہندوستان اور ممالک عربیہ کے درمیان بحر عرب کی لہریں ہیں ممالک عربیہ اور ہندوستان کے درمیان تعلقات کی ابتدا معاشی اعتبار سے خاص اہمیت کا حامل رہی ہے شان و شوکت سے پُر ہندوستان پر سیاسی اعتبار سے اپنا اختیار قائم کرنے کے لئے عربوں نے وقتاً فوقتاً متعدد حملے کئے۔ ہندوستان اور عرب کے تجارتی تعلقات آغاز اسلام کے صدیوں پہلے سے قائم ہیں[1]۔ ہزاروں سال پہلے عرب کے تاجر ہند کے سطح ساحل سمندر پر تجارت کی غرض سے آتے تھے۔ عرب کے تاجر تھانہ، دیول، کھمبھات، سوپارا، کول ملر اور مالابار کے بندرگاہوں پر تجارت کرتے تھے، وہ ہندوستان سے تجارتی سامان جہازوں کے ذریعے سربا، مصر ہوتے ہوئے یورپ لے جاتے تھے۔

عرب تاجر شاید ابتدا میں ہندوستان کے مغربی ساحل سے ناواقف تھے۔ اسی لئے وہ خلیج فارس عبور کر کے سندھ کے ساحل تک اور وہاں سے سوپارا، کھمبات اور کالی کٹ و مالابار کے کنارے کے بندرگاہ تک

---

[1] سلیمان ندوی، عرب و بھارت کے سمبندھ، مترجم رام چندر صفحہ ۵
[2] مشتاق کامرشیل اینڈ کلچرل ریلیشنس بٹوین انڈیا اینڈ عربیہ صفحہ ۱۱

Marfat.com

پہونچتے تھے[1]۔ ایک کامیاب فاتح اور وسیع فوج کی بنا دپر عرب اقوام ایشیا کے دوسرے ممالک فتح کر کے ہندوستان پر قبضہ کرنے کی بات سوچنے لگے اسوقت ہندوستان کی مغربی سرحد پر تین بڑی ریاستیں تھیں۔ (۱) کابل (۲) جابل (۳) سندھ۔

عرب سیاحوں نے اپنے تذکرے میں عرب کے تجارتی راستوں اور ہندوستان سے باہر جانے والی اشیاء کا تذکرہ کیا ہے۔ سلیمان ابوزید بلاذری، یعقوبی سعودی اور ادریسی کے مطابق عرب تاجر، بحر احمر، بحر ہند اور خلیج ایران کے خاص تجارتی مراکز اور بندرگاہوں کے ذریعے ہندوستان آئے تھے۔ ہندوستان سے بیرونی ممالک میں جانے والی اشیاء الوہ (ایک پھل)، عنبر ہند، تکشیر کا فور (کپور) الائچی۔ لونگ۔ جائے پھل کباب چینی دار چینی۔ جاوتری، بڑی الائچی، توتیا، کالی مرچ، بڑ، صندل، ساگون کی لکڑی۔ روئی کے ململی کپڑے، سرندیب (سرہند) سے لال موتی ہاتھی دانت، گجرات سے سیسہ، جنوب سے تخم اور سندھ سے کٹ (ایک قسم کی لکڑی) بانس اور بینت وغیرہ تجارتی اشیاء ہندوستان سے وہاں جاتی تھیں[2]۔ ملک عرب صدیوں تک مشرقی و مغربی ممالک کے درمیان ایک کڑی کی طرح رہا ہے اس کے ذریعے ہندوستانی تجارت اور نظریات کی اشاعت مصر، عراق، شام اور یورپ تک ہوتی رہی

---

[1] نیاز محمد قاسم سے ہمایوں بابر تک صفحہ ۳۶

[2] آر۔ سی۔ مجومدار، ہزدسٹیڈنگ اینڈ ہسٹری آف کلچر آف دی انڈین پیپل اورینٹل کانفرنس ۱۹۳۷ء صفحہ ۵۱

[3] سلیمان ندوی۔ عرب و بھارت کے تعلقات مترجم رام چندر صفحہ ۱۲

عرب میں آغاز اسلام اور اسکی اشاعت کے بعد سو سال کے اندر مذہب اسلام کے اثرات وسط ایشیا، مغربی ایشیا، شمالی افریقہ اور جنوبی یورپ وغیرہ کے ممالک میں ظاہر ہونے لگے۔ ہندوستان بھی ان اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا۔

خلیفہ حضرت عمر کے عہد حکومت میں عربی جہازوں کے بڑے بندرگاہ کی تلاش میں بحر ہند کے ساحلوں پر چکر لگاتے تھے۔ سنہ ۶۳۶ء میں تھانہ نامی ایک چھوٹے سے بندرگاہ پر عربوں نے حملہ کر دیا۔ اس حملے میں عربوں کو کامیابی نہیں ملی۔ اسکے بعد بھروچ (بھڑوچ) پر حاکم کے حکم کے مطابق فوجیں بھیجی گئیں۔ پھر میرہ نامی عرب نے "دیول" بندرگاہ (موجودہ کراچی) پر حملہ کیا۔ عربوں کو بڑی مار کھانا پڑا۔ عربوں کے حملے شروع میں صرف سمندری دھاوے کی حد تک تھے۔ جس کا جواب ہندوستانیوں نے بہت بہادری سے دیا۔ ان حملوں کے نتیجے میں عربوں کو ہندوستانیوں کی بہادری اور انکے راستوں کا بخوبی علم ہو گیا تھا۔

محمد بن قاسم کا حملہ

اس سے پہلے عرب حملہ آوروں کو مختلف حملوں میں ناکامی حاصل

سلہ الفنسٹن، ہسٹری آف انڈیا، صفحہ ۱۰۰؛ بلاذری، فتوح البلدان صفحہ ۴۲۵ تا ۴۲۶ نیز محمد قاسم سے ہمایوں بابر تک صفحہ ۶۰؛ تاریخ ایڈورڈ انفلوئنس آف اسلام ان انڈین کلچر صفحہ ۳۱؛ لشد ھانندیا ٹھک، انڈین بھارت کا زمانہ تک تھا صفحہ ۱۰۰؛ ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۵۱، ایچ سی رے ڈائنسٹک ہسٹری آف نارتھ انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۰؛ ایم پی سربستوا سوسائٹی اینڈ کلچر آف سندھ ویل انڈیا صفحہ ۱۰۰

Marfat.com

ہوتی تھی اس لئے وہ اپنی قوت میں اور اضافہ کر کے ہندوستان فتح کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے[1]

ابتدا میں عرب تاجر ہندوستان کی مال و دولت اور شان و شوکت سے بے حد متاثر ہوئے انھوں نے عرب جا کر ہندوستان کی خوشحالی کی تعریف کی۔ ان تاجروں میں کچھ لوگ مالابار ساحل اور کاٹھیاوار کے بندرگاہوں میں رہنے لگے تھے[2]۔ آرنلڈ نے لکھا ہے کہ مسلم عرب ساتویں صدی عیسوی میں سب سے پہلے مالابار کے کنارے ٹھہرے[3]۔

ہندوستان اپنی خوشحالی اور مال و زر کی وجہ سے "سونے کی چڑیا" کہلاتا تھا جس کا تذکرہ عرب تاجروں نے اس طرح کیا ہے حضرت عمرؓ نے ایک سوداگر سے دریافت کیا (جو حال ہی میں ہندوستان سے واپس گیا تھا) تمھیں ہندوستان کیسا لگا؟ عرب سوداگر نے جواب دیا۔ ہندوستان کی ندیاں بہتی ہیں۔ اسکے پہاڑ لعل ہیں اور اسکے درخت عطر ہیں[4]۔ چونکہ ان دنوں ملک عرب ایک ریگستان تھا تعلیم و صنعتی اعتبار سے پسماندہ تھا اس لئے عربوں نے مال و دولت اور اپنی قوت بڑھانے کے لئے ہندوستان پر حملہ کیا۔

ہندوستان کی جغرافیائی حالت نے عربوں کو حملہ کرنے کے لئے اکسایا۔ انھیں عرب تاجروں کے ذریعے ہندوستان کے سمندری رستوں کا بخوبی

---

[1] مقبول احمد، انڈو عرب ریلیشن صفحہ ۷

[2] ایم۔ پی سروا ستو، سوسائٹی اینڈ کلچر ان میڈیول انڈیا صفحہ ۴

[3] ڈاکٹر موتی چند ٹریڈ اینڈ ٹریڈ روٹس صفحہ ۱۵۲

[4] محمد اکرام آب کوثر صفحہ ۲۳

Marfat.com

علم ہو گیا تھا۔

ہندوستان پر عربوں کے حملے کا سب سے اہم سبب یہ تھا کہ عربوں کے جہاز کو دیبل کے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا[1]۔ یہ جہاز لنکا کے بادشاہ نے عراق کے لئے روانہ کیا تھا اور اس میں کچھ عرب کے تاجروں کی یتیم لڑکیاں سوار تھیں دیبل کے قریب ڈاکوؤں نے اس جہاز پر چھاپہ مارا اور لنکا میں وفات شدہ عرب تاجروں کی یتیم لڑکیوں کو پکڑ لیا۔ ان میں بنی لیا یا ربوئی نامی عورت نے حجاج کو اس سانحے کی اطلاع دی عراق کے گورنر حجاج بن یوسف نے سندھ کے راجہ داہر سے درخواست کی کہ وہ ان عورتوں کو بحفاظت اس کے پاس روانہ کر دے۔ راجہ داہر نے کہا کہ یہ کام سمندری ڈاکوؤں نے کیا ہے جو سندھ کی سرحد سے آزاد تھے۔ اس بات سے غصہ ہو کر حجاج نے عبداللہ اور بدیل میں نقاکو دیبل پر حملہ کرنے کیلئے روانہ کیا لیکن یہ لوگ ناکام رہے[2]۔ اسی دوران مکران سے کچھ مجرم اور غدار لوگوں نے سندھ میں ایک ٹولی بنائی۔

ہندوستان زمانہ قدیم سے علم، سائنس، آرٹ، ادب اور رسم و رواج وغیرہ کا مرکز رہا ہے۔ اسلام سے پہلے عرب اقوام غیر مہذب حالت میں تھے۔ انکی توجہ ہندوستان کی جانب مبذول ہونا ایک فطری امر تھا۔ ان کے دل میں ہندوستانی تہذیب سے قربت اور حصول علم

---

[1] محمد اکرم آب کوثر صفحہ ۴۴

[2] مشتاق کا مرشیل اینڈ کلچرل ریلیشنس بٹوین انڈیا اینڈ عربیہ صفحہ ۱۰۸

[3] مندرجہ بالا صفحہ ۱۰۸

Marfat.com

طلب بروان چڑھ رہی تھی۔ شاید معاشی اعتبار سے ہندوستان کی خوشحالی بھی انکے ہندوستان آمد کی کشش کا ذریعہ بنی ہوگی۔

کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ عربوں کے حملہ کرنے کا مقصد ہندوستان میں حکومت قائم کرنے کی بجائے انتقام کا جذبہ تھا اس جذبہ سے مغلوب ہوکر حجاج نے محمد بن قاسم کی قیادت میں ایک فوج سندھ کی طرف روانہ کی[1]۔ ۷۱۱ھ ۹۲ھ میں اس نے سندھ پر زبردست حملہ کردیا[2]

البیرونی لکھتا ہے کہ محمد ابن القاسم المنبرہ نے سجستان (سکستین) کے قریب سے سندھ میں داخل ہوا[3]۔ برہمنا (برہمن آباد) اور مول علاقہ (ملتان) فتح کیا جنہیں وہ المنصورہ اور المحفوظہ کہتا تھا وہ ہندوستان میں سیدھے داخل ہوا اور قنوج کی طرف روندتا ہوا چلا گیا۔ واپسی میں گندھار مملکت سے چلتا ہوا اور کشمیر ہوتا ہوا آیا کسی خنجر کوہاٹ[4] سے لے کر جنگ کرتا کبھی سندھیوں کی مدد سے اپنا مطلب حاصل کرتا جو مسلمان ہونا چاہتے تھے انھیں نرزان لوگوں کو چھوڑ دیا جو پرانے خیالات کے تھے[5]۔ قاسم کے حملہ قنوج اور وہاں کی واپسی میں حملہ کشمیر کا تذکرہ البیرونی کے علاوہ اسکے کسی ہم عصر مورخ نے نہیں کیا۔

اسکے برعکس خود اسی نے دوسری جگہ تحریر کیا ہے کہ سکستین کے علاوہ کسی اور پہلے کے حملہ آور نے کابل اور سندھ ندی کو کبھی

---

[1] انڈین سٹار مکل کو آثرلی حصہ ۲ صفحہ ۵۹۷

[2] پی کے۔ پٹی۔ سٹڈی آف عرب صفحہ ۲۱۰

[3] البلاذری ابن الہند وغیرہ مصنفین نے ابن المنبرہ کے جگہ پر القاسم ابن محمد لکھا ہے

[4] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۷

Marfat.com

یاد نہیں کیا[۱]۔ اس لئے قاسم کے حملے کی بات خود اسی کے قول سے غلط ثابت ہو جاتی ہے لیکن قاسم کے سلسلے میں درج ذیل حقائق ملتے ہیں۔

حجاج نے اپنے چچا کے سترہ سالہ بیٹے محمد بن قاسم کو تجربہ منظم فوج کے ہمراہ ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے مدعو کیا۔ چونکہ اس وقت ' رے ' (کسی علاقہ کا نام) جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ محمد بن قاسم نے شیراز کا سفر کیا اور وہاں چھ ماہ قیام کیا[۲] اسی علاقہ میں اسے ابوالاسد دل بن جہر کی قیادت میں چھ ہزار سپاہیوں کی فوج دستیاب ہوئی اس طرح قاسم کی فوج میں چھ ہزار ساندنی (اونٹنی) اور تین ہزار اونٹ تھے[۳] اسکے علاوہ بے شمار تعداد میں عربی و عراقی جنگجو جوان تھے[۴] حجاج نے بہترین منظم فوج تیار کی تھی۔ اور روزمرہ استعمال کی اشیاء مثلاً سوئی دھاگہ وغیرہ تک ساتھ کر دیا تھا اسکے علاوہ بھاری جنگی ساز و سامان "عروس" نامی جہاز کے ذریعے دیبل بھیجا گیا تھا[۵] ساتھ میں تیس ہزار دینار بطور اخراجات جنگ بھی دیئے گئے۔ حجاج نے سر کے کوروئی میں بھگو کر اور اسے خشک

---

[۱] سیاؤ، البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۲

[۲] ابوجعفر تاریخ سندھ صفحہ ۴۴

[۳] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۵۹

[۴] ابوجعفر تاریخ سندھ صفحہ ۴۵، بلاذری، فتوح البلدان صفحہ ۴۰۰
الشیری پرساد سیڈیل انڈیا صفحہ ۵۶

[۵] پی کے۔ ہٹی۔ ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۲۱۰

[۶] عروس، قدیم زمانے میں ایک بڑا اور مخصوص قسم کا جہاز ہوتا تھا جس کو ۵۰۰ افراد مل کر چلاتے تھے۔

Marfat.com

کر کے سپاہیوں کے پاس ارسال کیا کیونکہ انھیں سر کہ بہت پسند تھا جنگ کی تیاریوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انتظامات اعلیٰ پیمانے پر کیے گئے۔

محمد بن قاسم شیراز سے مکران پہونچا، اسکے بعد (ارمابیل) ارمن بیلا پر گھیرا ڈالا اور کئی ماہ قیام کیا۔

فتح دیول ۷۱۲ء

محمد بن قاسم نے ارمابیل سے ۷۱۲ء میں دیول کا قصد کیا۔ یہ شرقی سندھ کا قدیم مشہور بندرگاہ تھا۔ بلاذری نے اپنی کتاب فتوح البلدان میں جنگ کا دلچسپ حال اس انداز سے بیان کیا ہے۔

فوج کو مختلف ٹکڑیوں میں مختلف قسم کے جھنڈوں کے نیچے کھڑا کر دیا گیا تھا اور اس کے نیچے کھائیاں کھود دی گئیں خوفناک طریقہ سے جنگ شروع ہوئی اور عربوں کو انتہائی جدوجہد کے بعد بھی ناکامی ہوتی۔ اسی دوران حجاج نے خط کے ذریعے مشورہ دیا کہ منجنیقوں (توپوں) کی سمت مشرق کی طرف کر دی جائے اور دیول کے مشہور مندر پر گولہ باری کی جائے فوجوں نے بہادری کے ساتھ جنگ کیا۔ زبردست خونریزی کے بعد عربوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس جنگ میں راجہ داہر کی فوج میں سب سے زیادہ بہادری کا ثبوت "بدھا کرہ" (بدھا کرن) نے پیش کیا[۳] لیکن بودھوں اور برہمنوں کی ایسی دشمنی کی وجہ سے بودھ اقوام عربوں کی فوج میں شامل ہوگئی۔ شاید

---

[۱] تحفۃ الکرام حصہ ۳ صفحہ ۱۳

[۲] بلاذری، فتوح البلدان صفحہ ۴۲۱

[۳] سلیمان ندوی، مترجم رام چندر عرب و بھارت کے سمبندھ صفحہ ۱۴

سندھیوں کی شکست میں بودھ اقوام کی مخالفت نے اہم رول ادا کیا۔ ہندوستان کے مرکزی علاقہ پر فتح حاصل کرنا عرب حملہ آوروں کا خاص مقصد تھا انکے کچھ حملوں کو ناکام بھی بنایا گیا لیکن ۷۱۲ء میں انھیں سندھ پر پورا اختیار حاصل کر لینے میں کامیابی مل گئی۔ اب ملک کے اندروں تک داخل ہونے کے لئے عربوں نے جد و جہد کی اور جرج یعنی گجرات اور مارواڑ کے کچھ علاقوں پر اپنا قبضہ قائم کر لیا۔[1]

فتح نیرون

فتح دیبل کے بعد محمد بن قاسم نے نیرون کے قلعے کی طرف قصد کیا وہ ساتویں دن نیرون کی ترائی "تلمار" پہونچا۔ ندی دور ہونے کی وجہ سے سپاہیوں کو پانی کی تکلیف اٹھانی پڑی۔ نیرون کا بادشاہ بودھ مذہب کا ماننے والا تھا۔ یہاں کے باشندوں نے محمد بن قاسم کو خوش آمدید کہتے ہوئے خود کو اس کی سرپرستی میں دینے کا عہد کیا۔ چنانچہ اس نے بہت ہی اطمینان کے ساتھ نیرون پر قبضہ کر لیا اس علاقہ میں ایک مسجد (بہار در رہنے کی جگہ) تعمیر کروائی۔ اسکے بعد اس نے اپنی فتوحات کی خبریں حجاج کو بھیجیں اور آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی۔[2]

فتح سیستان

محمد بن قاسم نیرون سے تیس فرسخ (نوّے میل) دور پر واقع قیام

---

[1] دشرتھ شرما، لیکچرس آن راجپوت سپرمی اینڈ کلچر صفحہ ۱۱

[2] یعقوبی حصہ اول صفحہ ۲۴۷

بہرج پہونچا۔ یہاں کے باشندے بودھ مذہب کے ماننے والے تھے۔ یہ شہر شیتان کے تحت تھا جس کا بادشاہ "وجے رائے" راجہ داہر کا بھتیجا تھا۔ بودھوں نے شیتان کے راجہ سے درخواست کی کہ وہ سکون کے ساتھ عربوں سے قول و قرار کرکے، خون خرابہ نہیں چاہیئے۔ سیتان کا بادشاہ فوج کے ہمراہ قلعہ کے سامنے صف آرا ہوگیا۔ اسی درمیان بودھ اقوام قلعہ بند ہوگئی۔ عرب فوجوں نے قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر کر گولہ باری شروع کردی۔ آخرکار بجرا (وجے رائے) اپنی شکست کے خیال سے قلعہ سے فرار ہوگیا۔ اس نے ندی پار کی اور صوبہ بودھ کے کاکا نامی بادشاہ کی مملکت میں پناہ لی۔ بادشاہ سیتان کے بھاگ جانے کے بعد قلعہ پر عربوں کا قبضہ ہوگیا[1]۔ اس وقت محمد بن قاسم نے اپنی فتوحات سے حاصل ہونے والی رقم کا پانچواں حصہ اور ۵ غلام حجاج کے پاس ارسال کئے[2]۔

فتح سیسم یا سیوی

محمد بن قاسم کی فوج نے دو تین دن تک قلعہ سیسم کی گھیرابندی رکھی۔ آخر میں یہاں کا بادشاہ "وجے رائے" میدان کارزار میں آیا لیکن اس نے خود سپردگی کرکے اطاعت قبول کرلی اسی مقام پر حجاج کا خط ملا جس میں نیرون واپس جانے اور داہر سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

---

[1] - فتح نامہ صفحہ ۶۱-۶۲

[2] - اشوری پرساد سیڈیول انڈیا صفحہ ۷۵

Marfat.com

قلعۂ اشہار کی فتح

محمد بن قاسم قلعۂ اشہار کی سمت روانہ ہوا۔ یہاں ایک ہفتہ تک جنگ جاری رہی، عربوں کی فتح سامنے دیکھ کر یہاں کے باشندوں نے امن کی درخواست کی۔ قاسم نے سالانہ ٹیکس متعین کر کے وہاں ایک حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد سورتا کے حکمراں سے اطاعت قبول کرنے کے لیے کہا اس نے ہندوؤں کے ساتھ غداری کر کے عربوں کی اطاعت قبول کر لی۔ راجہ داہر کو جب راجہ موکا کی غداری کا علم ہوا تو اس نے عربوں سے جنگ کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی لیکن یہ فوج جنگ میں اپنی شکست کا اندازہ کر کے میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی[1]۔

محمد بن قاسم نے مولانا اسلامی کو راجہ داہر کے پاس کچھ شرائط کے ساتھ بھیجا۔ داہر نے اس سفیر کی بے عزتی کر کے شرطوں کو ماننے سے انکار کر دیا قاسم نے غصہ ہو کر جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ داہر بھی اپنی فوج کے ہمراہ عربوں کے حد مقابل آیا۔ عربوں کی فوج جھیم اور کورل کے قریب رکی۔ اسی مقام پر بچاس دن قیام کرنے کی وجہ سے فوج کی خوراک ختم ہو گئی۔ سپاہی نماز ہونے لگے اور بھوک کی شدت سے مغلوب ہو کر جانوروں کو کھانے لگے۔

اسی درمیان قاسم نے ندی عبور کرنے کے لئے کشتیوں کا پل بنایا۔ ادھر راجہ داہر نے شہزادے کی قیادت میں سندھی فوج روانہ کی۔ جنگ میں شہزادے کے ہاتھ سے لگام چھوٹ گئی اور وہ زمین پر

---

[1] یعقوبی۔ حصہ اول صفحہ ۴۴۶ لیڈن

Marfat.com

گر پڑا، عرب فوجوں نے حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔
محمد بن قاسم کے آنے کی اطلاع پا کر داہر کا سپہ سالار رسی ساکر خوفزدہ ہو گیا اور وہ داہر کے ساتھ فوج لے کر عربوں کی فوج سے تین میل دور صف آرا ہوا۔ راجہ داہر دس ہزار سندھی فوج کے درمیان سفید ہاتھی پر جلوہ افروز تھا عرب سیاح یعقوبی نے لکھا ہے کہ داہر کی فوج، اسلامی فوج سے ڈیڑھ میل دو کوس ماہ قیام پذیر رہی۔ بہت گھمسان کی لڑائی ہوئی، سندھی فوج نے اپنی بہادری سے عربوں کا نام کر دیا۔ لیکن اسوقت قاسم نے ایک بہت جوشیلی تقریر کے ذریعے اپنی فوج کی ہمت باندھی عربوں کی فوج نے اس مرتبہ حیرت انگیز بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سندھیوں کو ناکام کر دیا۔ اس جنگ میں عربوں نے پچکاریوں کے ذریعے روغن نفت کا استعمال کیا تھا جس سے چاروں طرف آگ لگ گئی تھی اور آخر کار سندھیوں کو شہر میں پناہ لینی پڑی۔

راؤر پر حملہ

چچ نامے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد بن قاسم نے یہاں دس دن میں سات جنگیں مختلف مقامات پر لڑیں۔ کری داہ ندی پار کر کے داہر کی فوج سے مقابلہ ہوا جس میں ہار جیت کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ یہ جنگ راوڑ کے قلعے سے کچھ فاصلے پر ہوئی۔ اس میں راجہ داہر مارا گیا۔
داہر کے بعد اس کے بیٹے جے سنگھ اور اس کی بہن نے راوڑ میں پناہ لی اور جنگ کی تیاری شروع کر دی جے سنگھ اپنے وزیر سیساکر کے ہمراہ برہمن آباد چلا گیا۔ لیکن داہر کی بہن خودداری کی

وجہ سے نہیں گئی۔

اور اس نے ۱۵۰۰ سپاہیوں کو ساتھ لے کر بڑی بہادری کے ساتھ قاسم سے مقابلہ کیا۔ لیکن اسی درمیان قلعہ کی دیوار گرنے سے رانی اپنی سہیلیوں کے ہمراہ ستی ہوگئی۔

برہمن آباد پر حملہ

محمد بن قاسم برہمن آباد کی سمت روانہ ہوا۔ یہاں پر جے سنگھ جنگ کو تیار تھا۔ عرب فوجوں نے قلعہ کو چھ ماہ تک گھیرے رکھا آخرکار جے سنگھ کشمیر فرار ہوگیا لیکن رانی لاڈی بہادری کے ساتھ جنگ کرتی رہی اور آخر میں گرفتار کر لی گئی۔ بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ رانی لاڈی اپنی والدہ اور خادماؤں کے ہمراہ ستی ہوگئی تھی۔[1]

ارور کا گھیرا

جس وقت محمد بن قاسم نے ارور کی گھیرا بندی کی، وہاں کا بادشاہ داہر کا بیٹا گوپی تھا۔ چچ نامے سے پتہ چلتا ہے کہ عوام نے قلعے کے دروازے کھول کر قاسم سے امن وسلامتی کی درخواست کی۔ یعقوبی نے لکھا ہے کہ قلعہ والوں کو یقین تھا کہ داہر زندہ ہے۔ قاسم نے نو ماہ کی گھیرا بندی کے بعد فتح حاصل کی۔

---

[1] بلاذری فتوح البلدان صفحہ ۴۲۹ (لیڈن)

Marfat.com

فتح بابیہ

یہ دریائے راوی کے جنوبی کنارے پر واقع ایک قدیم قلعہ تھا۔ قاسم نے یہاں کے باشندوں سے تحفے تحائف حاصل کرنے کے بعد اپنا مطیع بنا لیا۔

فتح اسکلندا

یہاں کا حکمراں سنگھ رائے قاسم کے حملہ کرنے پر بھاگ گیا قاسم نے اسکلندا پر قبضہ کر لیا۔

فتح سکہ

قاسم نے سکہ میں ۱۷ دن تک گھیرا ڈالے رکھا اس درمیان وہاں کا حکمراں شہر چھوڑ کر ملتان فرار ہو گیا عربوں نے اسے فتح کر لیا۔

فتح ملتان ۷۱۳ء

مختلف علاقوں کی فتحیابی کے بعد اور وہاں کے نظم و نسق کا بندوبست کر کے محمد بن قاسم نے راوی ندی کو عبور کیا۔ عربوں کی فوج جنگ کیلئے ملتان کے سامنے ساحل دریا پر صف آرا ہوئی۔ ملتان والوں کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہ بھی جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ابتدا میں ملتان والوں نے کافی جوانمردی کا ثبوت دیا لیکن بعد میں جنگ کا نقشہ بدل گیا اور ملتانی فوج قلعہ میں محصور ہوئی۔ عربوں کا سامان رسد ختم ہو گیا۔ وہ

Marfat.com

بھوک سے عاجز آکر گدھے مار کر کھانے لگے۔ یہاں کا بادشاہ رات کی تاریکی میں محل سے فرار ہوگیا۔ عربوں نے قلعہ میں داخل ہو کر کافی خونریزی کی۔ قاسم کو یہاں ایک مندر سے دو سو سینتیس من سونا اور ایک کروڑ تیس لاکھ دو سو من تانبے کی راکھ مٹکوں میں ملی۔ اس نے مورتی کو لوٹنے سے حاصل ہونے والی رقم کا پانچواں حصہ کشتی کے ذریعے دیبل کے راستے سے عراق بھیج دیا۔ ابن خرداذبہ نے مسالک و الممالک میں ملتان سے حاصل ہونے والی رقم کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ اس خزانہ کی وسعت کا دور دور شور تھا۔ اور ملتان کو فرض بیت الذہب کے نام سے پکارا جانے لگا۔ اس کا مطلب ہے سونے کی سرحد۔ اس طرح محمد بن قاسم نے ملتان پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں حاکم مقرر کر دیا۔

فتح ملتان کے بعد حجاج نے محمد بن قاسم کو عراق واپس بلا لیا۔ اور جنید کو بھیج دیا۔ قاسم کو یہاں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔ جہاں ۷۱۵ء میں خلیفہ سلیمان کے ذریعہ اسے سزائے موت دی گئی۔

۷۴۳ء میں سندھ کا گورنر جنید کو مقرر کیا گیا اس نے عرب مملکت کو وسیع کیا۔ بلاذری کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ گورنر جنید کی فوج نے مرمڈ، منڈل، وسیخ و برہمن، المالمتہ اور الکاروج

۱۔ بلاذری فتوح البلدان صفحہ ۴۴۴ (لیڈن)

۲۔ ابوجعفر تاریخ سندھ صفحہ ۱۲۲ - ۱۲۳

۳۔ مندرجہ بالا صفحہ ۱۲۲ - ۱۲۳

۴۔ آر سی مجومدار کلاسیکل ایج صفحہ ۱۷۲

جلا یا تھا اور السلیمان وجج کو فتح کیا[1]

مندرجہ بالا علاقوں کی شناخت ماہرین نے الگ الگ انداز سے کی ہے۔ مرمڈ کی پہچان، گھٹیالا کہتے ہیں مردمار (جیسلمیر) اور جودھ پور کا علاقہ) سے کی ہے[2]۔ کچھ ماہرین نے مرو منڈل (مارواڑ) سے مرمڈ کی شناخت کی ہے، اور اسے ہندوستان میں واقع بتایا ہے[3]۔ المنڈل منڈاور، منڈور کیلئے استعمال ہوا ہے۔ برنس سے مراد بھڑوچ السلیمان کو گھٹیالا کہتے ہیں[4]۔ وہیل منڈل کے معنی میں کیا ہے ڈاکٹر مجومدار الکیراج کو کیرالہ سے تشابہ قرار دیتے ہیں[5]۔

رائے چودھری مالبہ کو ملادا تسلیم کرتے ہیں۔ اس طرح ہندوستان کے قدیم کتبوں اور مسلم مورخین کی کتابوں سے یہ بات پورے طور پر عیاں ہے کہ قاسم کے بعد عربی سندھ سمائی ودسٹی علاقے میں حملے جاری تھے۔ جنید کے حملوں کے نتیجے میں راجستھان اور گجرات کا کچھ حصہ بہت کم مدت تک عربوں کے حملے سے پریشان رہا لیکن ان کی کامیابی پائدار نہیں تھی۔ بعد میں ہندو حکمرانوں نے انھیں آگے بڑھنے سے روکا جس کا تذکرہ کتبۂ نوساری، اور بھوج کی گوالیار پرشستی[6] سے ہوتا ہے۔ عربوں کے حملوں کو چالکیہ پلکیشی، پرہار بادشاہ ناگ بھدرا دل اور

---

[1] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۰۲

[2] آر۔ سی مجومدار کلاسیکل ایج صفحہ ۱۷۲

[3] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۲۶

[4] آر سی مجومدار کلاسیکل ایج صفحہ ۱۷۳

[5] اسٹرینجر فنا انڈ کا حصہ ۱۵ صفحہ ۱۰۲ - ۱۰۴

Marfat.com

گرجر بادشاہ جے بھٹ چہارم نے روکا تھا۔ اس سلسلے میں بلاذری نے لکھا ہے کہ سندھ میں عربوں کو اپنی حفاظت کرنا مشکل ہو گیا۔ اس لئے انھوں نے جھیل کے کنارے الہند کی سرحد پر المحفوظا نامی ایک شہر بسایا تھا۔

۷۴۵ء میں خلیفۃ المنصور کے عہد میں عربوں نے سندھ اور ملتان پر دوبارہ اختیار قائم کرنے کی کوشش کی خلفاء کی کمزوری کی وجہ سے سرداروں پر کنٹرول پوری طرح نہیں رہ سکا۔ نویں صدی عیسوی کے آخر میں خلفاء کا سندھ پر قبضہ ختم ہو گیا اور انکا مقام صرف مذہبی معاملات تک ہی محدود رہ سکا۔ اور عربوں کے مسلسل تین سال تک حملوں کے نتیجے میں مسلمانوں کا قبضہ صرف منصورہ اور ملتان کے دو چھوٹے صوبوں تک محدود رہا۔

عربوں کا سندھ فتح کر لینا ہندوستانی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے اگرچہ اس فتح کا اثر دائمی طور پر ثبت نہیں ہو سکا۔ مشہور مؤرخ لین پول نے لکھا ہے کہ سندھ پر عربوں کا قبضہ ہندوستانی تاریخ میں ایک جھونکے کی طرح تھا وہ وسیع و عریض ہندوستان کا صرف ایک کنارہ ہی چھو سکے، عربوں کی یہ ایسی فتح تھی جس کا کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ عام طور پر سبھی ماہرین یہ تسلیم کرتے ہیں عربوں کی فتح سندھ کا کوئی خاص مستقل اثر نہیں پڑا۔ ڈاکٹر آر۔ سی مجومدار لکھتے ہیں۔

عربوں کے ذریعے ہندوستان پر حملے کے صحیح و فطری حقائق تاریخی حقائق کی شکل میں تسلیم نہیں کئے گئے۔ کیونکہ عربوں کے ذریعے سندھ کو

سلہ۔ شودھانند چھابک، اتری بھارت کا راجنیتک اتہاس صفحہ ۲۱۱

فتح کرلینا اپنے آپ میں مکمل سچائی نہیں ہے، بلکہ ایک مشکل مسئلہ کا حصہ ہے یہ عربوں کے ذریعے ہندوستان کو فتح کرنے کی ابتدا نہیں تھی یہ تو ان کی وہ کامیابی تھی جس کے لیے انھوں نے متعدد ناکام کوششیں ہندوستان میں داخل ہونے کے لیے کی تھیں۔ اس طرح عرب جیسے طاقتور ملک کو لگاتار اور صدیوں تک جدوجہد کرتے رہنے کی حقیقت کو یکسر بھلا دیا گیا ہے۔

برہمنوں کے عہد ۶۳۶ء میں مسلمانوں کے حملے شروع ہوئے اور فتح سندھ تک مسلسل جاری رہے۔ ملک کے محافظوں نے ملک کو محفوظ رکھنے کی پوری پوری کوشش کی اور دشمنوں کو پورے طور پر کامیاب نہیں ہونے دیا۔ درحقیقت عہد گپت کے بعد شدروں اور برہمنوں میں چپقلش شروع ہوئی۔ برہمنوں اور بودھوں میں رنجش ہوگئی۔ جس کا اختتام عربوں کے حملے کی شکل میں ہوا۔ بودھوں نے برہمنوں کے جور وستم سے تنگ آکر عرب فاتحین کو خوش آمدید کیا اور انھوں نے بودھوں کو حفاظت کی ضمانت دی۔

محمد بن قاسم پہلا مسلم فاتح تھا جس کی فتوحات کے نتیجے میں سندھ پر مسلمانوں کا اختیار قائم ہوگیا اور ایک نئے مذہب (اسلام) کی آمد ہوئی۔ فتح سندھ کے سلسلے میں ایس۔ ایم جعفر لکھتے ہیں۔ عرب ہندوستان کے پہلے مسلم فاتح تھے اگرچہ انھوں نے سندھ میں زیادہ عرصہ تک حکومت نہیں کی، اور نہ ہی اپنا کوئی نشان باقی رکھا پھر بھی اس علاقے کے زیادہ تر باشندوں نے (اسلام قبول کرلیا) اسلامی

سلہ آرکی مجمدار پروسیڈنگ اینڈ ٹرانزیکشن آف دی سکستھ آل انڈیا اورینٹل کانفرنس صفحہ ۵۱-۵۲

Marfat.com

یقین کو اپنا لیا[1]۔ آر سی مجومدار رقمطراز ہیں۔ ہم دنیا کے دیگر علاقوں میں عربوں کی حیرت انگیز فتوحات کو ذہن میں رکھ کر عربوں کو ہندوستان میں حاصل ہونے والی فتح پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ معمولی کامیابی ایک مختلف انداز میں سامنے آتی ہے[2]۔

محمد بن قاسم رحم دل حکمراں تھا۔ اس نے سندھ فتح کرتے وقت پورے طور پر رحمدلی کا ثبوت پیش کیا۔ اس نے برہمن آباد کے باشندوں کو اسلامی حکومت میں اسی طرح رہنے کی آزادی دی جس طرح عراق اور شام کے یہودی، عیسائی و پارسی رہتے ہیں۔ عرب فاتح نے دیوتا کے بودھ مذہب کے مندر کو بھی ویسے ہی مانتے رہنے دیا۔ سرون کے مندر کو بھی کوئی نقصان نہیں پہونچایا۔ جس کے نتیجے میں یہ مندر عربوں کی حکومت کے تین سو برسوں کے بعد تک باقی رہا[3]۔ محمد بن قاسم نے برہمنوں کے ساتھ بھی ہمدردی کا سلوک کیا۔ اور برہمنوں کو معاشرہ میں بلند مقام حاصل کرنے کی درخواست کو منظور کر لیا[4]۔ عربوں کے ہمدردانہ سلوک کے نتیجے میں ہندوؤں کے دل میں مسلمانوں کے لئے نرم گوشہ پیدا ہو گیا اور ہندوؤں نے اپنے ملک میں مسجدوں کو باقی رہنے دیا اور مسلمان نماز پڑھتے تھے[5]۔

عربوں کے حملے کے بعد ہندو مسلمان دونوں ایک دوسرے سے متاثر

---

[1] ایس ایم جعفر۔ میڈیول انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱

[2] آر سی مجومدار۔ کلاسیکل ایج صفحہ ۱۷۵

[3] استخری کے مطابق۔ معجم البلدان یاقوت حصہ ۸ صفحہ ۴۸۲ (لیڈن)

[4] الیلیٹ ہسٹری صفحہ ۱۸۲ - ۱۸۴

[5] بلاذری فتوح البلدان صفحہ ۴۴۶

Marfat.com

ہوئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو بہت قریب سے سمجھنے کی کوشش کی دونوں نے رسم و رواج، زبان اور چیزوں کے ہنر کا آپس میں تبادلہ کیا۔ مسلمان، ہندوستانی باشندوں کے تیوہار، لنبت، شیوراتری، دیوالی، جنم اشٹمی اور ہولی وغیرہ میں تعاون کرنے لگے۔ اسی طرح ہندو بھی مسلمانوں کے تیوہاروں میں خوش ہوتے اور مقدس مقامات کی زیارت کرنے جاتے دونوں مذاہب کے ماہرین آپس میں علمی و ادبی نشستوں میں شرکت کرنے لگے۔ سعودی نے کھمبایت کے بادشاہ کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ وہ مذہبی جلسوں میں دلچسپی رکھتا تھا اور شہر میں آئے مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ مذہبی جلسے منعقد کرواتا تھا[1]۔ اس طرح ہندو اور مسلم تہذیب کا سنگم ہوا

عربوں کی آمد کے اثرات صرف سماجی حد تک محدود نہ رہ سکے بلکہ مذہب کے معاملہ میں بھی پورے طور پر اثرات ثبت ہوئے۔ علم کے میدان میں عربوں نے ہندوستان سے فن اصول، جیوتش، اور ریاضی کی متعدد باتیں سیکھیں۔ البیرونی کے مطابق عربوں کے ذریعے ہندسوں کی علامت ہندو علامتوں سے ایک بہترین شکل میں نکلی تھی۔ امیر خسرو کے تذکرے سے پتہ چلتا ہے کہ ابوشیر نامی ماہر اصول و منطق جیوتشی نے بنارس میں دس سال تک تعلیم حاصل کی تھی۔ ابوشیر بغداد کا باشندہ تھا۔

عربوں کے ساڑھے تین سالہ مختصر ترین عہد حکومت میں انھیں بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوگئی تھی۔ اس کا اندازہ محمد بن قاسم کی موت پر

---

[1] الیٹ اینڈ داؤسن، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۴۳

Marfat.com

سندھیوں کے اظہار غم سے ہوتا ہے۔ قاسم کے چلے جانے کے بعد اسکی عزت اور اور اس سے محبت ظاہر کرنے کے لیے گیرج کے باشندوں نے اس کا ایک مجسمہ نصب کروایا تھا۔

عربوں کے حملے نے ہندوستانی سیاست پر بھی اثر ڈالا۔ الور کے گرجر پرتیہار خاندان کا عروج اس اعتبار سے بہت اہم ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں نے اگرچہ مصر کے مقابلے میں بہت کم اثر ڈالا مسلمانوں نے ہندوستانی باشندوں کی ظاہری صورت پر اثرات مرتب نہیں کئے لیکن عقلی اور فطری خوبیوں کی وجہ سے اسلامی حکومت کے اثرات پورے طور پر مرتب ہو گئے۔ مسلمانوں کے اثاثت، تعمیر، زبان، مذہب وغیرہ پر بہت زیادہ پڑا[1] اس کی ابتدا عربوں کے حملوں سے ہوئی لیکن اس کی اشاعت ہندوستان کے دروازے تک ہی محدود رہی جس کا کوئی مستقل اثر نہیں پڑا۔ ہندوستان کے اندرون میں بیٹھنا یا ناممکن ان کے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ ہندوستانی بادشاہوں میں ابھی تک بہت زیادہ دم خم تھا۔ یہ بات سچ ہے کہ سندھ کے کچھ لوگوں کو قاسم نے مسلمان بنایا لیکن بعد میں انھیں دوبارہ ہندو بنا لیا گیا[2]

فتح سندھ تاریخی اعتبار سے بہت اہم ہے اس فتح کے بعد ہندوستان میں عربوں کی حکومت قائم ہو گئی اور وہ ہندوستانی عوام کے قریب آئے۔ ظاہر ہے کہ زندگی (سائنس)، علم و مذہب کے مختلف گوشوں میں، سندھ میں عربوں کے ہمراہ ایک ایسے دور کا آغاز ہوا ہے

---

[1] ڈاکٹر گستاؤلی بان (فرنچ)، تمدن ہند مترجم سید علی بلگرامی صفحہ ۲۰۸-۲۰۹

[2] الیلیٹ اینڈ ڈاؤسن، ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۲۹

جسے ہندو مسلمان تہذیبوں کے مستقبل میں ہونے والے آپسی تبادلہ کا ابتدائی نکتہ کہنا نامناسب نہ ہوگا۔ عربوں کا سندھ پر قبضہ اور ہندوستانی باشندوں کے ساتھ ان کی قربت نے نئی قدروں کو جنم دیا دو تہذیبوں کا سنگم کشادہ افکار و آرا سے جڑ گیا۔ سماجی، مذہبی معاشی اور فنون کے میدان میں ہوئے ایسی لین دین کے نتیجے میں دونوں کو سمجھنے کا موقع ملا اس میں خیر خواہی اور وسیع القلبی جیسے فطری افکار و آرا والی جذبات کا مشاہدہ ہوا۔

سلہ وشودھانند پاٹھک اتر بھارت کا راجنیتک اتہاس صفحہ ۲۱۴

Marfat.com

باب پنجم

عربوں کی نظر میں ہندوستانی معاشرہ
وڑاورذات کا نظام

ہندوستانی سماجی حالت کا تذکرہ پیش کرنے کے سلسلے میں عرب مصنفین اور سیاحوں نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے ہندوستانی سماج کے سرپاو، مثلاً خاندان، ذات، فرقہ کی شکلیں وقسمیں، کھانا پینا، لباس، زیورات، سامان معاشرہ رسم ورواج اور مختلف قسم کے عقائد وآسرا کا تذکرہ کیا ہے، انھوں نے ہندوستانی تہذیب تمدن میں انکی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی ہے عرب مصنفین، جغرافیہ نویسوں کے خیالات اس عہد کے معاشرہ کی منظر کشی کے سلسلے میں بہت اہم ثابت ہوتے ہیں[1]۔ ہندوستانی عوام نے رسم ورواج اور سماجی قوانین کسی دوسرے ملک سے اخذ نہیں کئے ہیں بلکہ ان کا ماخذ خطہ سرزمین ہندوستان ہی ہے۔ ہندوستانی زیادہ تر رسم ورواج کے حامی رہے ہیں، اسی لئے یہ سماجی قانون قدیم زمانے سے لے کر موجودہ عہد میں سابقہ رواج کی طرح بدستور قائم ہے۔

ہندوستانی تہذیب کی انوکھی صفت قدامت کی حفاظت کرتا ہے اس لئے ہندوستانی باشندوں کے سماجی قوانین اور رہن سہن دوسرے

---

[1] اشوک کمار، انڈیا ایج ڈسکرائبڈ بائی وعرب ٹریولرس صفحہ ۹

Marfat.com

ملک سے مختلف ہیں۔ اس سلسلے میں البیرونی لکھتا ہے کہ زیادہ تر ہندو رسم و رواج ہمارے ملک اور عہد کے رواجوں سے ایک دم مختلف دکھائی دیتے ہیں۔ عام طور پر لوگ خیال کرنے لگتے ہیں کہ یہ رسم و رواج جان بوجھ کر ہمارے خلاف بنائے گئے[1]۔ البیرونی نے ایک دوسرے موقع پر لکھا ہے کہ تمام قول و فعل اور رسم و رواج میں ہندو اس حد تک مختلف ہیں کہ اپنے بچوں کو ہمارے نام سے الگ رکھتے ہیں۔ وہ ہمارے خاندان اور کاموں کو ناپاک اور نیچ کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ کئی جگہ پر لفظ ملیچھ استعمال کیا گیا ہے، عام طور پر اس قسم کی نفرت صرف ہمارے اور ہندوؤں کے ہی درمیان نہیں بلکہ خاندانوں میں بھی ایک دوسرے کے لئے پائی جاتی ہے۔ البیرونی کے قول سے یہ بات ثابت ہے کہ یہاں کے رسم و رواج کسی دوسرے ملک کی نقل نہیں تھے بلکہ یہ خالص ہندوستانی تھے۔ شاید مسلمانوں کو ملیچھ کہے جانے کا سبب ان کا جو رویہ ہندوستانی باشندوں پر حملہ کرنا تھا۔ نیز کچھ حاکموں کا ان کے ساتھ برا سلوک کرنا تھا۔ اس سے ہندوستانیوں کے دل میں ان کے تئیں نفرت اور غصہ کے جذبات پیدا ہو گئے تھے البیرونی سے قبل آنے والے عرب سیاحوں کے تذکروں میں ہندوستان کے ہندو بادشاہوں کے سلوک، ہندوستانی عرب مسافروں کے مابین دوستی اور گہرے تعلقات کا کافی تذکرہ ملتا ہے۔ ہندوستانیوں کو اپنے کچھ مسلمان حاکموں کے تئیں عزت و محبت بھی تھی۔ اس کا ثبوت ہمیں اس بات سے ملتا ہے کہ عرب فاتح محمد بن قاسم کے ہندوستان

---

[1] کاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۰

Marfat.com

سے واپس جانے کے بعد یہاں کے عوام نے اس کے لئے آنسو بہائے تھے۔

وڑ کا نظام

ہندوستان کے سماجی نظام میں وڑ کے نظام کو اہم مقام حاصل ہے۔ ہر ہندو پیدائش سے وفات تک وڑ کی تقسیم کے اعتبار سے مختلف رسومات انجام دیتا ہے انکے سیاسی، معاشی اور مذہبی تنظیم کی تشکیل وڑ کے نظام پر ہی مبنی ہے۔

وڑوں کا قدیم ترین تذکرہ رگ وید کے دسویں حصے میں پورش سوتر کے سلسلے میں کیا گیا ہے[۱] اسمیں سماج کو مرد کا نام دیتے ہوئے چہرے کے طور پر برہمن، بازو کے طور پر چھتری، ٹانگوں کے طور پر ویشیہ اور پیروں کے طور پر شودروں کے وجود سے تشبیہ دی گئی ہے

البیرونی کے مطابق ہندو اپنی ذاتوں کو وڑ یا رنگ کہتے ہیں اور نسل کے اعتبار سے ان کا نام جاتک یعنی جنم رکھتے ہیں[۲] عام طور پر ذات کا تعلق پیدائش سے ہے اور دونوں کا استعمال ایک ہی معنی میں کیا جاتا ہے۔ البیرونی کے ذریعے استعمال کئے گئے جاتک لفظ سے مراد تشکیل سے ہے۔ ابتدا میں نظام وڑ کی تقسیم لفظ صفات مذہب کی بنا پر کیا گیا تھا۔ لیکن البیرونی کے عہد وڑ کی تقسیم صرف پیدائش کی بنیاد پر ہی رہ گئی۔ البیرونی نے چاروں وڑوں

---

[۱] برہم لڈسیہ مکھ ماسید باہو را جنیہ کرتا اروتدسیہ بدو لیشیہ پدبھیام شدرو جایت (رگ وید ۱۰/۹۰/۱۲)

[۲] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۰

تقسیم ہندوؤں کی مقدس کتابوں کی بنیاد پر تسلیم کی گئی ہے اسمیں برہم کے چہرے سے برہمن، بازو سے چھتری ٹانگوں سے وشیہ اور قدموں سے شودر کی تخلیق بتائی گئی ہے[1]۔

ہرش کے عہد میں ہندوستان آنے والے مشہور چینی سیاح ہیون سانگ نے ہندوستان کے چار وڑوں کا تذکرہ کیا ہے جو ہندوستان کی مذہبی کتابوں اور البیرونی کے تقسیم وڑ کی تائید کرتا ہے[2]۔ چاروں وڑوں کے الگ الگ کام تھے بادشاہ سختی کے ساتھ ہر وڑ کو اپنے وڑ کے مطابق کام کرنے کے لئے اکساتا تھا۔ ایسا نہ کرنے پر وہ شخص بادشاہ کی سزا پاتا تھا۔

البیرونی کے ذکر سے پتہ چلتا ہے کہ مذہبی بادشاہ عوام کو مختلف وڑوں میں تقسیم کرنے میں تعاون کرتا تھا۔ وہ وڑوں کو آپس میں خلط ملط ہونے سے روکتا تھا۔ بادشاہ مختلف درجے کے لوگوں کو الگ الگ قسم کے کام سونپ دیتا تھا۔ وہ کسی فرد کو اپنا وڑ تبدیل کر لینے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ جو لوگ اپنے درجے سے مطمئن نہ ہوتے انھیں سزا دی جاتی تھی۔[3]

ہر وڑا اپنے پیشے کو ہی اپنا سکتا تھا۔ دوسرے وڑوں کے پیشے کو اپنانے کی اسے اجازت نہیں تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وڑ کی تقسیم کام اور پیشے کے اعتبار سے تھی۔ اس طرح البیرونی کے تذکرے سے اس عہد کے وڑ انتظام کی سختی کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ کاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۰ ۲۔ واٹرس حصہ اول صفحہ ۱۶۸ و
۳۔ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۰

Marfat.com

ذات کا نظام

سماجی نظام کی خاص بنیاد ذات اور پیشے ہیں۔ عام طور پر بول چال کی زبان میں ذات اور وڑ (پیشے) کو ایک ہی سمجھ لیا جاتا ہے لیکن یہ دونوں لفظ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ عرب سیاحوں نے اپنے تذکروں میں نظام وڑ، نظام اشرم، ذات اور فرقوں پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے عرب سیاح خصوصاً ابن ندیم نے ہندوؤں کے فرقوں کو بطور ذات ذکر کیا ہے لیکن یہ ذات نہ ہو کر ہندوؤں کے مختلف فرقے تھے[1]

لفظی اعتبار سے ذات ایک ایسے سماجی نظام کو ظاہر کرتا ہے جس کی بنیاد پیدائشی فرق ہے اس لئے ذات کا فیصلہ اس کی پیدائش پر مبنی ہوگا جیسے برہمن کا بیٹا برہمن ذات کا، چھتری کا بیٹا چھتری ذات کا کہلائے گا ابتدا میں وڑ کی تقسیم کام و پیشے کے اعتبار سے ہوتی تھی لیکن زمانے کی تبدیلی کے ساتھ آہستہ آہستہ اس کی شکل تبدیل ہوگئی اور اس کی جگہ ذات نے لے لی۔ بعد کے زمانے میں ذات وراثتی، اور کھپے کی تقسیم میں مقید ہوگئی۔

ذات کا جنم کب اور کیسے ہوا سوال ماہرین کے لئے ایک مشکل مسئلہ ہے۔ ہندوستانی و مغربی ماہرین نے اس سلسلے میں مختلف رائیں پیش کی ہیں۔ ان میں سے کچھ اقوال اس طرح ہیں۔

نشتیتی اصولوں کو ماننے والے ذات کے وجود کی بنیاد مروے

---

[1] ابن ندیم صفحہ ۴۸۴

مانتے ہیں[1]۔

نیوکارٹ اور سینارٹ ذات کا وجود مذہبی رسوم سے مانتے ہیں قدیم ہندوستان میں بادشاہ کو دیوتا کا نشان سمجھا جاتا تھا، مذہب کے نمائندے کی حیثیت سے اس کو اعلیٰ ترین مقام دیا گیا تھا۔ مملکتی انتظام سے متعلق راج دربار کے کاموں کا انعقاد مختلف افراد کے ہاتھوں انجام پاتا تھا بعد میں وہ مختلف گروہوں میں منقسم ہوئے اور آخر میں ذات کی شکل میں منظم ہوئے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ البیرونی کے مطابق عام طور پر ہندو اپنی ذاتوں کو ورنا یا رنگ کہتے ہیں۔ کسی حد تک یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے۔ لیکن خاندانی رواج کے مطابق ذات کو جاتک یا جنم کہنا مناسب نہیں ہے۔ یہ مرد کے سلسلے میں ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ کس ذات میں پیدا ہوا ہے یا کس ذات کا ہے البیرونی کے ذریعے جاتک اور جنم لفظ استعمال کرنے کا یہ سبب ممکن ہے کہ اس عہد میں ورن کی بنیاد اور پیشہ صفت نہ ہو کر جنم رہ گیا تھا نظام ورن میں ورن کے پیشے اور کام کا اہم مقام تھا۔ اور یہی کاموں کی تقسیم نظام ورن کی خاص بنیاد تھی۔

تیسری / چوتھی عیسوی قبل مسیح کے گریک سیاح میگستھنیز نے اپنی کتاب میں ہندوستان کی سات ذاتوں کا تذکرہ کیا ہے جو درج ذیل ہیں

(۱) فلسفی فرقہ جو کام کے اعتبار سے سب سے بلند مرتبہ تھے

(۲) کسان فرقہ جو زیادہ تر گاؤں میں رہتے تھے اور شہر نہیں آتے تھے۔

---

[1] رگ وید ۱۰/۹۰/۱۲ (یجروید ۳۱/۱۱)

Marfat.com

(۳) تجارت پیشہ جو زیادہ تر فنکار اور اسلحہ بنانے والے تھے
(۴) شکاری فرقہ جو سفر میں زندگی گذارتے ہوئے شہر و گاؤں میں
ٹھہرے ہوئے رہتے تھے۔
(۵) فوجی جو سپاہی تھے
(۶) نگراں وافسر
(۷) قانون داں جو ملک کے جج، وزیر، خزانچی اور اعلیٰ عہدوں
پر فائز ہوئے تھے

عرب سیاحوں نے بھی منگ حقیر کی طرح پیشے اور ذات میں فرق سمجھنے میں بھول کی ہے عربوں کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدا میں فرق کام کے اعتبار سے تھا اور ایسا سماج کے کاموں کو بہتر طور پر انجام دینے کے لئے کیا گیا تھا لیکن بعد میں اس کا اثر ذات کے نظام کے طور پر سامنے آیا۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ اپنی ذات کے برعکس پیشہ اپنانا جرم اور گناہ ہے جیسے ایک برہمن تجارت کرے اور ایک شودر کھیتی باڑی کو اپنا لے وہ لوگ جولاہے کو ناپاک لیکن نائی اور حجام کو پاک سمجھتے ہیں۔

ذات کے نتائج کے سلسلے میں مختلف مصنفین نے الگ الگ نظریات پیش کئے ہیں۔

کاروباری اصول کو ماننے والے ذات کے نتائج کی اصل وجہ (بنیاد) تجارت کو مانتے ہیں ان کے مطابق اعلیٰ وادنیٰ ذاتوں کی نشوونما اور ترقی کاروبار کے اعلیٰ (اچھا) یا ادنیٰ (خراب) ہونے کے خیال سے ہوئی۔

Marfat.com

ترقی پسند اصولوں کے مطابق ذات کے نتائج و پیداوار معاشی تنظیموں سے وابستہ سمجھی جاتی ہے۔ ابتدا میں فرقے کی تنظیمیاں نہیں اور تنظیموں سے ذاتیں وجود میں آئیں اس طرح ذات کو ترقی ملی۔

تہذیب و ثقافت کے اصولوں کے مطابق ذات کے نتائج کا سبب تہذیبی یکسانیت کا ردعمل ہے۔ ہندوستان کے الگ الگ فرقوں کے تہذیبی ارتقا سے یکسانیت پیدا ہوئی ہے اور انکی باہمی کش مکش کے نتیجے میں ذات کا وجود منظر عام پر آیا۔

ذات کے ارتقار کے دو پہلو ہندوستان میں رائج ہیں

(۱) تجارتی

(۲) ازدواجی

ابن خرداذبہ اور الادرسی کے مطابق ذات کا رواج برقرار پائے ازدواجی پہلو کا ہاتھ ہے عام طور پر شادی اپنی ذات میں ہی ہوتی ہے لیکن برہمن لڑکیوں سے شادی کر سکتے تھے اور چھتری ویشیوں کی لڑکیوں سے شادی کر سکتے تھے اسی طرح ویشیہ چھتری کی لڑکیوں سے شادی کر سکتے تھے[1] ابن خرداذبہ کے قول سے ملتے جلتے ثبوت ہندوستانی کتابوں میں بھی دستیاب ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس عہد میں انولوم شادی رائج تھی ادریسی کے قول سے (~~[illegible]~~) مروجہ شادی کا پتہ چلتا ہے جو اس عہد کے رسم و رواج کے خلاف تھا۔ برہمن صرف مذہبی یا اعلیٰ نسل کی حالت میں ویشیہ یا چھتری لڑکی سے شادی کر سکتا ہے[2]۔

---

[1] سی۔ پی۔ ویدیہ سٹڈیز ہندو انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۷۹

[2] مذکورہ بالا صفحہ ۱۸۰

Marfat.com

گیارھویں صدی میں سماج میں برہمنوں سے شادی اپنے سے ادنیٰ درجے میں ہوتی تھی لیکن زیادہ تر اپنے طبقے میں ہی شادی ہوتی تھی[1]۔ ادرسی نے لکھا ہے کہ ملہرا کے دیش میں کسی کو بھی (جو شادی شدہ نہ ہو) اپنی رکھیل رکھنے کا اختیار تھا۔ اسی طرح کوئی بھی شخص اپنی لڑکی، بہن، بھتیجی یا (سوسی) بھوجی وغیرہ کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کر سکتا تھا۔ ممکن ہے کہ اس علاقے کے کچھ غیر مہذب قبیلہ میں ایسا رواج رہا ہو لیکن ہندوستانی سماج میں ایسے رواج کو کبھی قبول نہیں کیا گیا ادرسی کا یہ تذکرہ لائق شک و شبہ معلوم ہوتا ہے۔

تجارتی نقطہ نظر سے برہمن اور چھتری کو اپنے سے کم فرقہ کا کاروبار کرنے کی پوری آزادی تھی۔ البیرونی نے متعدد ایسے برہمنوں کا تذکرہ کیا ہے جو ان دنوں فوج میں بھرتی تھے۔ اور سماج میں ان کو اعلیٰ مقام حاصل تھا[2]۔ اس لئے برہمنوں اور چھتریوں کو ایک دوسرے کا پیشہ اپنانے کی پوری آزادی تھی۔ برہمنوں کو شہری ملازمت میں اونچے عہدوں پر فائز کیا جاتا تھا لیکن زیادہ تر فوجیوں کی شکل میں ان کا تذکرہ ملتا ہے۔ چندیل۔ کلچری و چالکیوں کے کتبوں سے بھی برہمن فوجی عہدیداروں کے بارے میں پتہ چلتا ہے[3]۔

سلیمان کا قول ہے کہ ان سبھی مملکتوں سے توازن تھا لیکن ایک ہی خاندان تک محدود تھا۔ اسی میں پوری طاقت منقسم تھی اپنی تاریخی مثالوں سے

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۶

[2] مندرجہ بالا صفحہ ۱۶۲-۱۶۳

[3] بی پی۔ مجومدار، سوشیو اکنامک ہسٹری آف ناردرن انڈیا صفحہ ۸۵ سنہ ۱۹۴۶ء

پیشہ چلتا ہے کہ اپنا کاروبار بدلنے کا اثر ذریہ نہیں پڑتا ہے برہمن پنیہ متر شنگ نے چاہے اپنا کر شنگ خاندان کی بنیاد ڈالی لیکن اس کی اولاد بدھ مذہب کی پیرو ہو گئی۔ کھارویلا جو کہ جین مذہب کا پیرو تھا، ساتواہن، واکاٹک وغیرہ شاہی گھرانے برہمن شاہی گھرانے تھے جن کے بانی برہمن تھے۔ ان شاہی گھرانوں کو وشنج برہمن ہی مانے گئے چھتری نہیں۔ مختلف چھتری منتروں کا مطالعہ کرتے تھے لیکن وہ کوئی منتر پڑھ نہیں سکتے تھے۔

عرب سیاحوں کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ذات کا نظام اور انکے خانگی بٹوارے کی نوعیت کیا تھی ورن کا نظام ابتدا میں سلسلہ وار چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا لیکن آہستہ آہستہ مختلف کاموں کو انجام دینے کے لئے مخصوص طبقے بن گئے جس سے اس طبقے کے افراد کو دوسروں سے ممتاز کیا جا سکے[1]۔

ذات کے وجود کے بعد ہندوستانی سماج کی خاص طور پر چار ذاتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں قدیم زمانے میں چار خاص ذاتیں، برہمن، چھتری، ویشیہ اور شودر تھیں، ان چار طبقوں میں سے برہمن اور چھتری حکومت کو قاعدے سے چلانے میں خاص طور پر حصہ لیتے تھے[2]۔ عرب مصنفین کے تذکروں کی بنیاد پر خاص ذاتوں کی تفصیلات اس طرح پیش کی جا سکتی ہیں۔

---

[1] گورمنٹ کاسٹ انیڈ آکوپیشن صفحہ ۴۰

[2] البیرونی چاپمرس، جنرل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۹۱ء صفحہ ۴۴۲

Marfat.com

(۱) براہم (برہمن)

مذہبی معاملات میں برہمنوں کو متعدد مخصوص سہولتیں فراہم تھیں[1] ابن خرداذبہ اور الادریسی نے برہمنوں کو اعلیٰ طبقے میں نہ رکھ کر دوسرے طبقے میں رکھا ہے۔ لیکن دوسرے عرب مصنفوں نے برہمنوں کو اعلیٰ طبقہ میں شمار کیا ہے۔ ابن خرداذبہ اور الادریسی کے مطابق برہمنوں (برہمن) نشیلی چیزیں استعمال نہیں کرتے[2]۔

مسعودی[3] اور ادریسی[4] نے برہمنوں کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ ہندوستان کے پجاری چیتے اور جانوروں کی کھالیں زیب تن کرتے ہیں۔ کبھی کبھی بطور سزا جیل میں گھنٹے کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہیں لوگوں کا مجمع ہو جاتا ہے یہ لوگ خدا کی یاد دلا کر قدیم زمانے میں تباہ و برباد ہونی قوموں کے عہد سے واقف کراتے ہیں۔ برہمن شراب اور نشیلی اشیاء سے مکمل طور پر پرہیز کرتے ہیں۔ اور عبادت و ریاضت کو اپنا مذہب سمجھتے ہیں۔ سعودی لکھتا ہے کہ برہمنوں کو ادلادیں برہمتا کے نام سے مشہور ہیں۔ ہندو انھیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس طبقے کے مردوں اور عورتوں کے گلے میں پیلے رنگ کا دھاگہ پڑا ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ دوسرے ہندو طبقوں سے اعلیٰ و افضل سمجھے جاتے ہیں[5]۔ ابوزید لکھتا ہے

---

[1] جے۔ گنڈی۔ امپیریل گزیٹیر آف انڈیا حصہ دوم صفحہ ۲۰۹ [2] ابن خرداذبہ کتاب المسالک والممالک صفحہ ۱۰ لیڈن ۱۸۸۹ء [3] مسعودی حصہ ۱ صفحہ ۱۵۴

[4] الیلیٹ اینڈ داوسن ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۶۔ ۱۰۷

[5] مسعودی، حصہ اول صفحہ ۱۵۴ پیلے رنگ کا دھاگہ یگوپویت ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ دھاگے کا دکھائی پڑتا رہتا ہو یہ انھیں رنگ دکھا کر سماج میں عزت کی علامت بن گیا ہو۔

Marfat.com

کہ ہندوستان کے عقلمند لوگ برہمن کہلاتے ہیں ان میں شاعر بھی ہیں جو بادشاہ کے دربار میں رہتے ہیں۔ ان میں جیوتشی، فلسفی اور قیافہ شناس بھی ہیں۔ برہمنوں کو سچائی، مذہب، اخلاق اور کردار جیسے اعمال کو انجام دینے والا بتایا گیا ہے اس لئے عام طور پر اس عہد میں مذہبی سماجی اور سیاسی انتظام میں برہمنوں کو سب سے اعلیٰ تسلیم کیا جاتا تھا۔[1]

ہیون سانگ نے ہندوستان کے لئے "برہمنوں کا ملک" استعمال کیا ہے[2]۔ البیرونی لکھتا ہے کہ ان لوگوں (بادشاہوں اور دولت مند) کے گھروں میں ہمیشہ ایک برہمن رہتا تھا۔ وہ وہاں مذہبی اور نیکی کے کام کرواتا تھا۔ وہ پروہت کہلاتا ہے[3]۔ بڑے لوگوں کے یہاں مذہب و نیکی کے کام کرانے کے صلہ میں پروہت کو خیرات (دان) اور تحفہ ملتا ہے جس سے وہ اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں[4]۔ برہمنوں کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور مقید تھی۔ ان کے مقابل دیگر تین طبقے (چھوتے) تھے[5]۔ عہد سوتر میں برہمن سے کوئی ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا۔ دیگر طبقوں سے سرکاری ٹیکس کی شکل میں پیسہ لئے جانے کا قانون تھا لیکن برہمنوں سے نہیں کیونکہ وہ وید پڑھتا تھا اور

---

[1] رابرٹ چارلس جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۹۶ء صفحہ ۳۹۴

[2] واٹرس حصہ اول صفحہ ۱۴۰

[3] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۳۲

[4] سندر جہ بالا صفحہ ۱۳۱-۱۳۲

[5] ایلفنسٹن ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۴

اور مصائب کو دور کرتا تھا[1] البیرونی سے ایک صدی قبل دسویں صدی کے ابتدا میں آنے والے عرب سیاح المسعودی نے بھی برہمنوں کو ہندوستان کا سب سے قابل اور عقلمند طبقہ بتایا ہے[2]۔ مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ لائق و عقلمند برہمنوں کو ہندوستانی سماج میں عظیم ترین مقام حاصل تھا۔

چھتری

اور لیسی[3] اور ابن خرداذبہ نے چھتریوں کو اہم اور شریف طبقہ میں شمار کیا ہے تمام طبقے کے لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔ یہ طبقہ ہی تاج اور تخت نشینی کا حقدار تھا[4]۔ البیرونی نے چھتریوں کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ یہ سماج کا دوسرا طبقہ ہے جو برہما کے کندھوں اور ہاتھوں سے پیدا ہوا؛ اس کا مقام سماج کے برہمنوں سے کم نہیں ہے[5]۔ ان کا کام ویدوں کا مطالعہ کرنا ہے، اسے پڑھانا نہیں۔ یگیہ کرنا اور ان کی حفاظت کرنا کیونکہ یہ اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے[6] البیرونی نے مزید لکھا ہے کہ چوری کے جرم میں چھتریوں کا (بغیر اندھا کئے ہوئے) عضو کاٹ دیتے ہیں۔ اس کا بیان

---

[1] ستر کنو دویا لنکا سے چین بھارت کا دھارمک سماج اور اتہاس، جیوتی صفحہ ۱۶۸
[2] اسلامک کلچر، حیدرآباد حصہ ۲۷ اپریل ۱۹۵۳ء صفحہ ۶۱
[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۵۰
[4] الیلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۶ - ۲۷
[5] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۰
[6] " " " صفحہ ۱۳۶

Marfat.com

دایاں ہاتھ اور دایاں ہاتھ بایاں پیر کاٹا جاتا ہے۔ دوسرے طبقوں کو چوری کے جرم میں سزائے موت دی جاتی ہے[1]۔ چھتری لوگ بہت ذہین ہوتے ہیں اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ کام کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں[2]۔ معاشرہ میں چھتریوں کا کام برہمنوں سے کم تھا۔ اندرونی و بیرونی دشمنوں سے لوگوں کی حفاظت کرنا، امن و عافیت قائم رکھنا اور ملک پر حکمرانی کرنا چھتریوں کا کام تھا۔

عرب مصنفین کے تذکروں سے چھتریوں کی زندگی، سماج میں ان کا مقام اور ان کے کاموں پر روشنی پڑتی ہے اسی سے ملتے جلتے ثبوت، قدیم اور درمیانی عہد کے ماہر لکشمی دھر نے لکھا ہے کہ ناگہانی کے زمانے میں چھتریوں کو کھیتی باڑی کا کام کرنے کا قانون ہے[3] راجہ بھوج کے عہد میں کسی چھتری کا بیٹا میاک کا تذکرہ آیا ہے جو زراعت کرتا تھا[4]۔

ابن خرداذبہ اور الادریسی نے چھتریوں کو سماج کا سب سے اعلیٰ طبقہ تسلیم کیا ہے وید کو پڑھنے کی اجازت برہمنوں کی طرح چھتریوں کو بھی تھی۔ یہ وید پڑھ سکتے تھے لیکن پڑھا نہیں سکتے تھے اگر یہ ایسا کرتے تو اس کا ازالہ کرنا پڑتا۔ چھتری کا خاص کام حکومت،

---

[1] کاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۶۴

[2] اشوک کمار انڈیا ڈسکرائبڈ بائی دعرب ٹریولرس صفحہ ۱۳

[3] کرتیہ کلپترو گرہستیہ صفحہ ۱۹۱

[4] البیرونی انڈیا کا حصہ اول صفحہ ۱۵۴

Marfat.com

حفاظت، اور مدد (تعاون) کا اصول تھا۔ سماجی اور مذہبی معاملات میں دونوں باہم کام کرتے تھے[1]۔ ہیون سانگ نے چھتریوں کی لگن و جانفشانی کی بے حد تعریف کی ہے۔

چھتریوں کا کام تینوں طبقوں کی حفاظت کرنا، حرارت دینا، وغیرہ وغیرہ کرنا خاص کام تھا چھتری طبقہ ملک کی حفاظت کے لئے ہمیشہ ذمہ دار مانا گیا ہے۔

ویش (ویشیہ)

ملک اور معاشرہ کی معاشی کو مضبوط و منظم کرنے کے لئے نیز معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے اس طبقے کو ذمہ داری دی گئی تھی۔ عرب سیاح اور البیرونی[2] اور ابن خرداذبہ[3] نے سماج کے تیسرے طبقے کی ویشیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اپنے فن کے زبردست ماہر و کاریگر ہوتے تھے۔ یہ تاجروں کا طبقہ ہے۔ اس طبقے کا خاص کام جانوروں کو پالنا اور کھیتی باڑی تھا۔ ویشیوں کے لئے گنیش ——— ——— لفظ کا استعمال کیا گیا ہے جو کہ برہمنوں اور چھتریوں کیلئے بھی استعمال کیا گیا تھا[4]۔ بودھ مذہب کی ادبی کتابوں میں اس کا استعمال صرف ویشیہ طبقے کے لئے کیا گیا ہے[5]۔ ہوین سانگ نے

---

[1] جے شنکر مشر پراچین بھارت کا سماج اتہاس صفحہ ۶۲

[2] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۶۰

[3] ایلیٹ، ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۶ - ۱۰۷

[4] آر۔ فی شرشل کمار گنائز یشن ان اینشینٹ انڈیا ان ودھا ٹائم صفحہ ۱۶۶

[5] بدھ کالین سماج اودھرم صفحہ ۲۲

Marfat.com

ولیشیہ کو ناجروں کی ذات تسلیم کیا ہے[1]

البیرونی کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ولیشیہ اور شودر طبقے باہم قریب آ گئے تھے۔ یہ ایک دوسرے کے گھر میں محلے میں ایک ساتھ رہتے ہوئے اسی گاؤں یا شہر میں بسے ہوئے تھے۔ اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ولیشیہ اپنے متعینہ کاموں سے انحراف کرنے لگے اور آہستہ آہستہ شودر کے قریب پہونچ گئے۔ ڈاکٹر البتیکر نے لکھا ہے کہ ولیشیہ یقینی طور پر شودر کی حالت کو پہونچ گئے تھے اور بعد کے دنوں میں ایک وقت ایسا آگیا تھا جب ان دونوں طبقوں کی حالت میں زیادہ فرق نہیں رہ گیا تھا۔ البیرونی کے عہد تک ولیشیہ کو وید پڑھنے کی اجازت بھی باقی نہیں رہی تھی اور ان کی اہمیت بھی اتنی کم ہوئی تھی کہ وہ شودر کی سطح تک پہونچ کر انکے ساتھ ہی رہنے لگے تھے[2]

البیرونی کے مطابق ولیشیہ اور شودروں کے منتر پڑھنے پر زبان کاٹ دی جاتی ہے اسی قسم کا تذکرہ ہندوستان کی مذہبی کتابوں میں بھی ملتا ہے۔

البیرونی کا یہ تذکرہ کہ ولیشیہ اور شودر ایک ہی گھر میں رہتے تھے زیادہ قابل اعتبار معلوم نہیں ہوتا۔ یہ ممکن ہے کہ ولیشیہ اور شودر

---

[1] ہسٹاریکل گلیننگس صفحہ ۱۶۷

[2] جے شنکر مشر گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۱۷ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۱

[3] اے ایس۔ التیکر راشٹر کوٹاز اینڈ دیر ٹائمز صفحہ ۳۲۲

Marfat.com

ایک ہی موضع میں ساتھ ساتھ گھر بنا تے رہتے رہے ہوں گے ایک دوسرے پر منحصر ہونے کی وجہ سے ان میں آپس میں اچھا برتاؤ رہا ہوگا برہمنوں اور چھتریوں کی عظمت و اہمیت کو دیکھ کر یہ دونوں طبقے آپس میں بہت قریب آتے معلوم ہوتے ہیں۔

شودر

ڈاکٹر آر جی بھنڈارکر کا قول ہے کہ جب آریہ پنجاب سے شمالی ہندوستان کی طرف پھیلے تو یہاں کے آبائی باشندوں کو اپنے سماج میں ملا کر شودر طبقے کا نام دیا گیا[1]۔ شودروں کا تذکرہ کرتے ہوئے البیرونی نے لکھا ہے کہ شودر برہمن کے خدمتگار کی طرح ہیں۔ جوان کے کام تجارت کی دیکھ بھال اور ان کی خدمت کرتے ہیں۔ وہ ہر کام کے لئے جو برہمن کے لئے مخصوص ہیں مثلاً خدا کی عبادت کرنا۔ وید پڑھنا، ہوم کرنا ان لوگوں کے لئے حرام ہے۔ اگر وہ ایسا کریں تو برہمن بادشاہ کے روبرو ان پر الزام لگاتا ہے اور بادشاہ اس کی جبھ (زبان) کاٹ دینے کا حکم دیتا ہے۔ شودروں کو کھیتی کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ کام ان کے لئے گناہ ہے اور چوری کے جرم سے کم نہیں[2] ہے۔ اسکے برعکس ابن خرداذبہ نے شودروں کا بنیادی کام کھیتی باڑی بتلایا

---

[1] آر جی بھنڈارکر کمپلیٹ ورکس آف آر جی بھنڈارکر اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پونہ حصہ اول ۱۹۲۸ء حصہ دوم ۱۹۲۷ء صفحہ ۵۱۲-۵۱۳

[2] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۴۶

Marfat.com

ہے۔ اسی قسم کا تذکرہ الادریسی نے بھی کیا ہے[1] خدمت گار کی حیثیت میں ہوتے ہوئے بھی یہ طبقہ موجودہ سماج میں الگ اہمیت کا حامل ہے[2]۔ درمیان کے عہد میں شدروں کے ذریعے دی جانے والی خیرات بہت اہمیت رکھتی تھی۔

ابن خرداذبہ، الادریسی اور البیرونی کے تذکروں میں کافی اختلاف کی وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ادریسی کے تذکرے کی بنیاد تجربہ، یعنی مشاہدہ کی وجہ سے کتابوں کا مطالعہ ہے۔ البیرونی کے شدروں کی قدیم کتابوں کے تذکرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ درمیانی عہد میں قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے شدروں کی کیفیت میں تبدیلی — آگئی تھی۔ اس کا سبب غیر ملکی حملے تھے۔ کیونکہ ان حملوں کے بعد ہندوستان کے سماجی ڈھانچے میں تبدیلی آئی جس کی وجہ سے ہندوستانیوں کے کام کے طریقوں میں تبدیلی آئی۔ دور جدید میں شدروں کی حالت میں بہت اہم تبدیلیاں آئیں اور ہندوستان کی حکومت اس سلسلے میں خاص توجہ دے رہی ہے۔

کھتری

عرب سیاحوں نے کھتری ذات کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن خرداذبہ اور الادریسی نے کھتری ذات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ لوگ تین پیالے سے زیادہ شراب نہیں پیتے ہیں۔ برہمن ان کی

---

[1] الیلیٹ سری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۶

[2] آر سی شرما شدر ان انڈیا صفحہ ۱۴ - ۱۵

Marfat.com

لڑکیوں سے شادی نہیں کر سکتے۔ لیکن برہمن انھیں کو اپنی لڑکی دے سکتے ہیں۔ کھتری اور چھتری دونوں ایک ہی طبقے ظاہر ہوتے ہیں جناب کیشو چندر شرنے اپنی کتاب "چندیل اور انکا راجپوتکال" دنشیہ کی ہسٹری آف میڈیول ہندو انڈیا" کا ترجمہ کرتے وقت کستری کو کھتری لکھا ہے عربی لفظ (گیان) ज्ञ اور (چھا) छ کی آوازیں نہیں ہیں ——— نہ ہی انکے لیئے تاریخی علامت ہے اس لئے چھتریوں کو ہی عربوں نے کستری کہا ہوگا۔ کیونکہ ज्ञ کی آواز میں क्ष کی آواز تبدیل ہو جاتی ہے اس لئے چھتری کی شکل کھتری رہ گئی۔ پنجاب میں اکثر سکھ رہنما بہادر جنگجو تھے شاید کھتری طبقے سے تھے۔ ان کے نام کے آخر میں سنگھ لگاتے ہیں اس لئے لفظ کستری کا استعمال کھتری چھتری دونوں کے لئے ہوا ہو تو کوئی تعجب نہیں حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں، کھتری (چھتری) اپنی لڑکیوں کی شادی برہمنوں سے کر سکتے تھے۔

انیتجبیہ

عرب سیاحوں نے انیتجبہ نام کی اچھوت ——— ذات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ طبقہ شہر اور گاؤں کے باہر رہتا تھا اپنے کام کی وجہ سے حقیر اور ناپاک سمجھا جاتا ہے یہ لوگ پیشے کے ارکان کی شکل میں آتے ہیں۔ اس میں آٹھ طبقے بنے ہوئے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے یہاں شادی کرتے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ دھوبی، موچی (چمار) مداری، ٹوکری بنانے والے،

ڈھال بنانے والا، ماجھی (ملاح) مچھوا (مچھلی مارنے والا) جانور چرانے والے اور جلا ہے، ہاڑی، ڈوم، چنڈال، اور گھنٹہ گھڑیا طبقے کے لوگ ہیں، یہ لوگ گندے کام، صفائی اور دوسرے کام انجام دیتے ہیں۔ انھیں ناجائز اولاد تصور کیا جاتا ہے۔ کہاوت کے مطابق انھیں شودر باپ اور برہمن ماں کے ناجائز تعلقات سے پیدا اولاد مانا جاتا ہے، اس لئے برذات سے الگ ہیں[1]۔

البیرونی نے انتجیہ طبقے کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے اس کی تصدیق ہندوستان کی مذہبی کتابوں سے بھی ہوتی ہے ہیون سانگ نے تحریر کیا ہے کہ قصائی، مچھوے، مہتر، جلاد اور نٹ وغیرہ گاؤں میں آتے جاتے ہیں بائیں طرف سے دب کر چلتے ہیں، چنڈال، بھنگ اور شوپاک وغیرہ اچھوتوں میں شامل ہیں[2]۔

انتجوں کے دو طبقے

البیرونی نے اس ذات میں دو طبقے بتائے ہیں۔

(۱) اعلیٰ طبقہ
(۲) ادنیٰ طبقہ

اعلیٰ قسم کے انتجیہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ دھوبی

کپڑوں کی صفائی، دھوبی پر منحصر تھی۔ جیسا کہ موجودہ زمانے میں

---

[1] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۲ [2] واٹرس صفحہ ۱۴۷

بھی ہوتا ہے۔ دھوبی اعلیٰ قسم کے انتجیہ تھے کیونکہ اعلیٰ طبقے کے لوگ ان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دھوبیوں کا طبقہ قدیم زمانے سے ہی خاص رہا ہے البیرونی نے دھوبی کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۔ موچی

یہ طبقہ موجودہ زمانے کی طرح قدیم زمانے سے لوگوں کے خستہ حال جوتوں کی مرمت کر کے اور نئے جوتے بنا کر اپنی روزی حاصل کرتا تھا۔ سماج کے لوگوں کو ان کی بہت زیادہ ضرورت رہتی تھی۔ اسی لئے البیرونی نے انھیں اعلیٰ طبقہ میں شمار کیا ہے۔

۳۔ جادوگر

عرب سیاحوں نے دل چسپی کے ذرائع میں جادوگروں کا بھی تذکرہ کیا ہے، جادوگر مختلف قسم کے حیرت انگیز کرتب پیش کر کے لوگوں کا بھی دل بہلاتے تھے[۲]

۴۔ ٹوکری اور ڈھال بنانے والے

یہ لوگ بانس کے ذریعے مختلف قسم کی چیزیں بنا کر اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔

---

[۱] جے شنکر مشر گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۱۲

[۲] کوٹل کے "اودے شنا بھر میں حیرت انگیز کمالات کے ذریعے عوام کو اپنی

(باقی صفحہ ۱۶۵)

Marfat.com

۵۔ مچھوا

مچھلیوں کا شکار کر کے روزی حاصل کرنے والوں کو مچھوا کہا جاتا ہے۔ اس نسل کے عالم وجود میں آنے کا سبب برہمن باپ اور شودر ماں کے ناجائز تعلقات بتائے گئے ہیں، البیرونی کے مطابق نشاد نرشی پرتھوی ویاگردہ نے مشرقی چالکیہ دشنو وردھن کی مملکت کا ایک حصہ اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔[1]

۶۔ ناؤ چلانے والے (ماجھی)

اس طبقے کے افراد ناؤ چلا کر اپنا رزق حاصل کرتے تھے البیرونی کے دور میں بھی ان کا بنیادی کام ناؤ چلانا تھا۔

۷۔ بنکر

قدیم زمانے سے کپڑے بننے والے اور سلنے والوں کا سماج میں ایک الگ طبقہ رہا ہے۔ یہ لوگ سماج میں کپڑوں کی ضرورت پوری کرتے تھے۔ البیرونی کے عہد میں بھی ان کا وجود قائم تھا۔ عہد وسطیٰ میں اس کام کو اپنانے والے سلمان جلاہے کہلاتے تھے اور عہد جدید میں مسلمانوں کا یہ طبقہ انصاریوں کے نام سے مشہور ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۶۴) جانب توجہ کرنے والے ایسے طبقے (جادوگر) کا ذکر کیا ہے جو قبل مسیح کی صدیوں میں بنی جادو سماج کی دلچسپی کے سلسلے میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔

[1] بی اے سلیٹور واٹلڈ ٹرائبس آف ایشینٹ انڈیا صفحہ ۳۶

Marfat.com

ادنی طبقہ کے انیجیوں میں وہ لوگ شامل ہیں جن کا کام گاؤں اور شہر کی گندگی کو صاف کرنا تھا یہ لوگ چار ورڑوں سے دور مقیم رہتے ہیں۔ البیرونی کے مطابق ان کا وجود شودر مرد اور برہمن عورت کے ناجائز تعلق کے سبب ہوا تھا[1]۔ اس عرب سیاح نے اس طبقے کے چار ناموں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ ہاڑی

یہ طبقہ دیگر تین طبقوں میں اعلیٰ تھا۔ یہ گاؤں کی غلاظت صاف نہیں کرتے تھے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ نچلی ذاتوں میں ہاڑی اچھے تھے کیونکہ یہ چیزیں صاف کرنے سے خود کو آزاد رکھتے ہیں[2]۔ بندیل کھنڈ میں ڑھاڑی کے نام سے ایک نچلی ذات آج بھی موجود ہے جو آلھا گا کر رزق حاصل کرتی ہے اسی کو البیرونی نے ہاڑی لکھا ہے۔

۲۔ ڈوم

نویں صدی عیسوی کے عرب مصنف ابن خرداذبہ نے جمب (ڈوم) لوگوں کا تذکرہ کیا ہے یہ لوگ گانے بجانے میں ماہر ہوتے ہیں تمام آلات سازانکے پاس ہوتے ہیں اور کھیل تماشے کرتے ہیں[3]۔

---

[1] بحوالہ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۲
[2] مندرجہ بالا " " صفحہ ۱۲۵
[3] ابن خرداذبہ صفحہ ۱۷ (لیڈن) ایلیٹ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۶-۱۷

Marfat.com

البیرونی لکھتا ہے کہ ان کے (ہاڑیوں) کے کچھ ڈوم ہیں جو بانسری بجاتے اور گاتے ہیں[1]۔ دور جدید ڈوموں کا خاص کام ٹوکری بنانا، بانسری بجانا، اور گانا وغیرہ ہے۔ ممکن ہے کہ البیرونی کے عہد میں اس طبقے کا خاص کام گانا اور بانسری بجانا رہا ہو۔ اورسی نے جمب اور شندال طبقے کی گنتی شودروں سے بھی ادنیٰ ذات میں کی ہے۔ انکا رنگ گیہواں ہوتا تھا[2]۔

۳۔ چنڈال

قدیم زمانے سے اس طبقہ کا تذکرہ بہت ہی نیچ ذات کی حیثیت سے کیا گیا ہے یہانتک کہ جس شمشان میں ان کو جلایا جاتا تھا اس میں برہمنوں کو جلانا حرام سمجھا جاتا تھا اورسی نے اس طبقے کے سلسلے میں لکھا ہے کہ یہ لوگ کھلاڑی اور بہادر ہوتے ہیں ان کا پیشہ گانا بجانا ہے ان کی عورتیں خوبصورت ہوتی ہیں[3] البیرونی کے مطابق گاؤں کی صفائی اور دیگر قسم کی گندگی کو صاف کرنا ان کا خاص کام تھا[4]۔ البیرونی کی وفات کے بارہ سال بعد کے عرب مصنف گردیزی نے بھی البیرونی کی طرح کے حالات درج کئے ہیں۔ فاشین ابتدائی پانچویں صدی کے چنڈال طبقے

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۲
[2] [illegible] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۶
[3] مندرجہ بالا " " صفحہ ۱۶
[4] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۲

Marfat.com

کے سلسلے میں لکھتا ہے کہ (دیو) کو چنڈال کہتے ہیں۔ یہ شہر یہ شہر سے باہر رہتے ہیں اور جب شہر میں داخل ہوتے ہیں تو باخبر کرنے کے لیے لکڑی بجاتے ہوئے چلتے ہیں تاکہ لوگ بچ کر چلیں اور ان سے چھو نہ جائیں نہ جیسی سیاح ہوں ساتگ نے بھی انھیں "اچھوت" بتایا ہے[1]

قدیم زمانے میں بادشاہ جن مجرموں کو سزائے موت دیتا تھا، اس طبقے کا خاص کام انھیں موت کی نیند سلاتا تھا۔ یہ ڈوم طبقے سے بھی حقیر سمجھے جاتے تھے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ ان (ڈوموں) سے بھی نیچی ذاتوں (چنڈالوں) کا پیشہ، مارنا اور سرکاری سزا پر عمل درآمد کرنا ہے[2] ان تذکروں سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ سماج میں چنڈالوں کا مقام بہت ہی نیچا تھا اور انھیں اچھوت سمجھا جاتا تھا۔

بگھتو

ان کا خاص کام گندگی پر غلاظت صاف کرنا تھا البیرونی نے اس طبقہ کا کام بالکل گھٹیا درجہ کا بتلایا ہے۔ سب سے نچلا طبقہ بگھتو ہے جو نہ صرف مردہ جانوروں کا گوشت کھاتا تھا

---

[1] فاشین صفحہ ۲۰۴
[2] واٹرس حصہ اول صفحہ ۱۷۴
[3] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۲

Marfat.com

بلکہ کتے وغیرہ کا گوشت نہیں چھوڑتا۔[1] البیرونی کے تذکرے سے پتہ چلتا ہے کہ اس عہد میں اس نام کا کوئی پست ترین طبقہ رہا ہوگا اور اسی لئے اس کا نام دھتو پڑا ہے۔ ہندوستان کے درمیانی عہد کے اینجوں کے مختلف طبقوں کے کاموں کا تفصیلی ذکر پیش کرنے کے سلسلے میں البیرونی نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ البیرونی نے قدیم ہندوستان کی جن اچھوت ذاتوں کا تذکرہ کیا ہے وہ عصر حاضر میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں اور انکی سماجی حالت میں یقیناً کافی تبدیلی آچکی ہے۔

---

[1] چچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۰۲

Marfat.com

آشرم کا نظام

آشرم کا نظام ہندوستان کے سماجی معاشی کی خاص بنیاد ہے انسان کی زندگی کام کے مطابق گذارنے کے لئے چار آشرموں کی تشکیل کی گئی ہے۔ برہم چریہ، گرہست، وان پرستھ اور سنیاس (منو) نے ہر انسان کی پوری زندگی سو برس مان کر ہر آشرم کی مدت پچیس سال معین کی ہے۔ ہر آشرم کے سلسلے میں مختلف اعمال کرنا انسان کا اولین فرض ہے۔ مذہبی اعتبار سے چار آشرم کا نظام سماج میں مقبول عام ہوا تھا[1] قدیم ہندو معاشرہ میں اس نظام کے ذریعے انسان اپنی زندگی کو کامیابی کے راستے پر لے جاتا تھا۔

عرب سیاحوں نے آشرم کے نظام پر روشنی ڈالی ہے البیرونی نے چار آشرموں کا تذکرہ کیا ہے اور برہمنوں کی زندگی سات سال کی عمر کے بعد چار حصوں (آشرموں) میں تقسیم کی ہے[2]۔ البیرونی کے علاوہ کسی کسی اور مصنف نے آشرموں کا نام نہیں لکھا ہے لیکن انسانی زندگی کی مختلف عمروں اور ان سے متعلق کاموں کا تذکرہ کیا ہے ان تذکروں میں

---

[1] رادھا کرشنن ہندو ویو ف لائف صفحہ ۵۶

[2] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۳۰

Marfat.com

سلیمان نے سنیاس اور وان پرستھ آشرم کا خاص طور پر ذکر کیا ہے[۱]
سیاحوں کا کہنا ہے کہ حکمران سنسکرت کتابوں کے مصنف ہوتے تھے۔
عام طور پر ایک خاص عمر تک ہر ہم چریہ میں داخل ہو کر بادشاہ حکومت
یا دیگر سماجی فرائض ادا کرتے ہوں گے۔ آریوں کے ابتدائی معاشرے میں
نظام آشرم کے وجود کا پتہ چلتا ہے[۲]۔ اس نظام نے قدیم زمانے
سے معاشی اور عقلی ارتقاء میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے[۳]۔ اس لئے
نظام آشرم کے ذریعے سماج میں نظم و نسق قائم کرنے میں اہم تعاون
حاصل ہوتا ہے۔

(۱) برہم چریہ آشرم

انسان کی عقلی و علمی زندگی کے لئے برہم چریہ آشرم کا بندوبست
کیا ہے۔ اس آشرم میں داخل ہونے سے جواب وہ زندگی کی ابتدا
ہوتی ہے[۴] سے اس آشرم میں داخل ہوتا ہے[۵]۔
برہم چریہ دو لفظوں میں برہم اور چریہ سے مل کر بنا ہے۔ برہم کے
معنی ہیں عظیم اور چریہ کا مطلب ہے چلنا اور دونوں کو ملانے سے

۱۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۹۴
۲۔ یعقوبی صفحہ ۱۰۵ عربوں کی نظر میں حصہ دوم، صفحہ ۱۹۶
۳۔ نریندر ناتھ اسٹڈیز ان انڈین ہسٹری اینڈ کلچر
۴۔ پی ایچ داباوالا کہ ہندو سوشل انسٹی ٹیوشن صفحہ ۱۶۴
۵۔ جے شنکر شرما چین بھارت کا سماجک اتہاس
صفحہ ۹۲-۹۳

Marfat.com

مفہوم نکلتا ہے کہ عظمت و بلندی کے راستے پر چلنا[1] عرب سیاح البیرونی نے لکھا ہے کہ برہمن کی زندگی کی پہلی حالت اس کی عمر کے پچیس سال تک رہتی ہے ڈاکٹر الٹیکر کے مطابق شاگرد استاد کی خدمت غلام یا بیٹے کی طرح کرتے تھے علم حاصل کرنا اس کا مقصد تھا[2] اس نظام تعلیم کی خوبیاں، خدمت مطالعہ، کسر نفسی اور ضبط نفس تھیں[3]۔

برہم آشرم میں رہ کر انسان استاد سے تعلیم حاصل کرتا ہے استاد کی خدمت کرتا ہے۔ دن میں تین مرتبہ غسل کرتا ہے شام کو پوجا کرتا ہے ایک دن روزہ رکھتا ہے دوسرے دن اسے توڑتا ہے وہ استاد کی قیام گاہ میں قیام کرتا ہے صرف خیرات مانگنے کے وقت غیر حاضر ہوتا ہے۔ وہ پانچ سے زیادہ گھروں میں بھیک نہیں مانگتا اور بطور بھیک ملنے والی خوراک وہ دوپہر اور شام کو استاد کے سامنے رکھ دیتا ہے تاکہ وہ مرضی کے مطابق کھانا کھالے۔ اس کے بعد استاد اسے بقیہ کھانا کھانے کی اجازت دیتا ہے۔ اسے گوشت و مچھلی کھانے کی اجازت نہیں۔ اس کے علاوہ وہ آگ جلانے کے لئے پیڑوں، پھلوں اور ورم کی لکڑی لاتا ہے کیونکہ ہندو لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں اور پھول چڑھاتے ہیں[4]

البیرونی نے ملتے جلتے بیانات ہندوستان کی مذہبی کتابوں میں

---

[1] جے شنکر شرما چین بھارت کا سماجک اتہاس صفحہ ۹۲-۹۳

[2] اے ایس التیکر ایجوکیشن ان اینشنٹ انڈیا صفحہ

[3] جی ایس مدگل پولیٹیکل اکنامی ان اینشنٹ انڈیا صفحہ ۲۷

[4] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۲۵

Marfat.com

بھی مذکور ہے ہندوستان کی مذہبی کتابوں کی رو سے برہمچاری کے لیئے ضروری ہے کہ ان میں تین مرتبہ غسل کرے روزانہ بھیک مانگ کر استاد کو پیش کرے اور استاد کی قیام گاہ میں رہ کر خدمت کر کے علم حاصل کرے۔ اگر برہمچاری کی دلچسپی پڑھنے لکھنے میں کافی ہوتی تو (ہمیشہ) برہمچاری کے روپ میں اسانذہ کے یہاں رہ کر بہت زیادہ علم حاصل کرتا تھا[1]۔ ڈاکٹر راج بلی پانڈے، برہمچاری کے فرائض پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ استاد کے یہاں رہ کر علم حاصل کرنا بھیک مانگنا، شام کو پوجا کرنا عبادت و ریاضت اور صفائی کے اصولوں پر عمل کرنا خاص ذمہ داری تھی[2]۔ علم کے نقطہ نظر سے اس آشرم کی خاص اہمیت تھی اس طرح اس کا مقصد سماج کے ایک ممبر کی حیثیت سے دنیا کے آشرم میں کمال حاصل تھا ۲۵ سال کی عمر پوری ہونے پر گرہستھ آشرم میں داخل ہوا جا سکتا ہے لیکن اگر کوئی طالب علم چاہے تو وہ اس کے بعد بھی گرو کے ساتھ رہ کر مزید تعلیم حاصل کر سکتا ہے انھیں ایک قسم کے ریسرچ اسکالر کہا جا سکتا ہے جو بعد میں استاد بھی بن سکتا ہے[3]۔ اس سے پوری طرح اندازہ ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستان میں طالب علم تحقیقی کام آشرموں میں مکمل کرتے تھے اور عصر حاضر کی طرح رہ کر مضمون میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد تدریس کے کام میں مصروف ہو جاتے تھے۔

---

[1] ای۔ جی رینسن، کیمبرج ہسٹری آف انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۵۰

[2] راج بلی پانڈے، ہندو سنسکار صفحہ ۱۹۰ آشرم کے لئے دیکھئے انڈین ایجوکیشن صفحہ ۱۸۳-۱۸۷ [3] دیکھئے البیرونی انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۷۱-۱۷۰ سنت رام البیرونی کا معمار

گرہستی آشرم

گرہستی آشرم کے نظام کی دوسری حالت انسانی زندگی کے پچیسویں سال سے شروع ہو کر پچاسویں سال تک مانی گئی ہے ہندوستانی معاشرہ میں اس آشرم کی نسبت زیادہ اہمیت رہی ہے اسی پر دیگر سبھی آشرم منحصر ہیں۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ برہم چریہ آشرم کے بعد استاد طالب علم کو شادی کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ طالب علم شادی کر کے ایک خاندان کی تشکیل کرتا ہے اور اولاد کی خواہش کرتا ہے۔ وہ ماہ میں ایک ہی مرتبہ عورت ماہواری ہونے کے بعد اس سے صحبت کرتا ہے وہ اپنی زندگی برہمن اور چھتریوں کو پڑھا کر ملنے والی خیرات پر بسر کرتا ہے یہ تنخواہ کی شکل میں نہ ہو تحفے کی شکل میں ہونا چاہیئے اس لئے ضروری ہے کہ بھیک حق کے ساتھ نہ حاصل کی ہو اور دینے والے کے دل میں کسی قسم کی ناپسندیدگی نہ ہو پیسے کی ضرورت اسے صرف بہت سخت ضرورت کے وقت ہی ہے۔ جب اس کے نزدیک روزی کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ اس کے لیے نیلا رنگ ناپاک ہے اگر اس کے بدن سے چھو بھی جائے تو اس کو غسل کرنا پڑتا ہے۔

گرہست کے روزمرہ کے ضروری فرائض میں عالمی خدمت کا مقصد پوشیدہ تھا[1]۔ ہندو آشرم کے نظام کے ماتحت مذہبی کام بھی آشرم سے متعلق افراد کے لیے ضروری بتائے گئے ہیں لیکن ہر ایک

---

[1] گوپی ناتھ کوی راج۔ بھارتیہ سنسکرتی اور ساہتیا حصہ دوم صفحہ ۱۱۴

Marfat.com

آشرم کی حالت میں بنیادی فرق تھا۔ اس آشرم میں بھی اخلاقیات پر خصوصی طور پر زور دیا گیا ہے۔ سکھ دکھ کی وضاحت کرتے ہوئے گرہستھ کو یگیہ، ویدوں کا باقاعدہ مطالعہ، مذہبی تذکرہ اور بیٹے کی روایت کے ذریعے اپنے نسل خاندان کی ہمیشگی بنائے رکھنا چاہیئے[1]۔ عرب سیاح کے بیان سے خانگی زندگی کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی پڑتی ہے۔ قدیم مذہبی کتابوں میں آشرم کے نظام کے ماتحت گرہستھ آشرم کو قابل لحاظ مقام دیا گیا ہے جس کے مطابق کوئی فرد شادی کے بعد اس میں داخل ہوتا ہے تقریباً سبھی مذہبی کتابوں کے لکھنے والوں نے خانگی زندگی کو خاص الخاص مانتے ہوئے گرہستھ کی پابندی کے لیے مختلف اصولوں کی تشکیل کی۔ اچھے چال چلن، اچھے کردار، پاکیزگی۔ بلند خیالی وغیرہ گرہستھ کے فطری انداز مانے گئے ہیں[2]۔ گرہستھ آشرم کا بنیادی مقصد، مذہب، اولاد اور جنس کی فراہمی ہے جس کو پورا کرنے کے لئے شادی بیاہ کی رسم پوری کی جاتی ہے۔ گرہستھ آشرم کو دیگر آشرموں کے مقابلہ میں ممتاز مانا جاتا ہے کیونکہ دوسرے آشرموں کے لیے اناج وغیرہ کا انتظام گرہستھ آشرم کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔

وان پرستھ آشرم

گرہستھ آشرم کے بعد وان پرستھ آشرم کا درجہ ہے اس میں

---

[1] وشوناتھ شکل: ہندو سماج درشن صفحہ ۳۴۳

[2] جے شنکر شرما: پراچین بھارت کا سماجک اتہاس صفحہ ۱۸۶

آدمی گرہستھ کے فرائض اور ذمہ داریوں کو مکمل کر لینے کے بعد سنسار کے حرص ہوس کو چھوڑ کر وان پرستھ جیون کی طرف مڑتا ہے۔ البیرونی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ برہمن کی زندگی کی تیسری حالت پچاسویں برس سے پچھترویں برس تک ہے۔ گرستھ جیون گزارنے کے بعد وہ اپنی گرہستی اور بیوی کو چھوڑ دیتا ہے اگر وہ اس کے ساتھ وان پرستھ آشرم میں نہ رہے۔ اس طرح وہ پھر سے برہمچریہ جیون گزارتا ہے وہ چھت کے نیچے پناہ نہیں لیتا اور نہ درخت کی چھال کے علاوہ دوسرا کوئی لباس پہنتا ہے وہ بھی صرف اتنا جو اس کے شرم کی جگہ کو چھپا سکے۔ وہ زمین پر بغیر بستر کے سوتا ہے اور صرف پھل درختوں کے پھل اور قند مول کھا کر اپنا گزارہ کرتا ہے وہ بالوں کو بڑھا لیتا ہے اور تیل کی مالش نہیں کرتا ہے[1]۔ وان پرستھ آشرم کے ماتحت آدمی کو کہیں کہیں دن میں دو مرتبہ کھانا کھانے کا حکم دیا گیا ہے[2]۔ ہندوستان کی مذہبی کتابوں میں وان پرستھ آشرم کے ماتحت تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے اور عرب سیاح سے ملتے جلتے بیان بیان پیش کئے گئے ہیں جیسے قند مول پھل کھانا داڑھی کے بال اور ناخن نہ کاٹنا وغیرہ درحقیقت یہ سب شرطیں سنکار کے کاموں سے دور کرنے کے لیے مقرر کی گئی تھیں۔

جدید ہندوستان کے ماہرین سماجیات نے وان پرستھ کے سلسلے میں اظہار خیال کیا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کے بال

---

[1] سنت رام: البیرونی کا بھارت صفحہ ۱۷۱

[2] رگھبیر سنگھ: دھرم کی ہندو اودھارنا صفحہ ۱۰۳

بجرنے لگے ہیں اور جسم پر جھرّیاں پڑنے لگی ہیں تو وہ وان پرستھی ہوکر جنگل کی طرف جاتا ہے وان پرستھی گرہست کو چھوڑ کر دوبارہ برہمچریہ جیون گزارتا ہے۔ وہ چھت کی چھاؤں کے نیچے آرام نہیں کرتا۔ نہ جسم پر لباس پہنتا ہے۔ صرف شرمگاہ کو چھپانے کے لیے درخت کی چھال پہنتا ہے وہ بغیر بستر کے سوتا ہے اور قدرتی کھا کر گزر بسر کرتا ہے نیز بالوں کو بڑھا لیتا ہے اور کنگھی نہیں ملتا[1]۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سے حکمرانوں نے بھی وان پرستھ آشرم کو اختیار کیا تھا۔ سن حکمراں سامنت سین وان پرستھ آشرم اپنا کر گنگا کے کنارے واقع میں چلے گئے تھے[2]۔ بہت سی شالن ایسی بھی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ ثانی ذمہ داریوں کو اپنے لوگوں پر چھوڑ کر اپنی رانیوں کے ساتھ جنگل میں رہنے لگے تھے[3]۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم ہندو روایات میں آشرم نظام کے اصولوں کی پابندی عام آدمی سے لے کر راجہ مہاراجہ تک کرتے تھے۔

سنیاس آشرم

آشرم نظام کے تحت زندگی کی آخری عمر سنیاس آشرم ہے۔ بھی عرب مسافروں نے سنیاس آشرم کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ وان پرستھ آشرم کے بعد سنیاس آشرم کا آغاز ہوتا تھا۔ سنیاسی کو بھکشو (فقیر) بھی کہا گیا ہے۔ اس سلسلے میں البیرونی کہتے ہیں کہ وہ گیرو ے رنگ کے کپڑے

---

[1] راج بلی پانڈے: ہندو سنسکار صفحہ ۱۹۰ آر کے مکھرجی اسٹینڈرڈ انڈین ایجوکیشن حصہ ۲ صفحہ ۱۸۲-۱۸۷ [2] بھاگل پور دان لیکھ اشلوک نمبر ۱۷ سے کے وی۔ آر انگر: سم اسکیٹس آف ہندو لا اف انکارونگ آف ہندو دھرم شاستر صفحہ ۱۵۵)

Marfat.com

پہنتا ہے اور ہاتھ میں چھڑی رکھتا ہے۔ وہ ہمیشہ دھیان میں مگن رہتا ہے نیز من کو دوستی اور دشمنی سے خالی کر دیتا ہے اور غصہ، شہوت اور حرص و ہوس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ کسی سے گفتگو نہیں کرتا۔ جنت کے انعام کو پانے کے لئے جب وہ مقدس مقام کی زیارت کرتا ہے، تب راستے میں وہ کسی گاؤں میں ایک دن سے زیادہ قیام نہیں کرتا اگر کوئی اسے کچھ دیتا ہے تو وہ اسے اگلے دن کے لئے باقی نہیں رکھتا۔ راہ نجات کی فکر کرتے اور اس منزل تک پہنچنے کے علاوہ، جہاں سے کوئی شخص اس سنسار میں لوٹتا نہیں اس کا کوئی کام نہیں کرتا تھا[1] سنیاسی کے لئے بے خوف اور عدم تشدد وغیرہ کی خوبیاں ضروری تھیں۔ سراگ اختیار کرنا اس کا فرض تھا کرم (کام) بھگتی کے برابر ہے اور بھگتی سنیاسی کا راستہ نہیں مانا گیا ہے۔ اس کے لئے خصوصی عنصر کی حصولی کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ نجات پانے کے لئے ہندو اپنے کو ایسی ایسی تکلیفیں دیتے ہیں جن کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے[2] بزرگ بن شہریار نے اپنی تصنیف عجائب الہند میں بیان کیا ہے کہ ہندوستان کے شہروں میں ایسے آدمی دیکھے جنھوں نے ایک کنوئیں میں پیروں کے بل کھڑے ہونے کے بعد اپلے بھر کر آگ لگا دی اور خود خوشی خوشی کھیلتے یا گاتے گانے بجانے میں محو ہو گئے یہاں تک کہ وہ جل کر مر گئے لیکن انھیں کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوئی۔[3]

---

[1] چاؤلا البیرونیز انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۳۴

[2] کے وی آئر آنگر صفحہ ۱۵۲

[3] —— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۱۵۲

Marfat.com

بزرگ بن شہریار ہندوستان کے جوگیوں اور سنیاسیوں کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جوگیوں کی کئی قسمیں ہیں جن میں ایک کا نام بکوٹہ[1] ہے یہ درحقیقت لنکا کے باشندے ہیں۔ یہ عورتوں سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ سردی کے موسم میں بالکل ننگے رہتے ہیں سردیوں میں کچھ نہیں پہنتے۔ کبھی کبھی کوئی سادھو چار انگل کی لنگوٹی باندھ لیتے ہیں بدن پر مردوں کی جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھ مل لیتے ہیں اور کچھ مختلف رنگوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے بنی ہوئی لنگی باندھ لیتے ہیں۔ سر کے بال منڈواتے ہیں داڑھی اور بیچ کے بال نہیں رکھتے ہر ایک سنیاسی اپنے گلے میں مردہ انسان کی ایک کھوپڑی ڈالے رہتا ہے۔ ثواب کمانے کے لیے وہ اسی میں کھاتے پیتے ہیں۔

سلیمان نے سنیاسیوں کا بیان اس طرح کیا ہے ہندوستان میں کچھ لوگ جنگلوں، ویرانوں اور پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ دیگر آدمیوں سے کم ملتے ہیں گھاس پات اور پھل کھاتے ہیں یہ لوگ لوہے کی ایک زنجیر ڈالے رہتے ہیں تاکہ عورتوں کے نزدیک نہ جا سکیں۔ ان میں سے کچھ لوگ ننگے رہتے ہیں ان کے بدن پر جانوروں کی تھوڑی سی کھال ہوتی ہے۔ ایک شخص کو سلیمان نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ سورج کی طرف منہ کر کے ننگا کھڑا تھا سورج برس تک وہ اسی طرح کھڑا رہتا ہے[2] وہ آگے لکھتا ہے کہ سنیاسیوں کی محنت و ریاضت اور یوگ کے کام ہندوستان کو چھوڑ کر کہیں اور ملنا محال ہے سلیمان نے ہندوستان کی ایک ذات بکوریہ دھلشی کا بیان کیا ہے[3]

۱؎ — ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول ۲۰۷، ۲۰۶

۲؎ — ہندوستان عربوں کی نظر میں ۲۹۴، ۲۹۲

۳؎ — ہندوستان عربوں کی نظر میں ۴۶

سید سلیمان ندوی عرب و تجارت کے تعلق سے ترجمہ رامچندر صفحہ ۱۴۶

جو ننگے رہتے ہیں اور ان کے بال اتنے بڑھے رہتے ہیں جو شرمگاہ کو ڈھکے رہتے ہیں یہ لوگ گھومتے پھرتے ہیں اور گلے میں آدمی کی کھوپڑی کی مالا پہنتے ہیں۔ جب یہ کسی ہندوستانی کے گھر پر چلے جاتے ہیں تو وہ اس کو خوش قسمتی سمجھ کر بچے ہوئے چاول ان کے سامنے رکھتا ہے جسے وہ کھوپڑی میں رکھ کر کھاتے ہیں۔

ہندوستانی مذہب کے ذرائع اور مذہبی کتابوں میں سنیاسی کی زندگی پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اور سنیاس آشرم کا خصوصی مقصد نجات کا حصول بتایا گیا ہے۔ جس کو حاصل کرنے کے لئے یوگ ریاضت کی حد سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ آشرم نظام کی پابندی کے ذریعہ آدمی کی شخصیت کی یکے بعد دیگرے ترقی ہوتی تھی[۱]۔ اس طرح کے مسائل کو سلجھانے کی یہ بالکل نئی ترکیب تھی۔

ہندو مذہبی افکار کے مطابق دیوتا کے قرض، بیٹے کے قرض، کھیتی رشی کے قرض سے آزاد ہونے کے لئے آشرم نظام کی پابندی کرتا ہے[۲]۔ قدیم مذہبی مصنفین علماء نے زندگی کو چار حصوں میں منقسم کر کے آدمی کو اس کے فرائض کی پابندی کرنے کی ترغیب دی تھی جس پر عمل کر کے آخر میں

---

[۱] ڈاکٹر بی ایچ۔ پڑھو: ہندو سوشل آرگنائزیشن صفحہ ۱۰۱

[۲] ڈاکٹر بھگوان داس: دی سائنس آف سوشل آرگنائزیشن حصہ اول صفحہ ۱۹۶

Marfat.com

نجات حاصل ہوتی ہے۔ قدیم زمانے میں آشرم نظام نے انسانی زندگی پر قابو کرنے میں اہم تعاون کیا ہے لیکن اب یہ آہستہ آہستہ آشرم نظام سماج سے غائب ہوتا جا رہا ہے۔

Marfat.com

سنسکار

قدیم زمانے سے ہندو سماج میں سنسکاروں کا منظم قانون اور اہم مقام رہا ہے۔ آدمی کا مکمل شخصی اور سماجی ارتقار ہونے کے لئے اور اسکی جسمانی اور طبعی زندگی کو باقاعدہ بنانے کے لئے سنسکاروں کا منظم بندوبست کیا گیا ہے۔

قدیم ہندوستانی زندگی کی بنیاد ورڑ ذات پات، اور آشرم کی طرح سنسکاروں کا بھی اہم مقام ہے۔ عرب سیاح البیرونی نے اس وقت کے مروجہ سنسکاروں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ سنسکاروں کا رواج ویدک کال کے بعد سے شروع ہوکر آج تک کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ یہ آدمی کے بچپن کی عمر سے شروع ہوکر موت کے بعد تک چلتے ہیں عام طور پر سنسکاروں کا مطلب پاکی اور صفائی سے ہے مگر وارتک جی لکھا ہے کہ یہ آدمی کو صلاحیت عطا کرتا ہے[1]

ہندوستانی سماج میں رائج سنسکاروں کی تعداد مختلف کتابوں میں طرح طرح سے دی گئی ہے۔ بیشتر کتابوں میں خاص طور سے بارہ سنسکاروں کا بیان کیا گیا ہے۔

(۱) گربھادان سنسکار

اس سنسکار کے ذریعہ دولھا اور دلھن نسل کے کی ترکیب کو پیدائش

---

[1] گوتمیان چاڈھانا: کرتا، سنسکار راتنو چنتامنی (ورڑ وارتک صفحہ ۱۰۶۸)

Marfat.com

ذریعہ قائم کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ مذہبی ماخذوں میں ان سنسکاروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس سنسکار کے ذریعہ اولاد کی خواہش کی جاتی ہے البیرونی نے اس سنسکار کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر آدمی اولاد کی غرض سے بیوی سے جنسی ملاپ کرتا ہے تو یہ اس کا فرض ہے کہ وہ گربھادان نامی یگیہ کرے۔ اس سنسکار کو کبھی کبھی شرم کے مارے چھوڑ دیا جاتا ہے[1] پربھودے نے لکھا ہے یہ بیج بونے کا سنسکار ہے جو دولھا دلہن کو خاندان اور سماج کے تئیں ذمہ داری گزارنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے[2] آرجی بھنڈار کرنے بھی اس سنسکار کو کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ مختلف گواہیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو سماج میں گربھادان کرم پورا کرنا ہر ایک شخص کے لئے ضروری تھا[3]

(۲) پوسنون سنسکار

حمل قرار پانے کے تیسرے مہینے پوسنون سنسکار کی تشکیل کی جاتی تھی یہ سنسکار اولاد کی پیدائش کے لئے بیٹا حاصل کرنے کی خواہش سے کیا جاتا ہے اس کے تحت دیوتاؤں سے گزارش کی جاتی تھی کہ حمل کے اندر بچے کو بیٹے کی شکل عطا کرے کیونکہ بیٹے کے ذریعہ نسل کا سلسلہ رہتا ہے۔ اس سنسکار کو کرنے کا وقت دوسرے مہینے سے لے کر آٹھویں مہینے تک

---

[1] جے شنکر شر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۱۸

[2] پڑھاری ناتھ پربھو: ہندو سوشل آرگنائزیشن حصہ ۲ صفحہ ۲۹

[3] شیام البیرونی انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۶

[4] پی این پربھو: ہندو سوشل آرگنائزیشن حصہ ۲ صفحہ ۲۹

تھا۔ یہ چاند کے پیدش نکھتر میں ہونے وقت کیا جاتا تھا۔ اس سنسکار کا خاص مقصد بچہ پیدا ہونے کے دوران پیدا ہونے والی رکاوٹوں کا دیوتا کی لوجا ارچنا کے ذریعہ دور کرنا تھا۔

(۳) سیمنتونین سنسکار

البیرونی کے مطابق اس سنسکار کو حمل کے چھٹے مہینے دہرایا جاتا تھا۔ اس سنسکار کا بیان ہندوستانی مذہبی ماخذوں اور پرانوں (पुराण) میں بھی کیا گیا ہے۔ اس سنسکار کے تحت عورت کے بالوں (सीमन्त) کو اوپر (ऊर्ध्वम्) بالوں اٹھایا جاتا ہے اس سنسکار کا مقصد خراب طاقتوں اور بندھنوں سے حاملہ کی حفاظت کرنا ہے اس سنسکار کے ذریعہ بری طاقتوں اور بندشوں سے حاملہ عورت کی حفاظت کی جاتی ہے۔

(۴) جات کرم۔ سنسکار

البیرونی کے مطابق بچہ کے ذریعہ بچہ پیدا کرنے کے بعد اوزار کے ذریعہ اس کی پرورش و پرداخت شروع کرنے کے درمیان یہ سنسکار پورا کیا جاتا ہے[1]۔ اس سنسکار میں بیٹے کے جنم لینے کے بعد بچے کا باپ اس کو چھوتا اور سونگھتا ہے اور فلاح و بہبود سے متعلق منتروں کا جاپ کرتا ہے تاکہ وہ عقلمند (मेधा) اور عمر دراز ہو۔ گاہڑوال راجہ

---

[1] کیا ڈالبیرونیز انڈیا حصہ اول ص ۱۷۶ [2] کما ڈالبیرونیز انڈیا حصہ دوم ص ۱۰۳ [3] گیارھویں صدی کا بھارت ص ۲۲۳ [4] پی ان ربھو: ہندو سنسکار آرگنائزیشن ص ۲۹

جے چند نے اپنے بیٹے ہرش چندر کے جات کرم کے مبارک موقع پر پروہت پرہراج شرمن کو بدلسیر گاؤں بخش میں دیا تھا۔

(۵) نام کرن سنسکار

بیٹے کے پیدا ہوتے ہی دسویں یا بارھویں دن اس سنسکار کا آیوجن کیا جاتا ہے[۲]۔ البیرونی نے نام کرن سنسکار کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے زچہ خانے کی مدت ختم ہونے پر اولاد نام حاصل کرتی ہے۔ البیرونی نے اس سلسلے میں مقررہ وقت، مدت وغیرہ کا بیان نہیں کیا ہے[۳]۔ اولاد کو نام دینا بھی ایک سنسکار مانا جاتا ہے۔ اس سنسکار کو کسی مبارک یا خوشی کی گھڑی میں اشور کی پوجا ارچنا اور ہون کی قربانی کے ذریعہ منعقد کیا جاتا تھا۔ برہمن کی کتابوں، چھترویں قدیم دستاویزوں وغیرہ میں ہی نام رکھنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بچے کے نام کا چناؤ مذہبی کاموں کے ساتھ مقررہ تاریخ کو مکمل کیا جاتا تھا۔ یہ سنسکار موجودہ زمانے میں بھی لائق اعتنا ہیں۔

(۶) نشکرمٹ سنسکار

بچے کے جنم کے چوتھے ماہ یہ سنسکار ترتیب دیا جاتا ہے اس موقع پر زمین کا طاقتور عنصر سورج کو درشن کرایا جاتا ہے[۴]۔ جنم کے بعد اولاد کو

---

[۱] ایچ گرافیا انڈیا حصہ اول صفحہ ۲۷۔۱۲۶

[۲] پی این پربھو: ہندو سوشل آرگنائزیشن حصہ ۳ صفحہ ۲۲۱۔۲۲۰۔۲۱۹

[۳] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۲۔ صفحہ ۱۵۴۔۱۵۳۔۲۱

[۴] پربھو: ہندو سوشل آرگنائزیشن حصہ ۳۔ صفحہ ۲۲۱۔۲۲۰۔۲۱۹

Marfat.com

پہلی بار گھر سے باہر نکالنے کو نشکرمن (निष्क्रमण) کہا جاتا ہے اس سنسکار کے بعد بچہ باہر لایا جاتا ہے۔ یہ سنسکار جنم کے چوتھے مہینے منعقد کیا جاتا ہے۔ ایک مقررہ مبارک تاریخ کو اولاد کو دیوتا یا بڑے کے بعد گھر کے باہر قدرتی ماحول میں لایا جاتا ہے۔ بچے کے گود نشین دے کر سب سے پہلے ایسے سورج کا درشن کرایا جاتا تھا کبھی کبھی تیسرے مہینے سورج کا درشن اور چوتھے مہینے چاند کا درشن کرانے کا انتظام تھا۔ اس سنسکار کے بعد بچے کو گھر سے باہر نکالنے کا انتظام تھا۔

(۷) اَنّ پراشن سنسکار

پانچویں مہینے کے بعد بچہ اناج کھانے کے لائق ہو جاتا ہے اور وہ اناج کی طرف متوجہ ہونے لگتا ہے۔ اس وقت انّ پراشن سنسکار پورا کیا جاتا ہے۔ یہ سنسکار بچہ پیدا ہونے کے چھٹے مہینہ منعقد کیا جاتا ہے[1]۔

(۸) چول یا چوڑاکرم سنسکار

یہ سنسکار بچے کے بال پہلی بار کٹنے کے وقت کیا جاتا ہے جسے چول یا چوڑاکرن کہا جاتا ہے[2]۔ بچے کے پیدا ہونے کے پہلے یا تیسرے سال میں یا خاندانی روایت کے مطابق کسی مقررہ عمر میں اس کرم کو ترتیب دیا جاتا ہے بچے کے بال کٹوانے کا مطلب جسمانی صحت کی طرف توجہ دینا ہے[3] البیرونی نے اولاد کے بال منڈوانے کی تقریب تین سال بعد بتائی ہے اس سنسکار کو

---

[1] پڑھو: ہندو سرشل آرگنائزیشن حصہ ۳ صفحہ ۲۲۱ - ۲۲۰ - ۲۱۹ [2] سنسکار پرکاش صفحہ ۲۹۵ [3] بھارت البیرونی انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۴۷

Marfat.com

مونڈن یا چوڑاکرم بھی کہا جاتا ہے۔ عام طور پر چوڑا کا مطلب چوٹی ہے اسمیں چوٹی کو چھوڑ کر سر کے پورے بال کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ اس سنسکار کے درازی عمر اور فلاح وبہبود حاصل کرتا ہے۔ سر کے بال اتر جانے کے بعد بچے کے منڈے ہوئے سر پر مکھن یا دہی کا لیپ لگایا جاتا ہے۔ ہندو سماج میں آج بھی مونڈن سنسکار کا انعقاد بڑے ہی آنند اور خوشی کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس موقع پر برہمنوں اور غریبوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے[1]۔

(۹) کرن وید سنسکار

البیرونی کے مطابق کرن وید سنسکار پیدائش کے ساتویں آٹھویں ماہ مکمل کیا جاتا ہے[2]۔ اس سنسکار کا انعقاد پیدائش کے ساتویں مہینے ہوتا تھا بودھائن نے البیرونی کی طرح کرن وید سنسکار ساتویں یا آٹھویں میں منعقد کرنے کا انتظام کیا ہے۔ سنسکار رشنی میں کرن چھید جنم سے دسویں، بارھویں یا سولھویں دن کرنے کا طریقہ ملتا ہے[3]۔ کرن چھیدن ایک مذہبی سنسکار ہے۔ اس میں کانوں کو چھیدنے کے بعد اس میں سونے یا چاندی کی بالی پہنائی جاتی ہے۔ جدید طور میں ہندو سماج سے یہ سنسکار ختم ہوتا جارہا ہے۔

(۱۰) ودیارمبھ سنسکار

جب بچہ پانچ سال کی عمر کا ہو جاتا ہے تب اسے پہلی بار حروف

---

[1] جے شنکر شرما: پراچین بھارت کا سماجک اتہاس صفحہ ۲۴۰

[2] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۲۷-۱۵۶ ۸۱

[3] سنسکار پکاش صفحہ ۲۵۸ سنسکار رتن مالا صفحہ ۸۷۲

پڑھایا جاتا ہے ودیارمبھ (آغاز تعلیم) سنسکار کہا جاتا ہے عرب سیاح البیرونی نے اس کا دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے اس کے مطابق بچوں کے لئے تعلیم گاہ میں کالی تختی (لکڑی کا لمبی شکل کا ٹکڑا) استعمال میں لائی جاتی ہے اس پر وہ بائیں طرف سے دائیں طرف سفید چیز (کھڑیا) سے لکھتے ہیں[1] اس سنسکار میں شبھ مہورت میں تعلیم کے ذریعہ شری پرماتم (دیوی) سرسوتی (ساتھ) کے ساتھ ترتیب سے حروف لکھ کر بچے کو حرف پڑھنے کی شروعات کرائی جاتی ہے اس میں گن پتی اور سرسوتی کی پوجا بھی ہوتی ہے۔ چینی سیاح ہیون سانگ نے اس سنسکار کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تعلیم کا آغاز سدھم (सिद्धम्) سے مانا جاتا ہے ابتدائی تعلیم میں ترتیب وار حروف سور (स्वर) ویجن (व्यञ्जन) وغیرہ سکھائے جاتے تھے امرت چندرکا (अमृत चन्द्रका) میں ودیارمبھ سنسکار منعقد کرنے کی مدت پانچ برس مانی گئی ہے[2]۔

(۱۱) جنتا شوچ

البیرونی نے جنتا شوچ کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عورت پیدائش کے بعد ناپاکی کی حالت میں الگ برتنوں میں کھانا کھاتی ہے اس کے برتن الگ رہتے ہیں۔ اس کے کمرے میں کوئی شخص نہ کھانا کھاتا ہے اور نہ ہی برہمن کے ذریعہ ہون کیا جا سکتا ہے۔ ناپاکی کے دنوں برہمنوں کے لئے آٹھ چھتریوں کے لئے بارہ ویشیہ کے لئے پندرہ اور شودر کے لئے تین ہیں

---

[1] ہے شنکر شرما گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۶۸

[2] امرت چندرکا۔ حصہ اول صفحہ ۲۶

[3] کچاؤ البیرونی انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۵۷-۱۵۶

Marfat.com

تجلی ذات کے لیے کوئی ایسی مقررہ مدت نہیں وضع کی گئی ہے[1]۔

(۱۲) اُپ نین سنسکار

ہندو سماج میں رائج سنسکاروں میں اُپ نین سنسکار بہت رائج اہم سنسکار ہے۔ اس سنسکار کے بارے میں انیا خیال کیا جاتا ہے کہ اسکے مکمل ہو جانے سے بالک کا ورڑ (آتما) باذات متعین ہوتی ہے اور دوج (برہمن) کہلاتا ہے۔ اس سنسکار کا مقصد غیر قانونی اور غیر ذمہ دارانہ زندگی ختم کر کے باقاعدہ اور منظم زندگی شروع کرنا ہے[2] البیرونی نے اُپ نین سنسکار کے سلسلے میں نہایت مفصیل بیان کیا ہے اور اسکی اہمیت ظاہر کی ہے اس کے مطابق جب برہمن اس کو تعلیم کی سمجھ دینے کے لئے زندگی بھر ان کے ماننے کا حکم دینے آتے ہیں اسی وقت وہ اس کی کمر کے چاروں طرف ایک کمر بند باندھتے اور اسے جنیو کا ایک جوڑا یعنی نو اکہرے تاروں کو یکجا بٹ کر بنائی ہوئی ایک مضبوط رسی اور ایک تیسرا جنیو جو کپڑے کا بنا ہوا اکہرا ہوتا ہے، اسے دیتے ہیں۔ یہ جنیو بائیں کندھے سے دائیں کو لہے (ہاتھ کے نیچے) تک جاتا ہے اسے اختیار کرنے کے لئے دنڈ اور درھرنا می گھاس کی انگوٹھی چھنگلیا میں پہنائی جاتی ہے۔ اس کو پہننے کا مقصد یہ ہے کہ اس ہاتھ سے حاصل کیا ہوا عطیہ (دان)، مبارک شگون اور سکھ دینے والا ہو اس انگوٹھی کی فرض شناسی اتنی مشکل نہیں ہے جتنی جنیو کی۔ کیونکہ جنیو کو کسی بھی وقت

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۵۷-۱۵۶

[2] راجبلی پانڈے: ہندو سنسکار صفحہ ۹۹-۱۰۰

Marfat.com

بدن سے الگ نہیں کرتا ہے۔ اگر وہ کھاتے وقت یا ضروری حاجت کو پوری کرتے وقت اتار دیتا ہے۔ تب وہ ایسا پاپ کرتا ہے جو تلافی کے کسی کام اور خیرات وانواس کے بغیر نہیں چھوٹ سکتا۔[1] البیرونی آگے لکھتے ہیں کہ طالب علم (ابھیلاشی) تیسرے جنیو کی ایک ڈوری سے اور کپاس کی اکہری ڈوری سے اپنے کو لپیٹتا ہے یہ کام اس وقت مکمل ہوتا ہے جب اس کی عمر کا بارھواں برس ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اسی کے درمیان اسے دنڈ (لکڑی) دیا جاتا ہے جس سے وہ جنگ کر پائے۔[2] اپ نین سنسکار کا انعقاد اس وقت کیا جاتا ہے جب بالک ویدوں کا مطالعہ شروع کرتا ہے۔ اس سنسکار کے انعقاد کی مختلف بیانوں میں مختلف عمر ہے منو نے برہمن کا جنیو کپاس کا، چھتریہ کا سن کا اور ویشیہ کا اون کا بنا ہوا تین لڑی کا بیان کیا ہے۔ منو کے خیالات البیرونی کے خیالات سے مماثلت رکھتے ہیں۔ اس کے مطابق بھی چھتری کا جنیو ری کا ہوتا ہے جو اسکی عمر کے بارھویں سال کے خاتمے پر پہنایا جاتا ہے۔ اس نے ویشیوں کا اکہرا جنیو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ دو تاروں کا بنا ہوتا ہے۔ شودر غریب ہونے پر بھی جنیو اختیار کر سکتا ہے۔[5] اس سنسکار کا قدیم ہندو سماج میں دیگر سنسکاروں کے برخلاف اہم مقام تھا۔ زندگی کو معین اور باقاعدہ

---

[1] جے شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت ص ۲۶۴ ۲۷ بحوالہ البیرونی انڈیا حصہ دوم ص ۱۳

[2] جے شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت ص ۲۶۴ ۲۷ سنت رام صفحہ ۱۶۹-۱۶۸،

[3] پڑھیے: ہندو سوشل آرگنائزیشن حصہ ۲ صفحہ ۲۲۱-۲۲۰-۲۱۹

[4] سنت رام البیرونی کا بھارت حصہ سوم صفحہ ۱۷۶

[5] سنت رام البیرونی کا بھارت حصہ سوم ۱۷۷-۱۷۶

بنانے کی ترکیب اسی سنسکار کے ذریعہ آدمیوں کو حاصل ہوئی تھی اب نئے سنسکار کا انعقاد برہمنوں میں قدیم زمانے سے خاص طور پر ہوتا چلا آیا ہے جدید ہندو سماج میں اس سنسکار کا انعقاد صرف طبقہ برہمن میں رہ گیا ہے

وِواہ سنسکار

سماج میں مروجہ سنسکاروں میں شادی کا قابل فخر مقام ہے وواہ سنسکار کے ذریعہ گرہستھ آشرم میں داخل ہوا جاتا ہے کیونکہ اس موقع پر آدمی اپنی نسل کے سلسلہ کو چلانے کا ذمہ قبول کرتا ہے نسل کے سلسلہ کو چلانے کیلئے وواہ (شادی) کی اہمیت قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے اس کی عدم موجودگی میں آدمی بے نور (بے نور) مانا جاتا ہے۔ عرب سیاحوں نے ہندوستان میں رائج شادی کی روایت، عمر، طریقے پر روشنی ڈالی ہے البیرونی وواہ (شادی) کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ باقاعدہ شادی کی زندگی کے بغیر کوئی ذات نہیں رہ سکتی کیونکہ اس کے ذریعہ خواہش کے اس زور کا سدباب ہوتا ہے جسے مہذب لوگ پسند نہیں کرتے ہیں اس سنسکار کی اہمیت البیرونی کے درج ذیل جملوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ استاد شاگرد کو شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے اور وہ شادی کرکے ایک خاندان قائم کرتا ہے[1]۔ ہندوستانی مذہبی کتابوں میں شادی کو ایک مقدس سنسکار مانا گیا ہے۔ جدید دور میں بھی ہندو سماج میں وواہ سنسکار ایک ضروری اور مذہبی سنسکار مانا جاتا ہے۔

---

[1] کچاؤ البیرونی انڈیا حصہ دوم صفحہ ۱۵۵

[2] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ دوم " ۱۳۱

Marfat.com

انیتم یا انتیشٹ سنسکار

موت کے بعد آدمی کی آخری کریا کرم کے سلسلے میں عرب یاتریوں نے اپنے بیانات پیش کئے ہیں۔ عرب مصنف ابن خرداذبہ نے لکھا ہے کہ ہندوستانی اپنے مردوں کو آگ میں جلاتے ہیں۔ راجاؤں کی موت کے موقع پر ان کی رانیاں بھی خواہش کے مطابق ان کی چتا کے ساتھ جل کر ستی ہو جاتی تھیں[1]۔ سلیمان نے بھارت میں مُردے جلانے کا ذکر کیا ہے جلاتے وقت ان کی چتا میں صندل، چندن، کافور اور زعفران ڈالا جاتا تھا[2]۔

ابو زید الحسن سیرافی نے اس سلسلے میں تعجب خیز بات لکھی ہے بھارت میں یہ رواج ہے کہ جب کسی عورت یا مرد کی عمر دراز ہوتی ہے اور اس کے حافظے کی قوت کمزور ہو جاتی ہے تو اس کے رشتہ دار غور کرتے ہیں اسے آگ میں جھونک دیں یا پانی میں ختم کر دیں کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ دوسرا جنم پاکر لوٹ آئیں گے۔ ان کے یہاں مردوں کو جلانے کا رواج جاری ہے[3]۔

اسی طرح سلیمان اور ابن فقیہ ہمدانی نے لکھا ہے کہ ہندوستانی اپنے رشتہ داروں کے مرجانے پر اپنے سر اور داڑھی منڈوا دیتے ہیں[4] یہ روایت

---

[1] ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ اول صفحہ ۹۰

[2] سلیمان صفحہ ۵ سلسلہ ندوۃ العرب بنارس۔ سمندھ مترجم رام چندر صفحہ ۶

[3] ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۹۱

[4] سلیمان صفحہ ۵۷۶

موجودہ ہندو سماج میں موجود ہے۔
اور یہی لکھتا ہے، ہندوستانی باشندے بیشتر اپنی لاشوں کو جلاتے ہیں اس موقع پر وہ دکھی نہیں ہوتے وہ لاشوں کو قبروں میں دفن نہیں کرتے ہیں[1]۔ ہندوستان کے کئی شہروں میں جو سندھ سے متعلق تھے مردے کو اپنے گھر میں چھپا کر دفن کیا جاتا تھا پھر قبر کو مٹی سے برابر کر دیتے تھے[2]۔
بزرگ بن شہریار نے اس بارے میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے دسلی صوبوں میں بوڑھی عورتوں اور مردوں کو جلا دینے کی رسم ہے[3]۔
مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں کچھ لوگ راجہ سے آگ میں جلنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ آگ جلانے کے بعد جلنے والا شخص بازار میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ گھومتا ہے اور آخر میں آگ میں کودتا ہے اس کی کھوپڑی جلتی رہتی ہے اور وہ جلتا رہتا ہے۔
مذکورہ بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستان میں آگ کو سب سے زیادہ مقدس سمجھا جاتا تھا اسی سبب اس میں جل کر مرجانے کو لوگ اچھا سمجھتے تھے۔
مرنے میں بھی آگ کو مقدس سمجھا جاتا ہے اسی بنا پر موت کے بعد آدمی کو آگ کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ البیرونی نے آخری رسم کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندوؤں کے مطابق مردوں کے رشتہ داروں کا فرض ہے کہ ان کو اشنان (غسل) کرائیں۔ اس میں خوشبودار سامان

---

[1] ـــــ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ دوم صفحہ ۱۱۴
[2] ـــــ " " " " " ۱۱۵
[3] ـــــ " " " " " ۱۱۵

لگائیں اور کفن میں لپیٹ کر صندل (چندن) اور دوسری لکڑی جتنی مل سکے اس کے ساتھ اسے جلا دیں۔ جلنے کے بعد ہڈیوں کے اجزاء گنگا میں پھینک دیئے جاتے ہیں تاکہ گنگا اس پر بہے جس طرح راجا کی اولاد کی جلی ہوئی ہڈیوں پر بہہ چکی ہے۔ راکھ کا بقیہ حصہ کسی بہتے ہوئے نالے یا ندی میں ڈال دیا جاتا ہے۔ آخری رسم کے بارے میں ہندو قانونی مذہبی ماخذوں کے بیان عرب مصنفین کے بیانات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ یرانوں (۱۲۱۰ء) میں جلائے جانے کا ذکر ملتا ہے ہندو قانون دانوں میں مردے کو جلانا سب سے اچھا مانتے ہیں جس کا رواج جدید ہندو سماج میں واضح طور پر پہلے سے ہی طے ہوتا ہے۔

مذکورہ تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی قدیم روایتوں میں ستکاروں کا اہم مقام تھا اسکے ذریعہ آدمی کو ادائیگی قرض کی تحریک ملتی تھی۔

لہ سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ دوم ص ۵۹ - ۱۵۸

شادی

ہندوستانی سماج میں شادی کو ایک مقدس سنسکار کا نام دیا گیا ہے عرب مصنفین نے "شادی" کے سلسلے میں مختلف خیال پیش کیے ہیں جن سے ہندوستانیوں میں مروجہ شادی سے متعلق اس وقت کے رسوم و روایات پر روشنی پڑتی ہے۔

البیرونی نے شادی بیاہ کے سلسلے میں لکھا ہے کہ کسی بھی ذات کا وجود باقاعدہ شادی شدہ زندگی کے بغیر ناممکن ہے۔ ہر آدمی کے ان نفسیاتی خواہشات پر پابندی لگاتا ہے جن سے مہذب آدمی نفرت کرتا ہے[1] شادی بیاہ کے متعلق عربی مصنف البیرونی، سلیمان، ادریسی اور ابن روستا اور مقدسی نے اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ البیرونی شادی کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ ہر ایک ذات کے یہاں خاص طور پر ان ذاتوں کے یہاں جو اشوہ کا بنیادی مذہب اور اصول رکھنے کا دعویٰ کرتی ہیں، شادی کے خاص رسم و رواج ہوتے ہیں[2]۔ کوئی بھی ذات شادی کے بغیر نہیں رہ سکتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ آچاریہ نوجوان کی شادی کر کے ایک خاندان کی بنیاد رکھتا ہے[3]

شادی کے لائق عمر

البیرونی کے مطابق ہندو لوگ بہت کم عمری میں شادی کرتے ہیں جس کے

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا، حصہ ۲ صفحہ ۱۵۵-۱۵۴

[2] " " " " ۱۵۴

[3] " " " " ۱۳۱

Marfat.com

مطابق بارہ برس سے زیادہ عمر کی عورت سے شادی کرنے کا قانون نہیں ہے۔ ابن رشتا نے بھی لکھا ہے، لوگ زنا (ناجائز ہمبستری) سے بچنے کیلئے اپنے بیٹوں کی شادی جلدی کم عمر میں کر دیتے ہیں[۲] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت شادی کی عمر مقرر تھی۔ ہندوستانی مذہبی کتابوں اور دستاویزوں میں شادی کے لائق عمر کے سلسلے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کے مطابق بیوی شوہر سے کم سے کم تین سال یا اس سے زیادہ چھوٹی ہونی چاہیئے۔ کم عمر میں شادی کر دینے کا سبب کچھ نہ کچھ ضرور رہا ہوگا جیسا کہ سی۔ وی۔ ویدیہ نے لکھا ہے کہ کم عمر کی شادی کا سبب عورتوں کا بدھ بھگیڑی ہوجانا ہے جسے روکنے کے لیے بچپن کی شادی کی روایت چلی ہے[۳]۔ ڈاکٹر راج بلی پانڈے کم عمر کی شادی کا سبب سیاسی بتاتے ہیں۔ وہ بچپن کی شادی کا سبب ہندوستانی بودھ دھرم نہ ہوکر دو تہذیبوں کا تصادم بتاتے ہیں۔ تیسری چوتھی صدی میں غیر ملکی حملوں سے حفاظت کیلئے اور عورتوں کے اغوا سے بچنے کے لئے کم عمر میں شادی کا انتظام کیا گیا[۴]۔ ہندوستانی سماج میں عورت کو پاک اور قابل پرستش مانا جاتا رہا ہے۔ سماج میں ان کے لئے ہمدردی اور ادب و احترام کے جذبات کافی رہے جب کہ غیر ملکی سیاح نے عورت کو ذریعہ عیش کی شکل میں بیان کیا ہے۔ ممکن ہے سماج میں عورت کی عزت

---

[۱] سجاد البیرونیز انڈیا حصہ اول صفحہ ۱۵۴

[۲] ابن رشتا صفحہ ۱۳۴-۱۳۴

[۳] سی۔ وی۔ ویدیہ ہندو سیڈیول انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۰۸

[۴] راج بلی پانڈے ہندی ساہتیہ کی بیٹھیکا حصہ ۱ صفحہ ۱۶

Marfat.com

اور حفاظت کے تحت کم عمری میں شادی کا رواج ہوا ہو گا۔

قدیم زمانے سے ہندو سماج میں یہ روایت تھی کہ شاگرد استاد کے آشرم میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ تعلیم مکمل کر کے برہمچریہ آشرم کی تکمیل کرنے کے بعد شاگرد کو گرہستھ آشرم میں داخل کرتے تھے۔ اس کا ذکر اور وہاں باپ کی اجازت سے شادی کرنا تھا۔ البیرونی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ آچاریہ یا استاد برہمچریہ آشرم کے بعد اسے (شاگرد کو) شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے۔[1]

شادی بیاہ کے طریقے

ہندو معاشرے میں شادی ایک مذہبی سنسکار مانا جاتا ہے۔ اس بنا پر اس موقع پر مختلف مذہبی سرگرمیاں ضروری ہوتی ہیں۔ عرب مصنف مقدسی اور سلیمان شادی کے طریقوں کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہندو ریاستوں میں سگے رشتہ داروں میں شادی ممنوع ہے۔[2] البیرونی بھی خون کے رشتوں جیسے بہن بھتیجی، ماں، بھوپی اور اس کی لڑکیوں سے شادی ممنوع بتاتے ہیں۔ شادی کے لئے ایسے رشتوں میں پانچ نسلوں کا بالترتیب فرق ہونا ممنوع ہے۔ البیرونی کے مطابق ایسے شادی کے رشتے سماج میں ممکن تو ہیں لیکن انھیں اچھا نہیں مانا جاتا ہے۔[3]

شادی کے طریقوں کے سلسلے میں سلیمان اور مقدسی نے لکھا ہے کہ جب لوگ شادی کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ایک دوسرے کے یہاں کہا سنی

---

[1] چاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۳۱

[2] مطہر بن طاہر مقدسی حصہ ۴ صفحہ ۱۲-۱۱

[3] سلیمان صفحہ ۲۳

Marfat.com

ہوتی ہے پھر تحفے بھیجتے ہیں پھر طبل اور جھانجھ بجا کر شادی کا اعلان کرتے ہیں نیز جتنا بھی ہو سکتا ہے دھن دولت دیتے ہیں[1]۔ اولاد کی شادی کی مکمل تیاری ماں باپ کرتے تھے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ ماں باپ اپنے لڑکوں کی شادی کا بندوبست کرتے ہیں[2]۔ ابن خرداذبہ کے مطابق عورت شادی کے بعد بدچلنی کرے تو ایسی عورت کو قتل کرنا پورے دیش میں ضروری سمجھا جاتا ہے[3]۔ ادریسی نے لکھا ہے کہ بنی یمان جزیرہ کے لوگ بہت زیادہ بہادر اور جنگجو ہیں۔ ان کے یہاں شادی کی قدیم روایت بہت بہت عجیب ہے۔ جب وہ شادی کی خواہش کرتے ہیں اور جس عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں اس کے گھر والے اس سے کسی آدمی کا قتل کر کے اس کی کھوپڑی پیش کرنے کو کہتے ہیں جب وہ شخص کسی آدمی کا قتل کر کے اس کی کھوپڑی پیش کر دیتا ہے تب اس کی شادی اس عورت سے ہو جاتی ہے جس سے وہ چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص کئی عورتوں سے شادی کا خواہشمند ہوتا تھا تو اس کو کئی آدمیوں کی کھوپڑی پیش کرنی پڑتی تھی ایسے لوگوں کو سماج میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا[4]۔ شادی کے طریقوں کا بیان کرتے ہوئے البیرونی لکھتے ہیں کہ شادی کے موقع پر برہمن یگیوں کا اہتمام کرتے ہیں اور ان کو خیرات دیا جاتا ہے۔ شادی کے سامان پیش کئے جاتے ہیں۔ دولھا عورت کو شادی سے قبل صرف

---

[1] سلیمان صفحہ ۵۲

[2] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۵

[3] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۹۴

[4] ادریسی صفحہ ۲۲ (بنی یمان دیپ) اس سے مراد انڈمان دیپ ہے جو الدیب کے دکھن پچھم میں واقع ہے۔

Marfat.com

ایک تحفہ تحفوتے کی شکل میں دے سکتا ہے اسے دوبارہ مانگنے کا حق اسے حاصل نہیں ہے۔ اگر عورت چاہے تو اپنی مرضی سے اسے واپس کر سکتی ہے[1]

قدیم ہندوستانی مذہبی ذرائع سے بھی کچھ شادی کے طریقے البیرونی کے اس بیان سے ملتے جلتے ہیں جیسے شادی کے سامان پیش کرنا اور برہمنوں کے ذریعہ لگیون کا اہتمام اور دان دینا وغیرہ۔

ہندوستان کے وسیع صحن میں مختلف ذاتیں رہتی رہی ہیں ان کے رسوم و رواج میں آپس میں فرق و امتیاز دکھائی دیتے ہیں۔ عرب مصنفین نے ہندوستان کی ان روایت کے اختلاف کو الگ الگ ڈھنگ سے پیش کیا ہے۔

شادی کی قسمیں

عرب مصنفین البیرونی نے شادی کی قسموں پر روشنی ڈالی ہے جو ہندستانی مذہبی کتابوں سے مطابقت رکھتی ہیں۔ اس نے اس وقت مروجہ انولوم پرتی لوم، سگوتر، گوتر[2]۔ اور کئی بیویوں اور ایک بیوی والی شادی کا بیان کیا ہے

البیرونی کے مطابق اعلیٰ طبقہ کا آدمی اپنے سے نیچے کی ذات کی

---

[1] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۲۴

[2] انولوم وواہ: اس شادی کو کہتے ہیں جس میں اونچے خاندان کا لڑکا نچلے خاندان کی لڑکی سے
پرتی لوم وواہ: جس میں اونچے خاندان کی لڑکی اور نچلی خاندان کا لڑکا ہو۔
سگوتر وواہ: جس میں ایک ہی خاندان کی لڑکی اور لڑکا ہو۔
گوتر وواہ:

Marfat.com

یا اپنی ذات کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے[1]۔ اس طرح کی شادی [illegible] سیدھی شادی کہلاتی ہے اور یہ سماج میں قدیم زمانے سے رائج تھی والکا لوگ راجہ دیوسین کے زیر سوم ناتھ کے برہمن نے برہمن کے علاوہ چھتری عورت سے بھی شادی کی تھی[2]۔

البیرونی دوبارہ کہتا ہے کہ کسی آدمی کو اپنے سے اونچی ذات کی عورت سے شادی کرنے کا دستور نہیں ہے۔ البیرونی کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ تر اونچی ذات کے لوگ اپنے سے نیچی ذات کی لڑکی سے شادی کرتے تھے۔ البیرونی کے مطابق شادی کے قاعدے کے مطابق ایک رشتہ دار کے برعکس غیروں کے یہاں شادی کرنا عمدہ ہے۔ شوہر کے سلسلہ میں عورت کا تعلق جتنا دور کا ہوتا ہے اتنا ہی بہتر ہے۔ اپنے خاندان جیسے پوتی یا پرپوتی اور اپنے بزرگوں جیسے ماں باپ، دادی، پردادی دونوں طرح کسی قریبی رشتہ دار عورتوں کے ساتھ شادی کی ہر طرح سے ممانعت ہے[3]۔

البیرونی نے بیوہ کی شادی پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے مطابق اگر عورت کے شوہر کی موت ہو جائے تو وہ دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہے۔ راجہ پانڈو کے باپ شنتنو نے اپنی عورتوں کو باری باری سے ویاس کے پاس بیٹے کی پیدائش کے لئے بھیجا[4]۔ البیرونی نے ہندوؤں میں شادی ٹوٹنے کو موت ہو جانے پر ہی ممکن بتایا ہے۔ زندگی کی حالت میں شادی ٹوٹنے کا

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۶-۱۵۵

[2] آرکیالوجیکل سروے آف ویسٹرن انڈیا حصہ ۴ صفحہ ۱۴۰

[3] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۲ " ۱۵۵

[4] " " حصہ ۱ " ۱۰۷

Marfat.com

کام نہیں سر سکتا تھا۔ ہندوؤں میں شادی ٹوٹنے کا رواج نہیں تھا[1]
البیرونی اولاد کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ اولاد کی نسل ماں باپ
دونوں سے متعین ہوتی ہے جیسے برہمن ماں باپ سے پیدا شدہ اولاد
برہمن کہی جائے گی[2]۔ اس طرح البیرونی نے باہمی ذات کے آدمی والے
ایک ہی قبیلے کے، کئی شوہروں کے کئی بیویوں کے، بیوہ کی شادی وغیرہ
پر اچھی روشنی ڈالی ہے جن کا بیان اس وقت کی مذہبی کتابوں میں بھی
کیا گیا ہے۔

جہیز

البیرونی نے جہیز کے رواج کے سلسلے میں لکھا ہے کہ شوہر کی طرف
اور لڑکی کی طرف سے باپ کی جانب سے طے شدہ اور متعین تحفے کا دستور
نہیں تھا۔ وہ صرف اپنی طرف سے بیوی کو اپنی پسند کا تحفہ دیتا ہے اور اسکو
واپس کرنے کی امید نہیں رکھتا لیکن وہ اسے اپنی مرضی سے واپس
کر سکتی تھی[3]

ہندوستانی مذہبی کتابوں میں جہیز کی روایت کے اصول کا علم
ہوتا ہے قدیم زمانے سے مروجہ یہ روایت دھیرے دھیرے نئے سماج
کی لعنت بن گئی ہے اور یہ اتنی اختیار ہو گئی ہے کہ اس کے بغیر لڑکی کی
شادی ہی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔

---

[1] جے شنکر شرما گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۵۱ بحوالہ البیرونی انڈیا حصہ ۲
صفحہ ۱۵۴ [2] سنت رام البیرونی کا بھارت صفحہ ۲۰۰ بحوالہ البیرونی انڈیا حصہ ۲
صفحہ ۱۵۶ [3] بحوالہ البیرونی انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۶

عورتوں کی حالت

ہندو معاشرے میں عورتوں کی عزت اور احترام کن ویدکے زمانے سے ہی قابل نمونہ اور قابل فخر رہا ہے گرہستھ زندگی میں عورت کا اہم مقام رہا ہے۔ کبھی عورت حکمراں کی شکل میں، کبھی دیوداسی کی شکل میں، کبھی پنڈت (عالم) کی صورت میں اور کبھی مثالی حکمراں کی شکل میں جانی جاتی ہے عرب سیاحوں نے سماج میں عورتوں کے وقار اور مختلف میدانوں میں ان کے حصہ لینے کا بیان کیا ہے جس سے عورتوں کی حالت پر اہم روشنی پڑتی ہے۔ ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کی حالت پر اہم روشنی ڈالی ہے۔ ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کی حالت قدیم زمانے میں ترقی یافتہ تھی لیکن وسطی زمانے میں ان کے وقار میں کمی آگئی تھی۔

البیرونی نے ۱۰۳۰ء میں عورتوں کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لڑکی کے برعکس لڑکے کا دھیان رکھا جاتا تھا۔[1] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سماج میں عورتوں کی حالت اچھی نہیں تھی۔ لڑکیوں کی بہ نسبت بیٹے کا ہونا خوش حالی اور عیش و آرام کا ذریعہ مانا جاتا تھا قدیم زمانے میں ہی نہیں جدید ترقی یافتہ سماج میں لڑکی کی حالت میں اہم تبدیلیاں ہوئی ہیں اور ہندوستانی حکومت نے ان کی حالت کو بہتر بنانے میں کامیاب کوشش کی ہے لیکن پھر بھی سماج میں عورت

---

[1] دیکھئے: البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۸۱

ہندوستان ایک پانی ہے وسطی زمانے میں معاشرے میں متعدد خراب رسوم، بچپن کی شادی ستی کی رسم وغیرہ نے جنم لیا تھا جس سے عورت کے وقار کو حد سے زیادہ صدمہ پہنچا تھا۔ وسطی زمانہ ایک بدلتا ہوا زمانہ تھا۔ اس تبدیلی سے عورتوں کی حالت میں بھی اہم تبدیلیاں ہوئیں۔ ڈاکٹر گھوشال اور ڈاکٹر آر۔ سی۔ مجمدار نے لکھا ہے کہ سماج عورتوں کی حالت اور ان کے جائداد کے حقوق کو دیکھتے ہوئے ان کا مقام ترقی پذیر معلوم ہوتا تھا۔[1]

ہندوستان کے مذہبی ورثہ کی بنا پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں کی پیدائش کے وقت طرح طرح کی تقریبات منعقد کی جاتی تھیں۔ لڑکی کے مقابلے میں لڑکے کی پیدائش پر خوشی اور زیادہ استقبال کیا جاتا تھا

عرب سیاح البیرونی نے ہندوؤں کی حالت کا ذکر کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ مرحوم آدمی کا کوئی جانشین ہے تو اسے اس کی بیوہ کو جب تک وہ زندہ رہتی ہے تب تک کھانا اور کپڑا دینا پڑتا ہے[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سماج میں عورتوں کی حالت بہتر تھی۔ تبدیل شدہ زمانے میں شوہر کی موت کے بعد خاص طور سے بیوہ کے حقوق کو منظوری ملی اس طرح شوہر کی موت کے بعد خاص کر بیوہ ہی جانشین ہوتی تھی۔ کوٹلیہ نے البیرونی کی طرح بیوہ کو شوہر کی جائداد کا حصہ دار مانا ہے۔ کچھ مذہبی کتابوں نے بیوہ کے مردہ شوہروں کی جائداد کے حق میں انکار کیا ہے۔ ہندوستانی کتابوں سے ملا خلاصہ بیان البیرونی

---

[1] گھوشال اسٹڈیز آن فادر اسپیکٹس صفحہ ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۹

[2] سچاؤ البیرونی انڈیا۔ حصہ ۲ صفحہ ۱۹۶

Marfat.com

کا ہے جس میں بیوہ کو مردہ شوہر کا حصہ دار مانا گیا ہے۔

عرب سیاح البیرونی کے زمانے میں ہندوستان میں عورتوں کے مردہ شوہر کے جانشین کو زندگی بھر امداد دینے کا قانون تھا دھیرے دھیرے سواؤں کی حالت میں سدھار ہوا اور بیوہ کی شادی کا رواج ہوا تھا۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اثر و رسوخ کے زیر اثر سماج میں بیوہ کی از سر نو شادی کا چلن ہوا۔

قدیم زمانے میں عورتوں کا سیاست میں قابل لحاظ حصہ تھا۔ متعدد مثالیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں نے حکمراں کی شکل میں حکمرانی کی ہے[۲]۔ جاہمان اور گہڑوال نسل کی عورتوں نے آزاد حکومت کو چلایا[۳]۔ چند ایک خاندان کی رانیاں بھی عوام کے کاموں میں دلچسپی رکھتی تھیں ہرش راج کی رانی پرتاپ دیوی اور گہڑوال راجہ جے چندر کی رانی وغیرہ کی اپنی شخصیت تھی جنھوں نے کامیابی کے ساتھ حکومت کا انتظام سنبھالا عرب سیاح سلیمان کے تذکرے سے بھی ہندوستان کے جزیروں میں عورتوں کے حکومت کرنے کی بات معلوم ہوتی ہے۔ اس سے نظام حکومت میں عورتوں کے حصہ لینے کی معلومات ہوتی ہے۔ کچھ عورتوں نے سرپرستوں کی غیر موجودگی میں خود انتظام حکومت چلایا سکندر کے حملے کی مدافعت مرد کے مقابلے میں بھی

---

[۱] ایم۔ بی شریواستوا۔ سوسائٹی اینڈ کلچر ان میڈیول انڈیا صفحہ ۱۴۰

[۲] سنگیتھنیر کے مطابق یان دین ضلع پر حکومت عورتیں کرتی تھیں

[۳] رضا نیوگی۔ دی سپریمی آف دی گہڑوال ڈائناسٹی صفحہ ۴۲۸

[۴] ڈاکٹر الیسی کے۔ سترا: دی ایڈمنسٹریشن آف کھجوراہو ۱۹۵۸ء صفحہ ۱۷۷

Marfat.com

شوہر کی موت کے بعد ست رگ کی شہزادی نے کیا تھا۔ اسی طرح آندھرا سات واہن خاندان کی راج مانا نینکا نے اپنے کم عمر لڑکے کے سبب خود نظام حکومت کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔ واکاٹک خاندان کی رانی پربھاوتی گپتا نے بھی لڑکے کی کم عمری کے سبب خود حکومت کی تھی۔ متعدد عورتوں نے نہایت عمدگی سے نظام حکومت چلانے کی مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں۔ کشمیر کی سگندھ، ددھا اور چالکیہ خاندان کی اکادوی اور سیلا دیوی نے اپنے خاندان کا بڑی خود اعتمادی سے حکمرانی کا انتظام کیا تھا۔

عرب سیاحوں کے بیانات اور ہندوستان کی تاریخی کتابوں کے مطالعہ سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی عورت بہادری دکھانے میں میدان جنگ میں مردوں سے کسی طرح بھی کم نہیں رہی ہے۔ متعدد بہادر حکمراں عورتوں نے میدان جنگ میں دشمن کی مقابلت کرتے ہوئے اپنی جانوں کی قربانی دی۔ اسی طرح مضبوط حکومت چلانے میں بھی عورتوں نے تعجب خیز شائبہ کا ثبوت دیا۔

البیرونی نے عورتوں کی جائداد سے متعلق حقوق کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ لڑکے کی عدم موجودگی میں لڑکی حقدار ہوتی ہے اسی طرح ہندوستانی مذہبی کتابوں نے عورتوں کے جائداد سے متعلق حقوق کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ٹلیہ نے ایسی لڑکی جس کا بھائی نہ ہو کو جائشیں ٹھہرا دیا ہے خواہ اسے کم ہی حصہ کیوں نہ ملے۔

عرب سیاحوں نے اس وقت کے سماج میں رائج پردے کی رسم پر

لہ انڈین اینٹی کوائری حصہ ۶ صفحہ ۲۷۴

ہے شنکر شرما: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۵۵

روشنی ڈالی ہے۔ ابو زید نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ ہندو چالوکی راجہ دربار میں اپنی رانیوں کو پردہ نہیں کراتے تھے نیز کوئی بھی غیر ملکی یا غیر متعارف شخص ان کو دیکھ سکتا ہے[1]۔ عرب سیاح کے بیان سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ دیدک دور میں پردہ کے رسم کا چلن نہیں تھا۔ عورتوں کو گھومنے پھرنے کی مکمل آزادی تھی لیکن کچھ زمانے کے بعد عورتوں کی آزادی پر پابندی لگا دی گئی اور انکی آزادی صرف گھر کے اندر محدود ہو گئی۔ صرف خاندانی نند اور مہاراشٹر میں راجاؤں کی رانیاں کھلے شاہی دربار میں نہیں حاضر ہو سکتی تھیں[2]۔ ڈاکٹر التیکر نے لکھا ہے کہ قدیم مذہبی کتابوں اور سنسکرت ناٹکوں میں پردہ کے رسم کا بیان نہیں کیا گیا ہے[3]۔ ساتویں صدی میں ہندوستان کی سیاحت پر آنے والے سیاح ہیون سانگ نے لکھا ہے کہ اس وقت پردے کی رسم کا رواج نہیں تھا[4]۔ ہرش کی بہن راجیہ شری اپنے بھائی کے راجہ دربار میں بیٹھتی تھی[5]۔ چند اہل کرانی عوام کے کاموں میں خصوصی دلچسپی رکھتی تھیں۔ بھرہت مورتی کلا میں رسم پردہ کی عکاسی کی گئی ہے جس کے نمونے دکھنی چندرا اور رویوتا مخل کوکا کی مورتیاں ہیں[6]۔ ان بیانات کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ بودھ کے زمانے میں رسم پردہ کا رواج تھا گیت کمال ہے

---

[1] ایلیٹ: ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۱
ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۷۰

[2] پروفیسر اندرا: دی اسٹیٹس آف ویمن ان انشینٹ انڈیا صفحہ ۶۸-۷۱

[3] کا۔ وی۔ ویدیہ: میڈیول ہندو انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۸۸

[4] اے۔ ایس۔ آلتیکر: دی پوزیشن آف ویمن ان ہندو سویلائزیشن صفحہ ۲۷۲

[5] اشوک کمار: انڈیا انڈسکرائیڈ بائی عرب ٹریولرس صفحہ ۲۹ [6] جرنل آف دی کلینگ ریسرچ سوسائٹی حصہ ۱۰ صفحہ ۲۴۰

Marfat.com

عورتوں کی تصویروں میں پردے کا چلن نہیں معلوم ہوتا ہے اس لیے اس سلسلے میں ڈاکٹر التیکر نے لکھا ہے کہ قدیم زمانے میں پردے کا رواج نہیں تھا۔ چچ نامہ میں محمد بن قاسم کے حملے سے متعلق تفصیلات میں عورتوں کے پردہ نہ کرنے کی سند ملتی ہے۔ سندھ کے راجہ داہر کی شکست کے بعد اس کی رانی لاڈی بائی نے کچھ فوجوں کے ساتھ ۷۱۲ء میں بہادری کے ساتھ محمد بن قاسم کی فوج سے جنگ کیا تھا اور قلعے کی حفاظت کی تھی۔[1] اسی طرح نائی کی دیوی نے اپنے بیٹے کو گود میں لے کر شہاب الدین سے جنگ کی تھی۔[2] متعدد بہادر عورتوں نے میدان جنگ میں ملک کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جانوں کی بھی قربانی دی۔ اس طرح بیشتر ثبوت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ قدیم زمانے میں پردے کا چلن نہیں تھا لیکن مسلمانوں کے حملے کے بعد ان کے اثر کے نتیجے میں غالباً ہندو سماج میں پردے کا رواج شروع ہوا جبکہ مسلمانوں کے حملے سے قبل ہندوستان میں عورتوں کو مکمل طور سے آزادی حاصل تھی۔ کچھ لوگوں کے خیال کے مطابق یہ رسم ناقابل فراموش ہے جو کہ قدیم ہندو سماج کی تاریخ میں مشہور ہے

---

[1] اے۔ ایس۔ التیکر۔ سٹیٹس آف وومن ان انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۷۱

[2] ایلیٹ اینڈ ڈاوسن : ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۷۲

[3] ایم۔ پی شرلیکر : سوشل اینڈ کلچرل ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۸۱

[4] مس کوپر ایلزبتھ : دی حریم اینڈ دی پردہ لندن ۱۹۱۵ صفحہ ۱۰۲

کی۔ وی۔ ویدیہ : ہسٹری آف ہندو انڈیا حصہ ۳ " ۱۸۸

ایس۔ ایم جعفر : سم کلچرل آسپکٹس آف مسلم ان انڈیا " ۱۹۷-۲۰۱

ایچ۔ این لاء : اسٹیٹیوٹ آف ہندو پالیٹی "

Marfat.com

جدید ترقی پذیر سماج میں عورتوں میں پردے کا چلن مکمل طور سے غائب ہو گیا ہے۔

عرب سیاحوں کے بیانات میں اس وقت کے سماج میں رائج ستی کی رسم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ رسم انتہائی قدیم زمانے سے موجود تھی البیرونی نے اس سلسلہ میں لکھا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر مر جاتا ہے تو وہ کسی دوسرے شخص سے شادی نہیں کر سکتی ہے۔ بیوہ عورت کے لیے دو ہی راستے ہیں۔ زندگی بھر بیوہ رہنا یا اپنے کو جلا دینا آخر کار وہ دوسرے راستے کو ہی بہتر سمجھتی ہیں کیونکہ وہ چاہتی ہیں کہ وہ کبھی ارادہ کر لیں کہ ان میں سے کوئی بھی اتفاقاً ایسا کام نہ کر سکے جو انکے حاصل شدہ عزت و احترام ان کے برعکس ہو۔ ہندوستانی صرف زیادہ عمر کی عورتوں یا لڑکے والی عورتوں کو ہی اس کا مخالف مانتے ہیں کیونکہ لڑکا ماں کا ذمہ دار محافظ ہوتا ہے[1]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ستی کی رسم اپنانے والی عورتوں کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یونانی مورخوں نے بھی ستی کی رسم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسٹریبو نے ٹیکشلا کی عورتوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ وہ مردہ شوہر کے ساتھ خوشی خوشی جل مرتی ہیں[2]۔ سعودی رسم ستی کے سلسلے میں لکھتا ہے کہ ہندوؤں میں جب کوئی مرتا ہے تو اس کی بیوہ بھی زندہ جلا دی جاتی ہے جسے ستی ہونا کہتے ہیں لیکن جب عورتیں خود چاہتی ہیں تب ہی ستی ہوتی ہیں ورنہ انھیں نہیں جلایا جاتا ہے۔

---

[1] سچاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۵

[2] سکرنڈل : انشینٹ انڈیا ایز ڈیسکرائبڈ بائی صفحہ ۷۰-۶۹

Marfat.com

ان مرنے والوں کے ساتھ ان کے جانور، سامان اور زیورات وغیرہ بھی جلا دیے جاتے ہیں[1]۔

گلہن کی راج ترنگنی میں مذکور ہے کہ شنکر ورمن کے مرجانے پر اس کی سرنندر وتی نام کی بڑی رانی کے ساتھ تین رانیوں نے اپنے کو آگ میں جلا دیا تھا۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ راج پوت اور جنگجو طبقہ میں ستی کی رسم کا خصوصی تذکرہ ملتا ہے[2]۔ گہل خاندان کی دو رانیاں چتا میں جل کر ستی ہو گئی تھیں۔ نیپالی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ راجا دھرم دیو کے مرنے پر اس کی بیوی راجیہ وتی نے اپنے کو جلا دیا تھا[3]

گھٹیالا اسی لیکھ راج پوت سامنت، راڑک کا ذکر کرتا ہے جس کی چتا کے ساتھ اس کی بیوی کمیل دیوی نے اپنی جان دے دی تھی[4]۔ اسی طرح جانوگیت کے سپہ سالار گوپ راج کی بیوی نے شوہر کی موت کے بعد اپنے کو ستی کر لیا تھا۔ دستاویزی شہادتوں کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ ستی کی رسم کا چلن خاص طور سے شاہی گھرانوں اور اعلیٰ ذات میں زیادہ تھا لیکن دھیرے دھیرے اس کا چلن عام طبقہ میں بھی ہو گیا تھا۔

مسعودی کی طرح سلیمان نے بھی ستی کی رسم پر روشنی ڈالی ہے اس کے مطابق یہاں یہ قاعدہ ہے کہ جب راجہ مرجاتا ہے تب اسکے ساتھ

---

[1] مسعودی مروج الذہب حصہ ۲ صفحہ ۱۰ - ۵۹

[2] بے شنکر شرما گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۹۵ - ۱۹۴

[3] انڈین انٹیٹی کوٹری حصہ ۹ صفحہ ۳۵۰ - ۳۴۴ - ۱۶۴

[4] پروگریس رپورٹ آف دی آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا ویسٹرن سرکل ۰۵ - ۱۹۰۴ - صفحہ ۳۵

Marfat.com

اس کی خوبیاں بھی جل جاتی ہیں لیکن یہ صرف ان کی عمر تک ہی منحصر ہوتا ہے اس میں زور زبردستی کا استعمال نہیں ہوتا۔ البیرونی نے ان عورتوں کو بھی ستی ہونے والی کہا ہے جو بیوہ ہونے کے بعد ستی نہیں ہوتی تھیں۔ یہ بات بیوہ کی مرضی پر ہوتی تھی کہ وہ ستی ہو یا پاکیزگی کی زندگی گزارے بیوہ عورت کے لئے دو ہی راستے مشہور تھے یا تو وہ پاک دامنی کی حفاظت کرتے ہوئے پاکیزگی کی زندگی گزارے یا شوہر کی لاش کے ساتھ ستی ہو جائے۔ شوہر کی موت کے بعد عورت کو زندگی کی زندگی گزارنی پڑتی تھی اسے دوبارہ شادی کی اجازت نہیں حاصل تھی[1]۔ وسطی زمانے میں کچھ حاشیہ نگاروں نے اس کی تنقید کی ہے۔ اشوگھوش کے زمانے میں ستی کی رسم رائج تھی۔ عورت شوہر کی موت ہونے پر اس کی لاش کے ساتھ ہی چتا میں جل کر جان دے دیتی تھی۔ مذکورہ بحث کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ قدیم زمانے میں ستی کی رسم صرف اعلیٰ ذات کے طبقہ اور راج گھرانوں تک ہی محدود تھی۔ اگرچہ کبھی کبھی ستی کی رسم کی مخالفت کی گئی ہے لیکن صرف بڑے نام سماج میں ستی ہونے والی عورتوں کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔۔۔۔ جدید ترقی پذیر سماج میں یہ خراب رسم سرطرح اور مکمل طور پر ختم ہو چکی ہے۔

عرب مصنفین نے ہندوستانی عورتوں کی حالت کا بیان کرتے وقت ان کی خوبصورتی کا بھی بیان کیا ہے۔ جاحظ عورتوں کی خوبصورتی کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہندوستانی بہت خوبصورت اور شیریں گفتار ہوتے ہیں خاص طور سے ان کی عورتیں ان خوبیوں کے لئے مشہور ہیں۔

---

[1] سلیمان صفحہ ۵۰

[2] پروفیسر اندرا دی اسٹیٹس آف ویمن ان انشینٹ انڈیا صفحہ ۱۷

Marfat.com

خوبصورت شکل اور میٹھی بولی محبت سے ملنا۔ یہ سب باتیں سندھ کی عورتوں میں خاص طور سے ملتی ہیں دکھنی حکومت سے زیادہ خوبصورت عورتیں ہندوستان میں کہیں نہیں ہوتی ہیں۔ ان عورتوں کو تافقیات (دکھن کی عورتیں) کہا جاتا ہے یہ عورتیں دل کو خوش کرنے کے فن میں بہت زیادہ مشہور ہیں[1]۔ دیول کے راجہ داہر کے تذکرے میں بلاذری نے لکھا ہے کہ اس جزیرے کو جزیرۂ یاقوت (رتن دیپ) اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں کی عورتیں بہت زیادہ خوبصورت ہوتی ہیں۔

مسعودی نے ہندوستانی عورتوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ہندستانی عورتوں کا قد سات ہاتھ ہوتا ہے (سات ہاتھ کا مطلب سات بالشت ہے کیونکہ سات ہاتھ بہت زیادہ ہوجاتا ہے) ملکوں کے بال گالوں پہ لٹکتے ہیں۔ آنکھ کے دیدے (پتلیوں) میں بجلی کی طرح چمک، گورا رنگ، بدن کی بناوٹ بہت سڈول۔ چوٹی اتنی لمبی کہ زمین کو چھوتی ہیں[2] مقدسی نے لکھا ہے کہ ملتان میں کوئی بھی عورت بازاروں میں بنی ٹھنی اور سنگار کیے نظر نہیں آتی ہے اور نہ ہی کوئی مرد اس سے کھلے عام بات چیت کرتے پایا گیا ہے[3]۔ سلیمان نے تافن کی عورتوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ان کا رنگ گورا ہوتا ہے اور وہ سندوستان کی بہت زیادہ خوبصورت عورتیں ہوتی ہیں۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ کامن نام کے مقام کی عورتوں کے بیٹے اور بیٹیاں دونوں خوبصورت ہوتی ہیں[4]۔

---

[1] مسعودی مروج الذہب۔ حصہ ۱ صفحہ ۳۸۴-۳۸۳

[2] " " " ۲ " ۲۰۲-۲۰۱

[3] ——— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۲۹۸

[4] " " " حصہ ۲ صفحہ ۱۳۰-۱۲۹

Marfat.com

عرب سیاحوں نے اس وقت کے معاشرے میں رائج طوائف بازی کا بیان کیا ہے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ عورتوں کو من مانی کرنے پر سزا دینے میں ہندو بہت زیادہ سخت نہیں اس طرح اس میں قصور راجہ کا ہے دیش کا نہیں[1]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ البیرونی کے آمد کے وقت طوائف بازی کی کھلی چھوٹ نہیں تھی لیکن اس کا رواج ضرور تھا۔ ۹۷۶ء میں جس وقت ابوزید ہندوستان سیاحت کرنے آیا تھا اس نے لکھا ہے کہ انڈیز دیپ (جزیرہ) میں بازاری عورتوں کے سورتوں کی عورتیں کہتے ہیں جن کی پیدائش کی جگہ مندر ہوتے ہیں اور یہ عورتیں خوبصورت لڑکی کو جنم دے کر مندر میں مورتی کے حوالے کر دیتی ہیں۔ نوجوانی میں قدم رکھنے پر ان دیوداسیوں کے لیے بازار میں ایک گھر بنایا جاتا ہے اس میں پردہ لٹکا کر لڑکی کو بازار میں اس میں بٹھایا جاتا ہے تاکہ جب کوئی اجنبی یا دوسری ذات کا نووارد شخص اس کے پاس جائے تو وہ (لڑکی) اس سے طے شدہ دھن دے کر اسے مطمئن کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سماج میں دیوداسی کی شکل میں طوائف بازی کی حوصلہ افزائی حاصل تھی[2]۔ قدیم زمانے میں طوائفوں کا مقام سماج میں دیگر عام عورتوں سے بلند تھا۔ گانے بجانے اور شگیت کے رسیا لوگ طوائفوں کی جانب کھنچے رہتے تھے۔ دیوداسی رسم کے چلن کے ثبوت متعدد مقامات پر ملتے ہیں ہندو العالم کے مصنف نے (۹۲۸-۹۷۸ء) لکھا ہے

---

[1] سہائے: البیرونی انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۲۰-۱۲۹

[2] ابوزید صفحہ ۱۲۰-۲۹

Marfat.com

کرنی مان کے مندر میں ناچنے والی عورتوں کی تعداد بتیس تھی جس کا بنیادی کام مندر کی مورتی کے چاروں طرف رقص کرنا تھا[۱] گجرات کے سومناتھ کے مندر میں، جس میں سو رقاصائیں تھیں ڈاکٹر وی۔ این۔ گھوشال نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ گجرات کے چار ہزار مندروں میں رہائش پذیر رقاصاؤں کی تعداد تقریباً بیس ہزار تھی۔ وہ روزانہ ہی ناچنے گانے کا کام کرتی تھیں اور دیوتا کو کھانا کھلاتیں اور پھول چڑھاتی تھیں۔[۲]

عرب مصنف القزوینی نے اپنی کتاب آثار البلاد میں بیان کیا ہے کہ تیرھویں صدی کے دوران پانچ سو لڑکیاں سومناتھ کے مندر میں تھیں جن کا بنیادی کام مندر کے دروازے پر ناچ گانا کرنا تھا۔[۳]

ڈاکٹر گھوشال کے مطابق ادبی شہادت اور دستاویزوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ دیوداسیوں کا مندر کو چلانے میں بڑا ہاتھ تھا۔[۴] ناچنے گانے کے ذریعہ حاصل شدہ دولت راجہ کو ملتی تھی جس کو وہ فوجی کام میں خرچ کرتا تھا[۵] وہ آگے لکھتا ہے کہ یہ راجہ کی اجازت تھی لیکن حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔ سماج کے ٹھیکیداران کو سزا دینے میں سخت نہیں تھے اس میں ولیش کے

---

[۱] پروسیڈنگس آف دی انگرین سہڑی کانگریس ۱۹۲۹ء صفحہ ۶۶۷

[۲] وی این گھوشال: دی اسٹرکچل فارامیاٹر صفحہ ۹۶-۹۵

[۳] ایلیٹ اینڈ داؤسن: ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۹۸

[۴] گھوشال: اسٹرکچل فارامیاٹر صفحہ ۹۵

[۵] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۷

Marfat.com

لوگوں کا قصور نہ ہو کر راجہ کا قصور تھا کیونکہ وہ راجاؤں کی تفریح اور حصول دولت کا ذریعہ تھیں۔ ان کی آمدنی پر ٹیکس لگایا جاتا تھا جس سے فوج کا انتظام ہوتا تھا[1]۔ رقاصاؤں کے ذریعہ ٹیکس دیئے جانے پر مشتمل البیرونی کے بیان کی تصدیق کوٹلیہ کے "ارتھ شاستر" سے بھی ہوتی ہے جس میں طوائفوں کو اپنی آمدنی کا ۱/۱۵ حصہ سرکاری ٹیکس کی شکل میں دیئے جانے کی بات کہی گئی ہے۔

گیارھویں بارھویں صدی میں شمالی ہند کے ہندو سماج کی عمومی خصوصیت طوائف بازی تھی۔ یقینی طور پر ہندوستان کے دکھنی شہروں میں کافی تعداد میں طوائف رہتی تھیں۔

عرب سیاحوں کی تفصیلات سے قدیم زمانے میں رائج مندروں میں دیوداسی کی رسم پر روشنی پڑتی ہے۔ قدیم ہندوستانی کتابوں میں بھی دیوداسی کا بیان کیا گیا ہے۔ دیوداسیوں کے سلسلے میں وی پی مجمدار نے لکھا ہے کہ عورتوں کا ایک علیحدہ طبقہ تھا جو دیوداسی کہلاتا تھا اور جن کی رہائش مندروں میں تھی[2]۔ چینی سیاح ہیونگ سانگ نے ملتان کے سورج مندر میں دیوداسیوں کے رہنے کا بیان کیا ہے[3]۔ دستاویزوں میں دیوداسیوں کا بیان وہاں حوالہ ملتا ہے۔ چاہمن خاندان کے چوجاتل دیوا اپنے راج درباریوں کے سامنے سونشاہ دیو مندر کے جشن میں شامل ہوتا تھا جہاں دیوداسیاں رقص کرتی رہتی تھیں

---

[1] کیمبرج البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۷

[2] وی پی مجمدار دی سوشیو اکنامک ہسٹری آف ماڈرن انڈیا صفحہ ۱۷۴

[3] واٹرس: حصہ ۲ صفحہ ۲۵۴

عرب مصنفین کے بیانات اور ہندوستانی کتابوں کی شہادت سے مکمل طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستان میں دیوداسی کی رسم کا چلن تھا اور اس رسم کے نام پر پیشہ طوائف کا رواج تھا اس کے برعکس کئی مقامات پر پیشہ طوائف کی مخالفت بھی کی گئی۔ البیرونی متعدد موصولہ شہادتوں کی بنیاد پر لکھتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ برہمن اس رسم کے خلاف تھے اور رقص کی تعلیم گاہوں کی مخالفت کرتے تھے۔ اسی طرح کی شہادت سیواڑ کے حوالی دیو کی دستاویز سے ملتی ہے جس میں راجہ کے ذریعہ رقص بازی کے روکے جانے کی بات کہی گئی ہے[1] دیوداسی رسم کے نتیجے میں دیش کے لوگوں میں بدکرداری آگئی تھی۔ اس رسم کا خاص طور سے اثر حکمراں اور فوجی طبقہ پر تھا۔

قدیم زمانے میں عورت کی پاکیزگی کو خصوصی اہمیت دی گئی تھی۔ بدچلن عورتوں کو طرح طرح سے سزا دینے کا دستور تھا۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسرے مرد کے ساتھ صحبت کرے تو اسے راجہ عوام کے سامنے کتوں سے کٹواتا تھا۔ عرب سیاح البیرونی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ بدچلن عورت کو شوہر کے گھر سے نکال دیا جاتا ہے[2]۔ ابن فقیہ، ابن خرداذبہ، سلیمان، اور ابن رستا نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے

---

[1] دی۔ پی مجومدار دی سوشیو کلچرل سٹری آف ماڈرن انڈیا صفحہ ۱۷۳

[2] دی پی مجومدار دی سوشیو کلچرل ہسٹری آف ماڈرن انڈیا صفحہ ۳۷۳

[3] سچاؤ۔ البیرونی انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۷

Marfat.com

لوگ ناجائز قابل مذمت ہمبستری سمجھتے ہیں لیکن کمار کا راجہ اسے حرام (مذہبی نقطہ نظر سے گناہ کا کام) مانتا ہے[1] نویں صدی عیسوی کے عرب سیاح سلیمان نے لکھا ہے کہ اگر ہندوستان میں کوئی مرد یا عورت ناجائز ہمبستری کرتا ہے تو مرد یا عورت کو موت کی سزا دی جاتی ہے اگر صرف مرد نے کسی عورت سے ناجائز طور پر صحبت کیا ہے تو مرد کا جرم ثابت ہونے پر اسے موت کی سزا دی جائے گی اگر عورت مرد دونوں کی مرضی سے حرام کاری کی گئی ہے تو دونوں کو موت کی سزا دی جاتی ہے[2]۔ سلیمان کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم سماج میں غیر قانونی ہمبستری کے سلسلے میں کڑے قانون لاگو ہوتے تھے۔ البشاری مقدسی نے لکھا ہے ملتان میں ناجائز حرام کاری بالکل نہیں ہے ایسا کرنے سے اس مرد کو موت کی سزا دی جاتی ہے۔

عرب سیاحوں کے بیانات اور ہندوستانی شہادتوں کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ قدیم زمانے میں سماج کے اندر عورتوں کی عزت تھی ان کے خلاف غیر اخلاقی کردار کا سلوک کرنے والوں کو بے عزت اور بری نگاہ سے دیکھا جاتا تھا

---

[1] سلیمان صفحہ ۵۳

[2] میکڈانل انسٹیٹیوٹ اکاونٹ آف انڈیا ایڈ جائنا صفحہ ۳۴

Marfat.com

سماجی زندگی میں تعلیم

انسانی زندگی کی ہمہ جہتی ترقی میں تعلیم کا بلند کردار رہا ہے سیاحوں کی تفصیل سے سند و نائبوں کی علوم و فنون کے میدان میں خصوصی دلچسپی کا علم ہوتا ہے۔ ان کی خبروں سے قدیم تعلیمی نظام کے تحت مختلف موضوعات پر روشنی پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے مختلف تعلیمی مرکزوں کا بھی بیان کیا ہے جس سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستان مذہب اور سیاست کے ساتھ ساتھ تعلیم کے میدان میں بھی آگے تھا۔ میسوپوٹامیہ مصر، یونان، ایران، عرب وغیرہ ملکوں میں جب وقت عالم علم کی تلاش میں گھومتے تھے اور شہرت حاصل کر چکے تھے۔ اس وقت ہندستان کی سرزمین پر بھی متعدد عالموں اور ماہروں نے بھی اپنی انتھک محنت کے ذریعہ ہندوستان کو ترقی کی طرف بڑھایا۔ عرب سیاحوں نے بھی ہندوستان میں ماہروں اور عالموں کی زیادہ تعداد کا بیان کیا ہے ساتھ ہی اتنا زیادہ تر وقت ادب کی ترقی میں گزارنے والے عالموں کی خوب خوب تعریف کی ہے البیرونی ان کی شہرت کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ سائنس کی مختلف قسموں میں توسیع ہندو کرتے ہیں اس کا ادب لامحدود ہے۔ میں ان سبھی علوم کو سمجھنے میں قاصر رہا۔ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مختلف موضوعات کی بھی کتابوں کا مطالعہ کسی ایک شخص کے لئے مشکل کام تھا۔

سلہ چاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۵۹

Marfat.com

عرب سیاح جاحظ نے ہندوستانیوں کو تعلیم کے میدان میں دلچسپی رکھنے کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندوستان کے لوگ جوتش اور علم ریاضی کے علم میں بڑھے ہوئے ہیں اور ان کا ایک خصوصی رسم الخط ہے۔ علاج و معالجہ میں بھی وہ آگے ہیں اور اس علم کے حیرت انگیز راز جانتے ہیں۔ ان کے پاس وبائی امراض کی مخصوص دوائیں ہوتی ہیں۔ ان کے یہاں مختلف قسم کے رسم الخط رائج ہیں شاعری کا ذخیرہ ہے۔ خطابت کا بھی حصہ ہے۔ فلسفہ ادب اور اخلاق کے علوم بھی جانتے ہیں خیال اور فکر کے فن میں ماہر ہیں۔ ریاضی، جوتش اور زہر کو بیکار کرنے والے منتر جانتے ہیں[1]۔

مشہور مورخ، عالم یعقوبی ہندوستانیوں کے سلسلے میں لکھتا ہے کہ ہندوستان کے لوگ عقلمند اور فکر پذیر ہیں اور نتیجہ خیز جوتش میں ان کی باتیں سب سے ٹھیک نکلتی ہیں۔ ان کے اصول انھیں کی فکر انگیزی کا نتیجہ ہیں جس سے یونانیوں اور ایرانیوں تک نے فائدہ اٹھایا ہے۔ میڈیکل سائنس میں ان کا فیصلہ سب سے آگے ہے۔ بحث اور فلسفہ میں بھی مختلف کتابیں لکھی گئی ہیں[2]۔

ابوزید کے مطابق ہندوستان کے عالم لوگ برہمن کہلاتے ہیں ان میں شاعر بھی ہیں جو بادشاہوں کے دربار میں رہتے ہیں، جوتشی، فلسفی، فال کھولنے والی (نتیجہ بتانے والے) اور اندرجال جاننے والے (بازی گر) بھی ہیں۔ یہ لوگ فوج میں

---

[1] حاظ صفحہ ۸۱ (مصر)
[2] تاریخ ابن واضح یعقوبی حصہ ۲ صفحہ ۱۰۵ (لیڈن)

Marfat.com

زیادہ ہیں۔ جو جوج (جرج) کے راجیہ ہیں ایک بڑا شہر ہے[1]
عرب سیاحوں کے بیان سے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت کے ہندوستانی سماج میں ہندوستان کے لوگ سحر و علوم و فنون کا علم رکھتے تھے۔

عرب سیاحوں نے مختلف ہندوستانی علوم و فنون جیسے ریاضی جیوتش، تخفیتر، منتر، طبقات الارض، اندرجال و جادو، خطابت طب، تیمارداری، علاج و معالجہ بحث و مباحثہ، (مناظرہ) عدالت و وکالت، فلسفہ وغیرہ کا علیحدہ علیحدہ بالتفصیل بیان کیا ہے۔ اس نے مختلف علوم سے متعلق علماء کے نام بتائے ہیں

البیرونی نے علوم و فنون کے مختلف موضوعات اور مختلف کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس نے چاروں ویدوں، اٹھارہ پرانوں (پراچین) اسمرتیوں، رامائن، مہابھارت، پنچلی کی کرشنا، کنڈل کی نائے بھاشا جمینی کی میمانسا، برہسپتی کی لوکائت، اگستیہ کی اگستیمت، شیشی دیو اور اگر بھوتی کی شٹشاشٹی، ورش کا ریاضی سے متعلق "سدھانت" براہمر، آریبھٹ وغیرہ کے مختلف موضوع پر خیالات اور کتابوں کا ذکر کیا ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ہندوستانی سماج میں رنگا رنگ موضوعات کی تعلیم دی جاتی تھی[2]۔

ریاضی :- عرب سیاحوں نے ہندوستانیوں کی علم ریاضی میں دلچسپی لینے کا بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں جاحظ نے لکھا ہے کہ ہندوستانی

---

[1] ابوزید : سفرنامہ صفحہ ۱۴۷

[2] جے شنکر شرما گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۳۴۷

Marfat.com

لوگ ریاضی میں بہت آگے ہیں[1]۔ اس طرح کا بیان البیرونی نے بھی دیا ہے اس کے مطابق ہندسوں کے لین دین کے کام میں جو دس سو سے بھی آگے جاتے ہیں وہ ہندوسی ہیں۔ کم سے کم اپنی ریاضی کی خصوصی تعریفوں میں یہ باتوں آزادانہ طور پر بیان کی گئی ہیں یا انھیں مقررہ اصلیت کی بنیاد کے مطابق ترقی دی گئی ہے جبکہ دونوں طریقے ایک دوسرے کے مکمل کرنے والے ہیں[2]۔

عرب سیاحوں کا قول ہے کہ انھوں نے ایک سے نو تک کے ہندسے لکھنے کا طریقہ ہندوؤں سے سیکھا ہے اسی وجہ سے عرب والے انکو ہندسہ اور اس نظام کو حساب ہندی یا ہندی حساب کہتے ہیں۔

یعقوبی نے لکھا ہے کہ نو تک کی گنتی کی بنیاد پر ہر طرح سے سبھی سوال حل کئے جا سکتے ہیں جیسے کہ ایک سے دس سو، ایک ہزار ایک لاکھ اور ایک کروڑ تک بنتا ہے۔ اسی طرح دو سے بڑھ کر بیس دو سو دس ہزار، دو لاکھ اور دو کروڑ بن جاتا ہے۔ حقیقت میں ایک کا خانہ دس سے اور دس کا سو سے مشہور ہے۔ خانہ خالی ہو جانے پر اس میں صفر رکھ دیا جاتا ہے[3]۔

قاضی سعد اندلسی کا اندازہ ہے کہ شطرنج کی چال سے نو تک کی گنتی ہندوستان سے ہی مختلف مقامات پر پہنچی ہے[4]۔

---

[1] جاحظ: صفحہ ۸۱-۸۰ [2] چچ نامہ سندھ یا حصہ ۱ صفحہ ۱۷۴
[3] یعقوبی صفحہ ۹۳
[4] قاضی سعد اندلس صفحہ ۲۱

Marfat.com

جاحظ نے بیدار، خطوط، شمول، عدد، لفظوں کا استعمال کیا ہے
براہ سے مراد ہاسنگھ، خطوط، صفر، شمول ایک سے نو تک اور
عدد کا مطلب دس سے آخر تک ہے[1]

مذکورہ بالا بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندستانی ہندسوں ـــ
(ہندی) کا یہ چار ہندوستان سے شروع ہو کر عرب پہنچا اور وہاں سے
یوروپ گیا کیونکہ یوروپ کے باشندوں نے ہندسوں کا استعمال عرب
والوں سے سیکھا تھا۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ ۱۳۶ھ ہجری میں سندھ
سے ایک سدھانت (ریاضی) کا عالم پنڈت بغداد میں منصور کے
دربار میں گیا تھا۔ اسی سے عربوں نے ہندسوں کا استعمال سیکھا۔
اس سے قبل عرب والے گنتی لفظوں میں لکھتے تھے۔

اندلس میں ہندستانی ہندسوں کو حساب الغبار (سنسکرت میں
دھول کرم) کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں ہندستانی ان ہندسوں کی
تعلیم دھول یا زمین پر لکھ کر دیتے تھے۔ ممکن ہے کھڑیا مٹی کا استعمال
حساب دار (خطیب) کے سوال سمجھانے اور لکھنے میں تب بھی کیا
جاتا رہا ہوگا۔ اس وجہ سے بھی اسے دھولی کرم کا نام دیا
جا سکتا ہے۔

جدید زمانہ میں کبھی کبھی گاؤں کی پاٹھ شالاؤں اسکولوں
میں اس کا طریق موجود ہے[2]۔ یہ جان کر تعجب ہوتا ہے کہ قدیم زمانے
ہندوستانی حساب کا شہرہ تمام ممالک میں ہونے لگا تھا اور اس طرح

---

[1] جاحظ، برہان صفحہ ۲۰۶، اکتوبر ۱۹۶۱ء
[2] سلیمان ندوی، عرب و ہند کے تعلقات مترجم رامچندر، صفحہ ۱۱۰

ہندوستانیوں کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی قاضی سعد اندلسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مشہور مسلمان حکیم اور فلسفی بوعلی سینا نے ۱۰۱۵ء میں اپنے عہد طفولیت میں ہندوستانی حساب ایک کنجڑے سے سیکھا تھا۔

علم طبقات الارض

مسعودی نے لکھا ہے مہابرہمن حکمراں کے زمانے میں عالم و فاضل لوگوں کا راج تھا جس کی مدد سے کانوں سے لوہا نکالا جاتا تھا[1] عرب سیاحوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستان میں علم طبقات الارض عالم موجود تھے۔

علم طب

عرب سیاحوں نے ہندوستان میں علم طب اور اس کے مشہور طبیبوں (ویدوں) پر روشنی ڈالی ہے جو ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی شہرت حاصل کر چکے تھے ہندوستانیوں کی دل چسپی علم طب میں خاص طور پر تھی۔ سعد و عرب عالموں نے ہندوستانی طب سے متعلق کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا ہے مسعودی نے اس سلسلے میں لکھا ہے ہندوستانی "طب" علاج میں بہت آگے ہیں[2]۔ جاحظ نے لکھا ہے ہندوستانیوں کی خصوصیت خوفناک امراض

---

[1] قاضی سعد اندلسی: طبقات الامم صفحہ ۹۴ (بیروت)

[2] مسعودی: مروج الذہب صفحہ ۱۵۱-۱۴۹-۱۴۸

[3] مسعودی: مروج الذہب صفحہ ۱۶۴

Marfat.com

سے دواؤں کا علم اور مرض کو دور کرنا ہے۔

عرب سیاحوں نے ہندوستانی ویدوں (طبیبوں) اور ان کے ذریعہ لکھی گئی کتابوں کا بیان کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

سَسْرُوں (سُشْرُت)، مرض کو ختم کرنا، امراض کی نشانیاں اور طب سے متعلق ایک مشہور کتاب ہے جس کا سنسکرت میں نام سُشْرُت ہے اور یہ ایک مشہور وید (حکیم) کا نام ہے۔ یحییٰ بن خالد برمل کے حکم پر منکا یا مانکہ نے اس کا ترجمہ فارسی میں کیا تھا۔

ایک کتاب چرک کی ہے جو ہندوستان میں علم طب کا بہت بڑا جانکار اور رشی ہوا ہے سب سے پہلے اس کا ترجمہ فارسی میں پھر بعد میں عبداللہ بن علی نے فارسی سے عربی میں کیا ہے[۲]

یعقوبی نے ایک کتاب کا نام "ندان" بتلایا ہے جس میں صرف چار سو مرضوں کی علامتیں اور علاج کا بیان ہے[۳] اس میں ایک جڑی بوٹی کے دس دس نام دیئے ہیں۔ اس کتاب کا عربی ترجمہ منکا نے سلیمان بن اسحاق کے لیے کیا تھا۔

ایک کتاب ہندوستانی اور یونانی دواؤں سے متعلق ہے جس میں مختلف ٹھنڈی اور گرم دواؤں کا بیان کیا گیا ہے۔ دواؤں کے اثرات اور مختلف موسموں میں دواؤں کے فرق کا تذکرہ کیا گیا ہے

---

[۱] ملاحظہ: صفحہ ۸۱-۸۰

[۲] ابن ندیم: صفحہ ۳۰۲

[۳] یعقوبی: حصہ ۱ صفحہ ۱۰۵

[۴] ابن ندیم: صفحہ ۳۰۳

Marfat.com

اس کتاب کا بھی عربی میں ترجمہ ہوا تھا۔[1]

ابن ندیم نے ایک کتاب کا نام استان گر لکھا ہے جس کا ابن دہن نے کیا تھا۔

ایک کتاب کا نام ابن ندیم سمند شارک اور یعقوبی نے سنگھشان" بیان کیا ہے۔ اس کا مطلب عربی میں خلاصہ کامیابی (جس کے ذریعہ کامیابی ملے ثابت ہو) اور سنسکرت میں اس کا معنی "سدھی اسھان" ہے اس کتاب کا ترجمہ عربی میں ابن دہن نے کیا تھا۔[2]

کوسا نامی کی ایک ویدعورت نے عورتوں کے امراض کے سلسلے میں طب کی ایک کتاب کا بیان کیا ہے اس کے علاوہ ایک کتاب حاملہ عورتوں کے سلسلے میں اور ایک نشہ آور اشیاء کے سلسلے میں تھی۔[3]

سعودی نے علم طب سے متعلق ایک کتاب کا بیان کیا ہے جس کے تحت بیماریوں کے اسباب، علاج دواؤں کی پہچان اور جڑی بوٹیوں کی تصویریں بنائی گئی ہیں۔[4]

عرب سیاحوں نے ہندوستانی لوگوں کی علم طب کے میدان میں دل چسپی ہونے کا بیان کیا ہے اور ان کی علمیت کی حد سے زیادہ

---

[1] یعقوبی حصہ ۱ صفحہ ۱۰۵

[2] ابن ندیم صفحہ ۳۰۳ یعقوبی حصہ ۱ صفحہ ۱۰۵

[3] یعقوبی حصہ ۱ صفحہ ۱۰۵

[4] سعودی مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۶۲ (پیرس)

Marfat.com

تعریف کی ہے اس میدان میں صرف مرد ہی نہیں عورتیں بھی علم رکھتی تھیں ویدوں (طبیبوں) کی علمیت کے سبب ان کا احترام عرب ممالک میں بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ ابن ندیم نے منکا جیسے مشہور وید (طبیب) کا ذکر کیا ہے جو ہندوستان سے بغداد بلایا گیا تھا۔ اس کے علاج سے خلیفہ ہارون رشید مکمل طور پر صحتمند ہو گیا تھا اور اس نے خوش ہو کر وید کو مختلف نذرانے دے کر سلطنت کے شعبہ ترجمہ میں اس کی تقرری کر لی تھی۔[1]

اس طرح صالح بن بہلہ نام کے مشہور وید نے ہارون رشید کے بھائی کو جو بے ہوش ہو گیا تھا اور سب وید سمجھ رہے تھے کہ یہ مر گیا ہے، مناسب علاج کر کے زندہ کر دیا تھا[2] اس کو برمکیوں کے اسپتال میں مترجم کے عہدے پر فائز کر دیا گیا تھا[3]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستانی ویدوں کی شہرت ہندستان میں ہی نہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی مکمل طور پر پھیل گئی تھی۔

خوارزمی نے ہندوستانیوں کی مولیثوں کے علاج کے سلسلے میں واقفیت کا بیان کیا ہے[4]۔

قواعد

البیرونی نے مشہور قواعد کے عالم کا ذکر خصوصیت کے ساتھ

---

[1] ابن ندیم صفحہ ۲۴۵

[2] تاریخ الاطبا حصہ ۲ صفحہ ۴۵ (مصر)

[3] ابن ندیم صفحہ ۲۴۴

[4] خوارزمی: مفاتیح العلوم صفحہ ۱۸۶

Marfat.com

کیا ہے[1] پنجاب کے راجہ آنند پال کے گرو (استاذ) تھے۔ ان کے ذریعہ لکھی گئی کتاب ششیا ہتاورتی ہے جسے اس نے لشمبر بھیجا تھا جہاں پر اس کتاب نے بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی تھی۔ البیرونی نے ہندستانی قواعد کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر ایک ایسی بنیاد ہے نکلی ہوئی شام ہے جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے[2] اور سنگ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ اس کے مطابق کاشکاورتی، اور "پت جلی" کی عظیم زبان کا چار برسوں میں مطالعہ مکمل کیا جاتا تھا اور جس کا مطالعہ کرنے کے لئے غیر ملکیوں کو انتھک محنت کرنی پڑتی تھی۔

علم کیمیا

علم کیمیا کے میدان میں ہندوستانیوں کی خصوصی دلچسپی تھی البیرونی نے مشہور علم کیمیا کے ماہر ناگ ارجن کا ذکر کیا ہے وہ البیرونی سے سو برس پہلے ہوا تھا اس نے اپنی کتاب کے اندر علم کیمیا کے تمام خلاصوں کا بیان کیا ہے لیکن یہ کتاب نایاب ہے[3]۔ البیرونی کے ذریعہ موصوف ناگ ارجن کو نئی اور معلوم ہوتا ہے کیونکہ واٹرس نے مشہور ناگ ارجن کا زمانہ تیسری صدی بتایا ہے۔ گوتم مہودے نے ناگ ارجن کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ناگ ارجن اپنے زمانے کا عالم تھا۔ اس نے جیوتش، ودا وغیرہ متعدد موضوعات پر مختلف کتابوں کی تخلیق کی ہے

---

[1] سکاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۳۲ [2] سکاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۱، صفحہ ۱۸۹ [3] انسائیکلوپیڈیا انٹی کوئٹری ۱۹۰۸ء صفحہ ۲۰۹ [4] ہسٹری آف انڈین کیمسٹری صفحہ ۱۱۱

Marfat.com

اس طرح البیرونی اور دوسرے علماء کی تصنیفات کی بدولت کہا جا سکتا ہے کہ تیسری صدی قبل مسیح تک ہندوستان میں سائنس کے میدان میں حیرت انگیز ترقی ہو چکی تھی۔ اس کا مطالعہ ہندستانی زندگی کا جزو لاینفک بن گیا تھا

جادو

یہ ہندوستان کا بہت زیادہ مشہور اور قدیم علم ہے عرب سیاحوں کے بیانات اور دیگر عربی کتابوں میں اس دیش کے کرتبوں اور بازی گروں جادوگروں کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس سلسلے میں ابن ندیم لکھتا ہے[1] ہندوستانیوں کا جادو اور دوسرے منتروں پر بہت زیادہ یقین ہے وہ توہم (سمریزم) کے واقف کار ہیں۔ اس علم سے متعلق متعدد کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا تھا۔ مقدسی نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں جادوگری کا بہت زیادہ چرچا ہے۔ ہر ایک جانب جادوگری کا پھیلاؤ ہے

جیوتش شاستر: (علم نجوم)

ہندوستانی ماہرین جیوتش (علم نجوم) کے سلسلے میں قدیم زمانے سے خصوصی طور پر دلچسپی رکھتے تھے۔ یہاں کے جیوتشوں (نجومیوں) کی تعریف کرتے ہوئے یعقوبی اور جاحظ نے ہندوستانیوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ جیوتش (علم نجوم) کے زبردست عالم ہیں نیز ہر ایک موضوع پر جانکاری ہوتی ہے خاص طور سے جیوتش (نجوم) میں ان کے قول سب سے زیادہ حقیقت پر مبنی اور صحیح ہوتے ہیں۔ ہندوستانیوں کے

---

[1] ابن ندیم: الفہرست صفحہ ۳۰۴

جوتش (علم نجوم) سے متاثر ہوکر عرب سیاحوں نے اس کا پرچار عرب دیش میں کیا ہے۔ عرب کے خلیفہ منصور جوتش (علم نجوم) سے خصوصی دلچسپی رکھتے تھے۔ اس کے دربار میں سغد جوتش (علم نجوم) تھے جنھوں نے اس علم سے متعلق بہت سی کتابوں کا ترجمہ کیا تھا۔

جوتش (علم نجوم) کے عالموں میں سے سب سے مشہور کنکا پنڈت تھے۔ اسی نام سے ایک مشہور وید منوا تھا۔ ابن ندیم نے اس کی چار کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جو حسب ذیل ہیں[1]۔

۱۔ کتاب النمود فی الاجمار
۲۔ کتاب اسرار المواليد
۳۔ کتاب القرانات الکبیر
۴۔ کتاب القرانات الصغیر

ابن ابی اصیبعہ نے ان کتابوں کو آیورویدک کی کتابوں کی حیثیت سے درج کیا ہے۔ ابن ندیم نے اسے جوتش شاستر (علم نجوم) کی کتاب تسلیم کیا ہے۔ ممکن ہے اس میں دونوں موضوع موجود ہوں۔ ابن ابی اصیبعہ نے اس کی دیگر دو کتابوں کے نام درج ذیل بتائے ہیں[2]۔

۱۔ کتاب فی التوهم (کمر زیم کے سلسلے میں)
۲۔ کتاب فی احداث العالم الدور فی الکثن
دنیا کے حادثوں اور گردشوں کی لگنوں میں گردش

ابن ندیم نے ہندوستانی جوتشوں (نجومیوں) کے نام گنائے ہیں۔

---

[1] ابن ندیم صفحہ ۲۷۰
[2] عیون الانباء فی طبقات الاطباء حصہ ۲ صفحہ ۳۰۳ (مصر)

(۱) جودر ہندی کی کتاب کتاب الموالید
(۲) نہنک مانانک۔ سندی کی کتاب (کتاب الموالید الکبیر)

ابن ندیم نے ہندستان کی ایک ایسی کتاب کا ترجمہ عربی میں کیا تھا جس کے اندر بھتلی کی لکیریں دیکھ کر حال بتایا جاتا تھا[1] جوتش (نجوم) میں خاص دلچسپی رکھنے والا عرب سیاح البیرونی خود جوتش (نجوم) کا جید عالم تھا۔ اس کے علاوہ شیخ محمد بن اسماعیل توخی نام کا غیر ملکی ہندوستان میں علم نجوم (جوتش) کو سیکھنے کے لیے آیا تھا[2] اس سے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستانیوں کے علم نجوم کا تذکرہ غیر ملکوں میں بھی پھیلا تھا۔ اس سے متاثر ہو کر بہت سے غیر ملکی اس علم کا مطالعہ کرنے کے لئے ہندوستان آئے تھے۔

نچھتر کا علم

قاضی سعد اندلسی نے لکھا ہے کہ ہندستانی نچھتر کا علم بخوبی رکھتے ہیں ہندوستان کے عالم زیادہ تر چیزیں (متحرک ستاروں (ان گرہوں سے جو حرکت کرتے رہتے ہیں) جیسے چاند، سورج، منگل، بدھ وغیرہ کے علاوہ ان ستاروں سے ثابت کرتے ہیں جو حرکت نہیں کرتے بلکہ اپنی جگہ پر رکے ہوئے ہیں۔

ستاروں کی حالت کی بنیاد پر ہندوستان نتیجے بھی نکالتے ہیں ان کا خیال ہے شنیچر (زحل ستارہ) کی اونچی حالت نیر گردش کے

---

[1] ابن ندیم صفحہ ۳۱۴
[2] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۲ صفحہ ۲۴۴

Marfat.com

سبب سعد اور کئی حادثے ہوتے ہیں[1]۔

کھنڈر یکا کے ماننے والے دنیا کے قدامت کے بارے میں مختلف رائے رکھتے ہیں۔ عرب سیاحوں نے پتھروں کی چال اور اس کے آدمی پر اثرات کا بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں خشران نامی ہندستانی راجہ کے دربار میں کفلان نامی شخص تھا جس نے کام کا انتظام سات پتھروں کی حالت کی بنیاد پر مقرر کیا تھا۔ کفلان نے پتھروں ہی کی بنیاد پر نرد (چوسر) کا کھیل بنایا تھا اور سال میں بارہ برجوں کے مطابق بارہ مہینے اور سات ستاروں کی بنیاد پر سات دن متعین کئے تھے[2]۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندوستانی فلاسفی اور پتھر جاننے والے مانتے ہیں کہ سورج اس وقت برج چوزا میں ہے لیکن ان کی حرکت کے سلسلے میں اختلاف رائے ہے[3]۔ راجہ بل بہت اپنے عالموں اور فلسفیوں کے ساتھ پتھر کی معلومات کا کھیل کھیلتا تھا۔

عرب سیاحوں نے پتھر کے واقف کار کی شکل میں برائمہر اور آریہ بھٹ کے ناموں کا ذکر کیا ہے۔ آریہ بھٹ نے سورج اور چاند گرہن کے اسباب کا پتہ لگایا تھا اور براہمہر نے دن رات برابر ہونے کے سلسلے میں سورج کی چال کا پتہ لگایا۔ جنتری اور پترا اسی پتھر کی معلومات پر مبنی ہے اسی طرح عرب سیاحوں کے بیان سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندستانی عالموں نے پتھر

---

[1] قاضی اندلس صفحہ ۲۱

[2] یعقوبی۔ تاریخ یعقوبی صفحہ ۱۰۰

[3] مسعودی۔ کتاب التنبیہ الاشراف صفحہ ۳۲۴

Marfat.com

علم میں کافی ترقی حاصل کرلی تھی۔

مناظرہ

ہندوستان کے لوگ مناظرہ کرنے میں قدیم زمانے سے ماہر رہے ہیں۔ ابن ندیم نے اس سلسلے میں مناظرے (مذہبی مباحثے) نامی کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں راجاؤں کے سامنے کئے گئے فیصلوں کا بیان ہے[1]۔ ایک دوسری کتاب میں ہندوستانی فلسفیوں کے اختلافات رائے کا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہندوستانیوں کی بہت سی کتابیں ہیں۔

مذہبی مناظروں کے تخت ہندو، مسلمان اور بودھ سبھی حصہ لیتے تھے۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ مہان گرحکومت کے اندر ایک برہمن راجہ مناظرے میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتا تھا۔ اس کے شہر میں باہر سے دوسرے مذہب کے لوگ آتے تھے ان سے وہ مناظرہ کرتا تھا[2]۔ اس طرح قدیم زمانے میں ہندوستان میں مذہبی اور دوسرے موضوعات سے متعلق مناظرے ہوتے تھے اور اس کے ذریعہ دوسرے معلومات کے لین دین کا ذریعہ تھے۔ اس سے عالموں کی علمیت کا پتہ چلتا تھا۔

علم بلاغت

عرب مسافروں نے اپنے تذکروں میں علم بلاغت کے بنیادی اصولوں

---

[1] ابن ندیم صفحہ ۴۳۹ [2] یعقوبی صفحہ ۱۰۶ ابن ندیم الفہرست صفحہ ۴۲۴
[2] مسعودی: مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۲۵۴ (لیڈن)

Marfat.com

بیان کیا ہے نیز اس زمانے کے مشہور خطیبوں کا بیان کیا ہے جاحظ نے اپنی کتاب۔ "کتاب البیان والتبیین" میں تقریر سے متعلق تفصیلات بیان کی ہیں۔ خطیب کے لئے ممتاز خوبیوں کا بیان کرتے ہوئے جاحظ نے لکھا ہے ہندستان میں بلاغت کی اولین شرط یہ ہے کہ خطیب میں اس سے متعلق بھی ضروری خوبیاں اور خصوصیتیں موجود ہوں۔ خطیب کا دل مضبوط اور اس کی جسمانی حالت میں ٹھہراؤ ہونا چاہئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ رہنماؤں اور راجاؤں کے سامنے عزت و وقار کے مطابق گفتگو کرے۔ ہر ایک قسم کے لوگوں سے انھیں سے متعلق حالت کے بارے میں گفتگو کر سکتا ہے۔ لفظ کو ادا کرنے میں زیادہ وقت نہ لے اور زیادہ نمائشی الفاظ کا مظاہرہ نہ کرتے ہوئے سیدھے سادے الفاظ میں جواب دے یہ خوبی لائق عالم اور فلسفی کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے[1]۔ جاحظ کی اس تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ خطیب اپنی حیرت انگیز خوبیوں کے سبب خطابت اپنی حیرت انگیز خوبیوں کے سبب خطابت (تقریر) کے ذریعہ عوام کو زیادہ سے زیادہ متاثر کر لیتے تھے۔

منتر کا علم

ترزوخی نے "اسرار البلاد" میں ویش (وش) نام کی جڑی بوٹی کا بیان کیا ہے ویش کا مطلب وش یعنی زہر ہے اسکے ذریعہ راجا محل کیٹ سے ایک دوسرے کو مار ڈالتے تھے۔ قدیم

---

[1] جاحظ صفحہ ۸۴ - ۸۰

زمانے میں راجاؤں کو اپنے جان کی حفاظت کے لیے اس علم کی واقفیت رکھنا ضروری تھا۔

چانکیہ (شاناک) پنڈت کی کتاب کے آخری حصے میں کھانا اور زہر کا بیان ہے

جاحظ کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ایسے عالم پنڈت موجود تھے جو منتروں کے ذریعہ زہر کے اثر کو بے کار کر دیتے تھے[1]

سانپوں کا علم

ہندوستانی لوگ سانپوں کی شکل اور ان کے کاٹنے پر زہر کے ختم کرنے کے علم میں بہت زیادہ ماہر ہیں۔ یہ لوگ سانپ کے کاٹنے پر جھاڑ پھونک اور جنتر منتر وغیرہ کے ذریعے اس کے اثر کو ختم کرتے ہیں اس سانپوں کا علم (سرپ ودیا) کہتے ہیں رام نام کے پنڈت نے سانپوں کے علم سے متعلق کتاب کا ترجمہ عربی میں کیا تھا۔ اس کے اندر سانپوں کے اسلیے ہزار اور زہر کا بیان ہے[2]

موسیقی (سنگیت شاستر)

عرب سیاح جاحظ نے ہندوستانیوں کی موسیقی نوازی کی تعریف

---

[1] جاحظ صفحہ ۸۴ - ۸۰
[2] جاحظ صفحہ ۸۱ - ۸۰
[3] ابن ندیم صفحہ ۳۰۳

Marfat.com

کی ہے اور خاص طور سے "کلکدتارے" کا ذکر کیا ہے۔ قاضی سعد اندلسی نے لکھا ہے بھارت کو علم موسیقی کی "نافر" نامی کتاب حاصل ہوئی ہے جس کا مطلب ہے۔ "عقلمندی کے نمرات" جس میں بیماریوں اور آوازوں کا بیان کیا ہے[1]۔

علم فلسفہ

مسعودی نے "مانی" نام کے ایک غیر ملکی کا ذکر کیا ہے جو علم فلسفہ میں خصوصی دلچسپی رکھتا تھا اور اس نے ہندستان میں رہ کر علم فلسفہ کی معلومات حاصل کی تھیں

فلسفہ کے میدان میں ہندوستانیوں کی عقل نے حیرت انگیز کرشمے دکھائے ہیں ہندستانیوں کی بصیرت اور بحث نے مستقل اور غیر مستقل روح اور خدا، ضمیر اور عقل، ذاتی غور و فکر اور بحث کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کی ہے۔

مطالعۂ وید کا مقام اور وید پڑھنا

قدیم ہندوستان میں بچوں کو ویدوں کا مطالعہ کرانے کا رواج تھا اس کے بعد دوسرے موضوع دھیان پڑھاتے جاتے تھے وید پڑھنے کا حق صرف برہمنوں کو تھا۔ وہ گرو (استاد) کے آشرم میں رہ کر تعلیم حاصل کرتا تھا۔ اس سلسلے میں البیرونی نے لکھا ہے کہ برہمن خاندان کا

---

[1] قاضی سعد اندلسی: طبقات الامم صفحہ ۱۴ (بیروت)۔
[2] بنی پرشاد: ہندوستان کی پرانی تہذیب صفحہ ۱۹۰

Marfat.com

شخص ویدوں کی تعلیم دے سکتا ہے دوسرے کسی طبقہ کا شخص نہیں دے سکتا چھتری اس کی تعلیم حاصل کر سکتا تھا لیکن اسے تعلیم دینے کا حق نہیں تھا چاہے پڑھنے والا برہمن ہی کیوں نہ ہو۔ ویشیوں اور شودروں کو ویدوں کے سننے کا بھی حق نہیں تھا[1]۔ اس سلسلے میں ہیون سانگ نے لکھا ہے کہ برہمن چاروں وید کو پڑھتے تھے[2]۔ اس کے قول سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ چھتری، ویش اور شودر کو بھی وید پڑھنے کا حق برہمن کو تھا[3]۔

قدیم زمانے میں مطالعہ وید کے لئے اصول بنائے ہوئے تھے! سکے مطالعہ کا مقام شہر سے دور تنہائی کی جگہ میں ہونا چاہیئے، لکشمی دھر وغیرہ نے وید پڑھنے کی خاص جگہ بتائی ہے شودر اور غیر مہذب ذاتوں کے سامنے نہیں پڑھنا چاہیئے۔

قدیم ہندستانی قدروں کے مطابق گھر سے باہر آزاد ماحول میں ہی وید کو پڑھنا چاہیئے۔ اسی وجہ سے گرو اور شاگرد شہر سے دور تنہائی کی جگہ پر رہائش اختیار کرتے تھے، جسے "گروکل" کہا جاتا تھا۔ البیرونی نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ وید میں کچھ ایسے حصے ہیں جن کا بیان گھر میں رہنے والوں کے درمیان نہیں ہونا چاہیئے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان سے عورتوں اور ہوسٹیوں کا حمل گر سکتا ہے اسی سبب وہ کھلے میدانوں میں اسکو پڑھتے ہیں[4]۔ ویدوں کے لئے ہندوؤں میں بہت زیادہ عقیدتمندی ہے

---

[1] سچاؤ: البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۷۵

[2] واٹرس حصہ ۱ صفحہ ۱۵۵

[3] کرتیہ کلپترو: گریچہ کانڈ صفحہ ۱۶۳

[4] سچاؤ: البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۷۷

Marfat.com

ممکن ہے اس طرح کی وہم وگمان سے برہمن بودھوں اور جینیوں کے ذریعہ پھیلائی گئی ہے۔

قدیم زمانے میں وید کی معلومات قوت حافظہ پر منحصر تھی۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ ہندو لوگ وید کے لکھنے کی منظوری نہیں دیتے تھے اس کا تلفظ ہر آواز کے اتار کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اسی سبب سے قلم کا استعمال نہیں کرتے ہیں۔ لکھنے میں غلطیاں، خرابیاں اور اضافہ یا کمی نہ ہو جائے نتیجہ کے طور پر لوگوں نے ویدوں کو بھلا دیا[1]

ویدوں کے بنیادی کردار کا بیان بیشتر جگہوں پر کیا گیا ہے۔ البیرونی نے ایک جگہ پر ویدوں کے لکھے ہوئے نسخوں کا بیان کیا ہے اس کے مطابق اس کے وقت سے کچھ قبل کشمیر کے باشندے مشہور برہمن دسوکر نے اسی خواہش سے وید کو لکھنے اور تشریح کا کام کیا اس نے اس کام کو مکمل کر دیا اس کو اندیشہ تھا کہ کہیں لوگ ویدوں کے یاد کرنے کی رسم کو کھو نہ دیں[2]

ویدوں کے لکھا ہوا نہ ہونے کے سبب مطالعہ اور تدریس میں بہت سی غلطیاں ہونے لگیں زیادہ تر لوگ بغیر مطلب سمجھے اسے ثواب حاصل کرنے کے جذبے سے پرجوش ہو کر پڑھنے لگے۔ عرب سیاح البیرونی نے وید پڑھنے کی خرابیاں، طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ برہمن بغیر ویدوں کا مطلب سمجھے مطالعہ کرتے ہیں وہ اس کو یاد کر لیتے ہیں

ک جے شنکر شرما: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۷۰
سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۲۵

ک سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۲۶

Marfat.com

اور اسی طرح ایک دوسرا شخص سن کر یاد کر لیتا ہے۔ وید کا مطلب جاننے والے برہمنوں کی تعداد کم ہے جو مذہبی مناظروں میں حصہ لے سکیں[1]۔ سماج کے ہر ایک زمانے اور مذہب میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں رہی ہے جو مذہبی کتابوں کا مطالعہ مطلب سمجھے بغیر کرتے ہیں ان کے اندر دراصل صرف ثواب حاصل کرنے کا جذبہ رہتا ہے۔ ممکن ہے اس زمانے کے سماج میں بھی لوگ ویدوں کا پڑھنا صرف نیکی کمانے کیلئے مطلب سمجھے بغیر کرتے رہتے ہوں۔

بھاشا (زبان)

عرب سیاحوں نے ہندستان میں بولی جانے والی متعدد زبانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ بنیادی طور پر ہندوستان کی دو اولی زبان صرف سنسکرت نمی — قدیم زمانے میں زیادہ تر مذہبی کتابوں کی تخلیق سنسکرت اور پالی زبان میں کی گئی ہے

مسعودی نے لکھا ہے کہ سندھ کی زبان سندھی اور عربی ہے جو ہندوستان میں بالکل الگ ہے اس کا سبب مسلم حکومتوں سے قریب ہونا ہے[2]۔ ممکن ہے سندھ میں مسلم حملہ آوروں کے حملے کے بعد ان کے اثر کے نتیجے میں زبان پر عربوں کی زبان کا بہت زیادہ اثر پڑا۔ اصطخری نے بھی منصورہ، ملتان اور اس کے قریبی مقاموں کی زبان سندھی اور عربی بتائی ہے نیز مکران کے رہنے والوں

---

[1] سچاؤ: البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۲۶

[2] مسعودی: مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۶۹-۱۶۴

Marfat.com

کی زبان مکرانی اور فارسی بتائی ہے[1]۔ اصطخری اور مسعودی کے اس قول کی تصدیق کہ سندھ کی زبان ہند سے الگ ہے۔ ابن حوقل کے قول سے بھی توثیق ہوتی ہے۔ اس کے مطابق ملتان، منصورہ اور اس کے آس پاس کی زبان عربی اور سندھی ہے[2]۔ عرب سیاحوں کے بیانات سے مکمل طور پر سچائی معلوم ہوتی ہے جدید زمانے میں سندھی زبان میں عربی کا اثر دکھائی پڑتا ہے۔

مسعودی نے دیگر مقامات پر رائج زبانوں کے سلسلے میں لکھا ہے قنوج کے راجہ بھانی کی زبان کھڑی اس کے قریبی حصوں کی لاریا اور منکیر (بلہرا کی راجدھانی) کی کسریا ہے[3] لاریا سے مراد لاٹ دیش ہے جو نرمدا کی داہنی طرف واقع ہے[4]۔ اسے جدید کوکنی یا مراٹھی زبان کہنا ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اسی کا قدیم انداز لاریا تھا[5]۔

ادریسی نے مکران کی زبان کے سلسلے میں لکھا ہے کہ مکران کی زبان مکرانی اور فارسی دونوں ہیں یہاں کے لوگ عام طور پر بول چال میں اس کا استعمال کرتے ہیں[6]۔ البیرونی کے مطابق ہندوستان میں مختلف

---

[1] ——: ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۵۰

[2] الیٹ اینڈ ڈاؤسن: ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۳۹

[3] مسعودی مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۶۹-۱۶۴

[4] مقبول احمد: سٹڈیز اِن انڈین جوگرافی صفحہ ۱۰۵

[5] سی۔وی۔ ویدیہ: ہسٹری آف میڈیول ہندو انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۹۹

[6] —— ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۸۲

زبانیں رائج ہے جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں[1] سنسکرت کے سلسلے میں وہ کہتا ہے یہ بہت زیادہ مشکل ہے[2]۔ اسی طرح رشید الدین نے لکھا ہے کہ مالابار کے لوگ ملی جلی زبان بولتے ہیں جو مناسب معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس مقام پر بہت قدیم زمانے سے عرب آتے تھے اور یہاں پر رہ کر انھوں نے تہذیبی تین دین کا کام کیا[3]۔ ممکن ہے مالابار کے لوگوں اور عربوں نے ایک ہلی جلی زبان کی تشکیل کی ہو جو عوامی رابطے کی زبان رہی ہوگی۔

عرب سیاحوں کے ذریعہ بیان کردہ زبان سے متعلق تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندستانی عربوں سے مذہب اور سیاست کے میدان میں ہی متاثر نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے ہندستانیوں کی زبان پر بھی اثر ڈالا تھا۔ مختصر طور پر کہا جا سکتا ہے کہ پورے ہندوستان میں مختلف زبانیں رائج تھیں لیکن سندھ میں سندھی اور عربی کا اثر زیادہ تھا۔ جدید زمانے میں بھی سندھ کی زبان پر عربی اثر دکھائی پڑتا ہے۔

ادب کی تخلیق

عرب سیاحوں نے ہندستانیوں کی ادب پروری میں خاص دلچسپی رکھنے کا بیان کیا ہے۔ ہندوستان میں مختلف مضامین کے عالموں کی بہتات تھی۔ لوگ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت معلومات حاصل

---

[1] سچاؤ، البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۷

[2] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۹

[3] اشوک کمار انڈیا اینڈ سکرائیڈ بال عرب ٹریولرس صفحہ ۵۷-۵۱

اور مطالعہ میں گزارتے تھے۔

ہندوستان میں ادب کا ارتقار رفتہ رفتہ ہوا۔ آغاز میں ادب کی شکل زبانی انداز میں تھی جو بحث مباحثہ، مذہبی پروہتوں کے مذہبی کلام اور راجاؤں کے یہاں پیغام لے جانے تک محدود تھی وقت کے مطابق زبانی ادب کی شکل بدل گئی اور اسے تحریری شکل عطا کی گئی

البیرونی نے لکھا ہے کہ علوم وفنون کے مختلف شعبوں کی توسیع ہندو کرتے ہیں۔ اس کا ادب لامحدود ہے اس لیے میں ان سب کو اپنے علم سے بہت اچھی طرح نہ سمجھ سکا[1] البیرونی کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی ادب اور مختلف موضوعات کی معلومات ایک شخص کے لیے مشکل کام تھا۔

قدیم تاریخ میں بہت سی شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ متعدد عالموں کو ان کی خصوصی صلاحیت کے سبب بہت سے نذرانے اور تحفے دیے گئے تھے۔ البیرونی سے تقریباً چار سو برس قبل چالکیوں کے ایک عطیے کی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ تحفہ پانے والے شخص کا دادا جو مقامی درسگاہ کا استاد تھا وہ دو ویدوں کا ماہر بدگرم اٹوکر ماڑیکا کلپ، اپنشد، پران، تاریخ اور مذہبی علوم کا عالم تھا اور تحفہ پانے والا خود بھی تجربہ کرانے میں ماہر، نیز اپنشد، تاریخ، پران اور مذہبی علوم میں تجربہ کار و ماہر تھا۔ عرب سیاحوں کے بیان سے

---

[1] سچاؤ: البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۵۹

[2] انیول رپورٹ، آف ساؤتھ انڈین ایپی گرافی حصہ ۱ صفحہ ۱۰۹

سے ثابت ہوتا ہے کہ ادب، قواعد، فلسفہ، جیوتش وغیرہ کے عالم موجود تھے اس کے علاوہ جنیندر اور ہیم چندر جیسے قواعد کے عالموں سے ہندوستان ادب معمور تھا[1]

رسم الخط

مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندوستانیوں کا ایک مخصوص رسم الخط ہندی ہے جس میں لغت کے کچھ الفاظ ہیں۔ جاحظ نے رسم الخط کے اسلوب کے لئے خطوط لفظ کا استعمال کیا ہے نیز ہندوستان میں اس کے مختلف انداز بتائے ہیں[2]۔ ابن ندیم نے لکھا ہے کہ سندھیوں کے علاوہ دیگر ذاتوں جیسے نوبہ، کبہ، جگاوا، تہاوا آستان وغیرہ میں ہندی (ہندوستانی) رسم الخط کا رواج ہے جگہوں کی پہچان کرنا تا ممکن معلوم ہوتا ہے۔ یہ سب ذاتیں سندھ کے قریب سکونت پذیر تھی۔ سندھ میں تقریباً دو سو رسم الخط (लिपियाँ) رائج ہیں جس میں سے نو رسم الخط کا رواج اب بھی ہے عرب سیاحوں کے بیان سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستان میں بنیادی طور پر ہندی رسم الخط کا چلن تھا اس کے علاوہ دیگر رسم الخط بھی مروج تھے۔

لکھنے کے سامان

البیرونی نے لکھنے کے لئے سفید مادے "لفظ" کا استعمال کیا ہے

---

[1] کھوشال: دی اسٹرکچل فارامیٹر صفحہ ۳۲۰-۳۱۹ [2] جاحظ صفحہ ۸۰
[3] البیرونی: انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۷۲

Marfat.com

جو غالباً کھڑیا ہوگی۔ اس کا استعمال جدید زمانے میں بھی طالب علم تعلیم کے ابتدائی دور میں کرتے ہیں۔ طالب علموں کو پہلی بار لکھنے کے سامان کی شکل میں تختی (~~دیا جاتا ہے~~) نیز کھڑیا (دوات) دی جاتی ہے البیرونی نے بھی لکھا ہے کہ بچوں کے لئے تعلیم گاہ میں کالی تختی استعمال کی جاتی ہے اس پر دائیں طرف سے نہ لکھ کر بائیں طرف سے چوڑائی کی جانب سے سفید مادے سے لکھا جاتا ہے[1] البیرونی کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں تعلیم کی شروعات کے وقت کھڑیا سے لکھنے کی روایت تھی۔ قاضی رشید بن زبیر نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے کسی راجہ نے نوشیرواں کو ایک خط لکھا تھا جو سونا ہی سونے، سونے اور پانی کے اشغال کے ذریعہ لکھا گیا تھا[2]۔ یہ خط ایک درخت کی خوبصورت چھال پر لکھا گیا تھا جو نرم اور خوشبودار تھی[3] امکان ہے کہ یہ بھرج پتر ہوگا جس کو عام لوگوں کی زبان میں بھوج پتر کہا جاتا ہے۔

حروف تہجی

البیرونی نے حروف تہجی کے استعمال کے تحت مختلف مقامات کے مختلف رسم الخط کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سدھ ماترکا کا استعمال بنارس اور قنوج میں ہوتا ہے ناگر کا استعمال مالوہ میں کیا جاتا ہے۔

---

[1] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۸۲

[2] عرب و ہند عہد رسالت میں صفحہ ۲۹

[3] ابن فقیہ حصہ ۲ صفحہ ۲۰۶ - ۲۰۱

Marfat.com

آروھ ناگری، ملباری اور سدھو کا استعمال سندھ میں کیا جاتا ہے۔ کرناٹ، آدھری، وراوڑی اور لاری کا استعمال کٹنڈی آندھرا دراوڑ اور گوڑی کا استعمال وربی دیش میں کیا جاتا ہے۔ کیاؤ کے مطابق بھکشی بدھ کے ذریعہ خود ساختہ رسم الخط تھا جس کا استعمال اودن پور میں کیا جاتا تھا۔ اودنت پور[2]

کہانی

عرب سیاحوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندی کی کئی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا گیا تھا جس میں سے دو کے نام "سند باد حکیم" (ہیڈت) کی کتاب ہے۔ ابن ندیم اس کو ہندوستان میں لکھی ہوئی کہانی بتاتا ہے۔ بعد میں اس کا ترجمہ عربی میں پھر فارسی زبان میں ہوا تھا۔

کہانیوں کی مشہور کتاب "الف لیلہ" میں سند باد نامی کی دو کہانیاں ہیں ایک میں سند باد نام کے تاجر کے سمندری سفر اور دوسرے میں زمینی سفر کے حیرت انگیز حادثوں کا بیان ہے

اس کے علاوہ ہندوستان کی دیگر کہانیوں کا عربوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کرایا تھا۔ ہندی کی مشہور کہانی دیپک کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا تھا۔ اس کہانی میں ایک عورت اور مرد کی

---

[1] کیاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۷۳

[2] انڈین سٹار بیل کوارٹرلی حصہ ۲۰ نمبر ۲ جون ۱۹۵۲ ہریندر ناتھ لا۔ صفحہ ۱۳۱

Marfat.com

کہانی ہے ایک دوسری کہانی حضرت آدم کے زمین پر آنے سے متعلق ہے[1]۔ اس کے علاوہ راجہ کی کہانی، دو ہندوستانیوں کی کہانی جس میں ایک سنجی اور دوسرے کنجوس کا بیان ہے۔ آخر میں راجہ کا فیصلہ دیا گیا ہے[2]۔ یعقوبی نے راجہ گوش کے ذریعہ لکھی گئی تراجر کا بیان کیا ہے[3] جس کا عربی میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ ہندوستان کی کئی کہانیوں اور داستانوں کا تذکرہ اخوان الصفا کے مضامین میں ملتا ہے عرب سیاحوں کے بیان سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی داستانی کہانیوں کے فن میں ماہر تھے۔ ان کی بہت سی دل چسپ کہانیوں کا ترجمہ عربی اور فارسی زبانوں میں کیا گیا تھا۔

مشہور شاعر اور شاعری کا رواج

شاعری کے رواج کے سلسلے میں مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندستانی راجے، مہاراجے شاعری سے محبت کرتے تھے اور دوسرے شاعروں کے اشعار یاد رکھتے تھے۔ راجہ روت بل نے ایک موقع پہ شاعر حسان بن ثابت کے اشعار سنائے تھے[4]۔

ابن ندیم نے بہت سے شاعروں کے نام گنائے ہیں عباد بن عبد الحمید علی بن داؤد اور البشیر بن معتمد وغیرہ مشہور شاعروں کا نام ملتا ہے ان

---

[1] ابن ندیم : الفہرست صفحہ ۳۰۵

[2] ابن ندیم : الفہرست صفحہ ۳۱۶

[3] یعقوبی : تاریخ یعقوبی حصہ ۱ صفحہ ۱۰۵

[4] مسعودی : مروج الذہب حصہ ۲ صفحہ ۲۲۵-۲۲۶

Marfat.com

تین شاعروں نے کلیلہ و دمنہ نامی کتاب کو عربی زبان میں شاعری کے انداز میں لکھا جو سنسکرت جاتک داستانوں اور "پنچ تنتر" کی کہانیوں سے متعلق کتاب ہے[1]۔ عرب سیاحوں کے بیانات معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستانی شاعری میں دلچسپی رکھتے تھے اور انھیں راجاؤں کا سہارا حاصل تھا۔

شرافت اور اخلاق

عرب سیاحوں نے ہندوستانی علماء کی قدیم روایات کا ذکر کیا ہے۔ وہ شرافت اخلاق اور عقلمندی کی باتیں، کہانیوں اور مثالوں کے ذریعہ سمجھاتے تھے، کتوں، چوہوں، بلیوں اور کوؤں کے واسطے سے اخلاق کی تعلیم دیتے تھے۔ بروایت ہندوستانی سماج میں قدیم زمانے سے یہ طریقہ آرہا ہے۔ اس سلسلے میں سنسکرت کی مشہور کتاب کلیلہ دمنہ کا نام قابل ذکر ہے۔ البیرونی نے اس کا نام پنچ تنتر بیان کیا ہے۔ یہ فارسی اور عربی میں بھی لکھی گئی۔ اس کتاب کو نثر سے نظم کی شکل میں بھی لکھا گیا بہت سے عالموں نے اس کا ترجمہ کر کے راجاؤں کے درباروں میں خلعت و انعام حاصل کئے۔ عربی کے عباس نامی شاعر نے اس کو عربی نظم میں منتقل کر کے جعفر برمکی کی مدحت میں پیش کیا تھا اس نے خوش ہو کر اس کو ایک لاکھ درہم (روپے) انعام کی شکل میں دیئے تھے۔ اس کتاب کی شہرت کے سبب نہ صرف ہندوستان میں بلکہ غیر ممالک میں بھی اسکے ترجمے کئے گئے۔ یورپ، افریقہ اور ایشیا کی دیگر زبانوں میں بھی

---

[1] ابن ندیم الفہرست ۲۲۵-۲۲۴

Marfat.com

اس کے ترجمے کیے گئے۔ اس کتاب کے مصنف کا نام ویدیہ پنڈت بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب راجہ ہرادشلیم کے لئے دس حصوں میں لکھی گئی تھی ابن حوقل نے لکھا ہے کہ یہ کتاب گجرات کے راجا بلہرا کے لئے لکھی گئی تھی۔ جس کا نام مثالوں والی کتاب ہے۔ مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں شرافت اور اخلاق کی تعلیم کا نہایت آسان اور دلچسپ طریقہ اپنایا گیا تھا۔ عوام سے لے کر راجہ مہاراجہ تک اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

نظام تعلیم اور تعلیمی درس گاہیں

عرب سیاحوں نے قدیم زمانے میں مروج تعلیمی درسگاہوں، اور تعلیم کی عمدہ وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔ ان سیاحوں میں بشاری اور البیرونی کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

قدیم زمانے میں انتظام تعلیم بخوبی منضبط بندھی۔ تعلیم کا آغاز البیرونی نے برہمن کے لئے جنیو اختیار کر لینے کے وقت سے آٹھویں سال کی شروعات) مانا ہے[2]۔ اس سلسلے میں ہندوستانی عالموں نے سنسکار پرکاش[3] اور سنسکار رتن مالا[4] میں اس طرح روشنی ڈالی ہے۔ تعلیم کا آغاز جنیو پہننے سے پہلے پانچ برس کی مدت میں ہوتی ہے

---

[1] ابن حوقل: سفرنامہ صفحہ ۲۲۷

[2] سچاؤ: البیرونی انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۳۰

[3] سنسکار پرکاش صفحہ ۲۲۵-۲۲۱

[4] سنسکار رتن مالا صفحہ ۹۰۷-۹۰۴

——— سدھم جو کامیابی کی علامت ہے اس کے خاتمے کے بعد پانچویں سال مندرجہ ذیل یا یخ علوم کا مطالعہ کرایا جاتا تھا یعنی علم الفاظ، قواعد، سنگتر اشی، علم طب و آلات [illegible] علم انشاء (یا مباحثہ) اور روحانی علم (فلسفہ) تعلیم کی شروعات میں بچہ، گرو، کی خوبیوں کے گیت گاتا اور ان کے لیے اپنی عقیدت مندی کا اظہار کرتا تھا۔[1]

چینی سیاح ہیون سانگ نے سدھم کو تعلیم کا ابتدائی دور مانا ہے جو کامیابی کا نشان ہے۔[2] اتسنگ نے لکھا ہے کہ بچوں کی ابتدائی تعلیم سدھی رستو (सिद्धिरस्तु) نامی کتاب سے شروع ہوتی ہے جس میں حروف تہجی آوازوالے (स्वर) حروف اور ہلنت یعنی جن حروف کا آواز والے حروف کی مدد سے تلفظ ہوتا ہے کا استعمال تھا۔[3]

گروکل میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے کا رواج قدیم زمانے سے ہندوستانی سماج میں چلا آرہا ہے۔ جیندر گپت سوریہ نے تکشلا میں چانکیہ کی قربت میں رہ کر تعلیم حاصل کی تھی۔

البیرونی اور دوسرے عرب مصنفین کے مطابق گروآشرم میں رہ کر ا۔ تعلیمی درسگاہوں میں رہ کر طالب علم، گرو سے لڑکے کی طرح محبت حاصل کرتے ہوئے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ گرو اور شاگرد کے درمیان گہرے تعلقات ہوتے تھے۔ شاگردوں کو ملک دشمن اساتذہ سے پرہیز

---

[1] واٹرس حصہ ۱ صفحہ ۱۵۵

[2] واٹرس حصہ ۱ صفحہ ۱۰۵

[3] اتسنگ: ریکارڈس آف دی بدھسٹ ریلیجن Religion صفحہ ۱۹۵

Marfat.com

کرنے کی بھی ہدایت کی گئی ہے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ تعلیم دینے والے استاد کی خدمت میں شاگرد رات دن رہتے تھے[1]

گروکل میں تعلیم حاصل کرنے کی رسم بہت قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے۔ شاگرد برہمچریہ آشرم سے گروکل یا آشرم میں رہ کر اپنی زندگی کے پچیس سال تعلیم حاصل کرنے میں گزارتا تھا جس کا تذکرہ نظام آشرم کے تحت کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق طالب علموں کا فرض ہے کہ برہمچریہ کی پابندی، زمین کو اپنا بچھونا بنانا، وید اور اس کے تلفظ کا مطالعہ اور روحانی علم (فلسفہ) اور مذہبی علم کا مطالعہ کرنا۔

سماج میں رائج قدیم گروکل نظام کا دھیرے دھیرے خاتمہ ہوتا گیا اور اس کی جگہ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کا رواج ہوا۔ برہمن کی کتابوں میں اس طرح کے مرکزوں کو گروکل کے نام سے پکارا جاتا تھا لیکن بودھ اپنے تعلیمی اداروں کو "وہار" کا نام دیتے تھے۔

تعلیمی اداروں کا ذکر کرتے ہوئے سعودی نے لکھا ہے کہ داؤد فرقہ کے عالم ابو محمد منصوری طالب علموں کو تعلیم دیتے تھے[2] بشاری مقدسی نے لکھا ہے منصورہ میں کتابوں کی تصنیف و تالیف سے متعلق بہت سے تعلیمی ادارے تھے۔ وہاں علماء لکھنے کے کام میں محو رہتے تھے[3]

---

[1] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۳۱

[2] سعودی مروج الذہب حصہ ۴ صفحہ ۱۳۸

[3] بشاری مقدسی صفحہ ۴۸۱

البیرونی نے کشمیر اور بنارس کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں ہندوؤں کے بہت مشہور تعلیمی ادارے ہیں۔ یہ ہندو علوم ہمارے مفتوحہ ملکوں سے نکل کر کشمیر بنارس جیسے دور دراز مقامات پر پہنچیں جہاں ہمارے ہاتھ نہیں پہنچ سکتے ہیں[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں مسلم حملہ آوروں سے خوفزدہ ہوکر بہت سے علما پنجاب سے دور کشمیر اور بنارس چلے گئے تھے۔ واٹرس نے کہا ہے کہ وسطی زمانے سے قبل کشمیر تعلیم کا بنیادی مرکز بن گیا تھا[2]۔ بنارس کے سلسلے میں زمانۂ وسطی کے دستاویزوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ویدوں کی تعلیم و تدریس کی جاتی تھی[3]۔ بنارس وید کے پڑھنے پڑھانے کا مخصوص مرکز تھا[4]۔

علم اور تعلیم کے میدان میں کاشی (بنارس) کی اہمیت ویدوں کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔ بدھ کے زمانے میں کاشی کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ بودھ دھرم کے پیروکار سمراٹ اشوک نے تعلیم کے لئے کاشی میں بہت سے بودھ مٹھ اور وہاروں کی تعمیر کرائی ساتویں صدی عیسوی میں چینی سیاح نے بنارس کے ان مکانات کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں کئی منزلوں والے مکانات تھے، جو بہت زیادہ دلکش اور خوبصورت تھے۔

---

[1] بحوالہ: البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۲۲

[2] بحوالہ شنکر شرما: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۷۶

[3] ایچ گرافیا انڈیکا حصہ ۱ صفحہ ۲۹۹

[4] نرود چندر داس بہادر رائے: یونیورسٹیز ان انیشنٹ انڈیا دی ہندستان ریویو ۱۹۰۹

[5] واٹرس حصہ ۲ صفحہ ۴۸

Marfat.com

عرب سیاحوں کے مذکورہ بالا تفصیلات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان قدیم زمانے سے تعلیم کے مختلف مضامین میں انتہائی ترقی پر پہنچ گیا تھا۔ مختلف موضوعات و مضامین کے عالموں نے اپنی سخت کوششوں سے تعلیم کے مضامین میں جدید احساس پیدا کئے تھے جن کی شہرت دنیا بھر میں تھی۔

Marfat.com

کھانا پینا

عرب مصنف کی تفصیلات سے ہندوستان کے طعام و شراب (کھانے پینے) سے تعلق خیال پر روشنی پڑتی ہے اس زمانے کے معاشرے میں کھانے سے متعلق دو نظریات رائج تھے

پہلے نظریہ کے تحت وہ لوگ تھے جو گوشت کا استعمال کرتے تھے انھیں گوشت خور (~~ماس خاری~~) کہا جاتا تھا۔ دوسرے نظریہ کے لوگ گوشت کا استعمال ممنوع سمجھ کر صرف اناج اور سبزی ترکاری کا استعمال کرتے تھے۔ یہ لوگ سبزی خور (~~ساگ خاری~~) کہلاتے تھے۔ ہندوستانی مذہبی کتابوں میں بھی اسی طرح کا بیان ملتا ہے۔ اس کے علاوہ عرب سیاحوں نے ہندوستان میں تیار ہونے والے غلہ اناج اور شراب پینے کا بیان کیا ہے۔

گوشت پر مشتمل خوراک

ہر طرح سے بھی عرب سیاحوں نے ہندو لوگوں میں رائج گوشت کے کھانے کا ذکر کیا ہے۔ ابن خرداذبہ[1] نے لکھا ہے کہ وہ لوگ جس جانور کا گوشت کھانا چاہتے ہیں اسے مار ڈالتے ہیں اور ذبح کرنے کے بجائے ان کے نتھنے میں آدرسی نے لکھا ہے کہ ہندستان

---

[1] ابن خرداذبہ ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۵۶
[2] ادریسی صفحہ ۷۹

Marfat.com

لوگ نیل گائے، گائے اور بیل کے مرجانے کے بعد اسے نہیں کھاتے۔ یہ لوگ نہ تو کسی چھوٹے پرندے اور نہ تو جانوروں کو ذبح کرتے ہیں بلکہ اسے مار کر کھاتے ہیں۔ ابن فقیہ[1] بزرگ بن شہریار البیرونی اور سلیمان نے کھانے کے طور پر گوشت کے استعمال کا بیان کیا ہے۔ ہندو لوگ بکروں اور چڑیوں کو ذبح کرنے کے بجائے اس کے سر پر زخم لگا کر مار ڈالتے ہیں نیز اس کے بعد اسے کھاتے ہیں[2]۔ بشاری مقدسی نے کھانے کے سلسلے میں مچھلی اور پرندوں کا بیان کیا ہے[3]۔ مسعودی نے گھنڈے کا گوشت کھائے جانے کا بیان کیا ہے[4]۔ دوسری جگہوں پر اس نے ہندوستانی جزیروں کے باشندوں میں آدمی کا گوشت کھانے کی بات کہی ہے[5]۔ اس موضوع کو وقتاً منظور کرنا مشکل ہے۔ قدیم زمانے میں جب آدمی غیر مہذب حالت میں تھا تو وہ آدمی کا کچا گوشت کھا جاتا تھا لیکن ممکن ہے کہ مسعودی کے زمانہ میں کچھ غیر مہذب لوگوں میں یہ روایت کسی نہ کسی شکل میں رائج رہی ہو۔

البیرونی نے لکھا ہے کہ ایسے جانوروں کا گوشت جنہیں مارنا جائز ہے صرف ایسی حالت میں ممنوع ہے جب وہ اچانک مر گئے ہوں۔ ذبح کرنے کے لائق چوپایوں میں بھیڑ، بکری، ہرن، خرگوش، گینڈا، بھینس، مچھلی

---

[1] ادریسی: صفحہ ۱۹

[2] ——: ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۵۰

[3] ——: ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۲۱۰

[4] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن: ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۸۸

[5] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۳۹۰

[6] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۲۹۶

Marfat.com

یا فی یا خشکی کے پرندے گوریا، پنڈک، تیتر، پنڈکی، مور اور دوسرے چوپائے، پرندے آدمیوں کے لئے نہ تو نقصان دہ ہیں اور نہ نفرت کے لائق ہیں[1] اور یسی کے مطابق نہروالہ کے لوگ مچھلیاں کھاتے ہیں[2] چوپایوں کے سر پر چوٹ پہنچانے کے بعد کھانے کی تفصیل عرب سیاحوں نے بتائی ہے۔ اس سلسلے میں ہندوؤں کا خیال ہے کہ چوپایوں کی گردن کو ایکبار جھٹکے سے الگ کرنے کا مطلب اسے کم تکلیف دینا ہے آج بھی ہندوؤں میں جھٹکے کا گوشت کھانے کا رواج ہے اس کے برخلاف مسلمان چوپائے کی گردن پر چھری چلاتے ہیں جسے ذبح کرنا کہا جاتا ہے

البیرونی کے قول کی تصدیق اس سے چار سو برس قبل ہندوستان میں آئے چینی سیاح ہیون سانگ کے ذکر سے ہوتی ہے اس کے مطابق مچھلی ہرن کا گوشت ہندوستانی کبھی کبھی لذیذ کھانے کی شکل میں کرتے ہیں[3] دستاویزوں کے ذریعہ ہندوستانیوں کے گوشت کھانے کے ثبوت ملتے ہیں[4]۔ البیرونی نے برہمنوں کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ گوشت کے لئے چوپایوں کا قتل کرنا بنیادی طور پر ان کے لئے منع ہے جیسے عیسائیوں اور سبھی چیوں میں بھی لوگ گوشت کی خواہش رکھتے ہیں اور سبھی ممانعت کو ہٹا دیتے ہیں۔ گوشت نہ کھانے کا اصول خاص طور پر برہمنوں پر ہی لاگو ہوتا ہے کیونکہ یہ (برہمن) مذہب کے

---

[1] بحوالہ البیرونی انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۱

[2] بحوالہ شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۲۵

[3] وارس حصہ ۱ صفحہ ۱۷۸

[4] اشوک کے پہلے کتبہ (پتھر پر کھدی ہوئی دستاویز) کے مطابق تیسری صدی قبل مسیح میں اسکی پاک شالہ میں بڑی تعداد میں ہرن اور مور کاٹے جاتے تھے جس کے مارنے کی

(باقی صفحہ ۲۵۴)

محافظ ہیں[1]۔ سلیمان نے بھی یہی بات کہی ہے کہ برہمن چوپایوں کا گوشت بالکل نہیں کھاتے ہیں[2]۔ برہمنوں کے گوشت نہ کھانے کا نظام ہندوستانی سماج میں بہت پہلے سے رائج تھا۔ مسعودی البیرونی نے جہاں برہمنوں کے لئے گوشت کھانے کا تذکرہ کیا ہے وہیں ایک انوکھی بات ہے کہ برہمنوں کو گینڈے کا گوشت کھانے کا خصوصی حق حاصل ہے[3]۔ یونانی مورخ اسٹریبون نے بھی برہمچریہ آشرم گزارنے کے بعد گرہستھ آشرم میں داخل ہونے کے بعد گوشت کھانے کا تذکرہ کیا ہے۔ البیرونی سے قبل سلیمان نے بھی گینڈے کا گوشت کھانے کا تذکرہ کیا ہے۔ البیرونی سے قبل سلیمان نے بھی گینڈے کا گوشت کھانے کا ذکر کیا ہے، برہمنوں کے لئے گوشت ممنوع کرنے اور گینڈے کا گوشت کھانے کا بیان ہندوستانی کتابوں میں بھی ملتا ہے جیسا کہ عرب سیاحوں نے اپنے بیانات میں واضح کیا ہے۔ آج بھی آسام میں کچھ ہندو ذاتوں میں گینڈے کا گوشت پاک سمجھ کر کھاتے ہیں اور اس کے خون کی خیرات کرتے ہیں اس لئے شمالی ہند میں برہمنوں کی بہت سی ذاتیں اور دوسری ذاتیں گوشت کھاتی ہوئی دکھائی پڑتی ہیں[4]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۳) ــــ مخالفت کرکے اس نے دوسرا ایک ہرن کے مارنے کی بات کہی تھی اور مستقبل میں ان کے مارنے پر پابندی لگائی تھی۔

[1] سچاؤ: البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۵۱

[2] سلیمان صفحہ ۵۹

[3] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۲۰۴

[4] اشوک کمار: انڈیا ایزنون ٹو عرب ٹریولرس صفحہ ۲۷

Marfat.com

سماج میں برہمن اور دوسرے طبقے کے لوگ گوشت کھاتے تھے کچھ چوپایوں کا گوشت ممنوع تھا جیسا کہ البیرونی نے لکھا ہے مرغا گھوڑا، گائے، خچر، گدھا، اونٹ، ہاتھی، کوا، طوطا اور بلی وغیرہ[1] ہندوستانی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سماج کا اعلیٰ طبقہ (برہمن) گوشت کھاتا تھا۔ لیکن یہ سچ ہے کہ قدیم ہندوستانی ہندو سماج میں گوشت نہ کھانے کو عمدہ مانا جاتا رہا مذہبی نقطہ نظر سے گوشت نہ کھانے والوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

اناج پر مشتمل خوراک

ابن خرداذبہ نے لکھا ہے کہ ہندوستانیوں کا عام کھانا چاول ہے گیہوں نہیں[2] عرب سیاحوں نے ہندوستان میں استعمال ہونے والے اناجوں اور ان کے کھانے کے سلسلے میں اور مختلف جگہوں پر پیدا ہونے والے اناجوں کا بیان ہے۔ ابو زید نے لکھا ہے کہ یہاں دھان کی کھیتی ہوتی ہے اس کے علاوہ وہ دیگر کسی اناج سے واقف نہیں ہے اور یہی ان کا بنیادی کھانا ہے[3]۔ مقدسی نے لکھا ہے کہ ہندوستانی زیادہ تر چاول، مکئی کھاتے ہیں[4] اصطخری کا قول ہے کہ فوج میں آٹا کم ہوتا ہے لوگ چاول کھاتے ہیں۔

---

[1] چچ نامہ : البیرونی انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۱
[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۵۱
[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۵۳
[4] مقدسی حصہ ۴ صفحہ ۶۳

Marfat.com

مسلمان زیادہ تر گیہوں کھاتے ہیں[1]۔ سلیمان نے لکھا ہے کہ سندان، چمبور، کمبایت اور اونکبین میں دھان (چاول)، کنجا نگر میں چاول اور گیہوں پیدا ہوتا ہے۔ اترا سا کے لوگ چاول اور گیہوں اور نہروار کے لوگ چنا اور اڑد کا استعمال کرتے ہیں[2]۔ ابن فقیہ ہمدانی کے مطابق ہندوستانی گیہوں کے برخلاف چاول زیادہ کھاتے ہیں[3]۔ عرب مصنف بشاری مقدسی نے ملتان میں روئی بیچے جانے کا ذکر کیا ہے جہاں ایک درہم میں تین من روئی ملتی تھی[4]۔ لکشمی دھر اور چند شیورش نے جنم اشٹمی کے موقع پر گیہوں کے بنے سامان کے استعمال کا انتظام کیا ہے جس سے گیہوں سے بنی ہوئی کھانے کی چیزوں کی شکل میں استعمال کا علم ہوتا ہے راجپوتانے کی جین سورنیوں کو گیہوں نذر کئے جاتے تھے[5]۔ آگے لکھتا ہے کہ منصورہ کے لوگوں کا کھانا دودھ اور روٹی ہے[6]۔ خوارزمی نے بہتہ

---

[1] اصطخری صفحہ ۷۶

[2] سلیمان صفحہ ۶۰-۵۹ انسٹیٹیوٹ اکاونٹ آف انڈیا انڈیا پاکستان صفحہ ۳۴ صفحہ ۷۲

[3] بشاری

[4] ابن فقیہ صفحہ ۱۶۲-۱۶۱

[5] جے شنکر شرما گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۳۷

[6] کرتیہ کلپترو، نیت صفحہ ۲۹۵

[7] کرتیا کار تناکر صفحہ ۲۵۷

[8] ایجی گرافیا انڈیکا حصہ ۹ صفحہ ۵۷

[9] بشاری مقدسی صفحہ ۴۸۶-۴۸۷

Marfat.com

لفظ استعمال کیا ہے اس کے مطابق یہ ایک طرح کا مرغیوں کا کھانا ہے۔ یہ ہندوستانی بھات ہے جو عربوں کے خیال سے مرغیوں کا ہلکا کھانا ہوگا اس کو کھچڑی بھی کہا جا سکتا ہے۔ چینی سیاح ہیون سانگ نے ہندستانیوں کے کھانے کے سلسلے میں لکھا ہے کہ لوگ روٹی، چاول، دوسری طرح کے اناج دودھ چینی اور ان سے بنے ہوئے کھانے کے سامان اور سرسوں کا تیل کھاتے ہیں[1]۔ عرب سیاحوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانیوں کا بنیادی کھانا چاول تھا۔

چینی سیاح اِتسنگ نے اس سلسلے میں تفصیلی بیان پیش کیا ہے اس نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پیدا ہونے والے اناجوں کے چلن پر تفصیل سے اپنی رائے ظاہر کی ہے۔

اِتسنگ کے مطابق شمال میں گیہوں کا آٹا پیدا ہوتا ہے۔ پچھمی پردیش میں سینکا ہوا آٹا (ممکن ہے چاول یا جو کا ستو) بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ وسطی اور دکھنی و پوربی سرحدی صوبے میں چاول زیادہ پیدا ہوتا ہے[2]۔

چینی سیاح کے مطابق گھی، تیل، دودھ، ملائی سب جگہوں پر مہیا ہے۔ میٹھی روٹیاں نیز پھلوں کی کثرت کے سبب ان کا شمار مشکل ہے[3]۔ اتسنگ کے مطابق ہندوستان کے پانچوں حصوں میں یا پانچوں حصوں سے مراد مکمل ہندوستان سے تھا پھل اور سبزیاں

---

[1] جے تنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۳۷

[2] دی ریکارڈ آف دی بدھسٹ ریلجین ایز پریکٹسڈ ان انڈیا اینڈ دی ملے آرکی پلیگو: اتسنگ ٹرانزلیٹڈ بائی جے۔ تکاکسو صفحہ ۴۴-۴۳

[3] ٹرانزلیٹڈ بائی جے تکاکسو صفحہ ۴۴

Marfat.com

نہیں کھائی جاتی[1]

سبزی اور پھل کی خوراک

ہندوستانی کھانوں میں ابتدائی زمانہ سے ہی پھلوں کا خصوصی مقام رہا ہے۔ ہندوستان کی آب و ہوا مزیدار اور میٹھے پھل پیدا کرنے کے لئے مشہور رہی ہے۔ عرب سیاحوں نے ہندوستان کے مختلف حصوں میں پیدا ہونے والے پھلوں اور سبزیوں کا بیان کیا ہے۔ ابن خرداذبہ[2] نے کلابار اور لنکا کے درمیان میں واقع ذاتوں کا کھانا کیلا، گنا اور ناریل بتایا ہے۔ مسعودی نے ہندستانی جزیروں کی عام پیداوار ناریل بتائی ہے۔ کھجور یہاں نہیں پیدا ہوتی ہے۔ اصطخری نے سندھ میں نیبو اور آم کھانے کا بیان کیا ہے اس نے جدران میں بانید (مصری یا سفید شکر قند) کی پیداوار کا ذکر کیا ہے۔ مصری سب ملکوں میں یہیں سے جاتی ہے یہاں کھجور نیبو، گنا اور آم بھی پیدا ہوتا ہے۔ بشاری مقدسی نے بہند میں اخروٹ اور بادام کھانے کا بیان کیا ہے نیز یہاں پر کھجور اور کیلے کا بھی ذکر کیا ہے[3]۔ اس کے علاوہ جاوس[4] جزیرہ کے لوگ ناریل، کیلا گنا، نہروار کے لوگ جاکلا، لوبیا، لنک جاوس

---

[1] سرائر الہند جاحظ صفحہ ۴۵

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں صفحہ ۳۷

[3] اصطخری صفحہ ۱۷۶

[4] بشاری صفحہ ۸۲ و ۴۷۶ سلیمان ندوی عرب و بھارت کے تعلقات: ترجمہ راجمندری صفحہ ۶۹

[5] ادریسی صفحہ ۱۷۰-۶۲

Marfat.com

جزیرے کے قریب بنی مان جزیرہ کے لوگ ناریل کا استعمال کرتے تھے۔ سلیمان نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں سب پھل تو ہیں لیکن چھوہارے کا درخت نہیں ہے اور ان کے پاس ایک پھل ہے جو میرے وہاں نہیں ہے۔ ممکن ہے یہ پھل آم رہا ہو خوارزمی نے بھی ہندوستان میں پیدا ہونے والے پھل آم کا ذکر کیا ہے مسعودی کے مطابق نارنجی، لیمو، ہندوستان کی خاص چیزیں ہیں یہ پھل تیسری صدی ہجری میں ہندوستان سے عرب لائے گئے تھے[1] مسعودی کا قول ہے کہ ان میں ہندوستان جیسا مزہ نہیں تھا ابن حوقل سندھ کا بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان کے دیس میں سیب کے برابر ایک پھل ہوتا ہے جس کو نیمو کہتے ہیں اور جو شفتالو کی طرح کا ہوتا ہے اس کا نام انبیج (آم) ہے جس کا مزہ شفتالو کی طرح ہوتا ہے[2] پرہت کی رلنگ اور ساچی کے اسٹوپ (پتھر کے کھمبے) پر انگور کے گچھوں کی عکاسی کی گئی ہے[3]۔ ڈاکٹر اوم پرکاش نے تذکرہ کیا ہے کہ بنگال اور دکھنی ہند کے لوگ چنا اور سیم کی پھلی کی سبزی کا استعمال کھانے میں کرتے تھے[4]۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ ہندوؤں کے دیش میں کھجور اور ناریل کی طرح کا پتلا پیڑ ہے جس کا پھل کھایا جاتا ہے[5]۔ واٹرس نے لکھا ہے کہ کشمیر میں ناشپاتی،

---

[1] مسعودی: مروج الذہب حصہ ۲ صفحہ ۴۲۸ (یوروپ)
[2] ابن حوقل صفحہ ۲۲۸
[3] کنگھم بھرہت۔ اسٹوپ صفحہ ۳۳-۳۲
[4] اوم پرکاش: فوڈ اینڈ ڈرنک ان اینشینٹ انڈیا صفحہ ۷۲
[5] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۷۱

بیر، آڑو، خوبانی، اور انگور کے پودے کافی تعداد میں ملتے ہیں[1]

مٹھائیاں

عرب سیاحوں نے ہندوستانی مٹھائیوں کا بیان کیا ہے اور اسے فانیذ کہا ہے۔ اصطخری اور مقدسی نے لکھا ہے کہ جدران اور ماسکان اور مکران کی فانید (مٹھائی) سارے سنسار میں بھیجی جاتی ہے۔

کھانا کھانے کا طریقہ

عرب سیاحوں نے ہندوستانیوں کے کھانے کا طریقہ اور کھانے کی صفائی سے متعلق بہت سی باتوں کا بیان کیا ہے جو ہندوستانی کتابوں میں ملتا ہے کھانے کے طریقہ کا بیان کرتے ہوئے ابوزید نے کہا ہے کہ ہندوستان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے دو لوگ ایک ساتھ ایک برتن میں کھانا نہیں کھاتے۔ بادشاہوں اور مالدار لوگوں کے روزبروز دسترخوان اور ناریل کی چھال کا جیسا کوئی پاتر وغیرہ بنایا جاتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد اسے پھینک دیتے ہیں دوسرے دن پھر نیا تھال استعمال کیا جاتا ہے[3] البیرونی کھانے کے طریقے

---

[1] واٹرس صفحہ ۱۷۸ - ۱۷۷

[2] مقدسی صفحہ ۴۸۲

[3] ابوزید صفحہ ۲۴۶ - ۲۴۵

ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۸۰

متعلق لکھتا ہے کہ ہندو گوبر سے لیپے چوکے میں ایک کے بعد ایک اکیلے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ وہ کھانے کے بچے ہوئے حصے کو نہیں کھاتے ہیں۔ وہ مٹی کے برتن (पात्र) کو کھانے کے بعد پھینک دیتے ہیں[1]۔ بودھ بھکشوؤں کے ایک ساتھ کھانے کا بیان اتسنگ نے کیا ہے۔ سرطرح کے بودھ بھکشو اپنے ہاتھ پیر دھوکر الگ الگ چوکیوں پر بیٹھتے تھے۔ سب چوکیاں ایک ہی ناپ کی ہوتی تھیں۔ ان سبھی کو ایک ایک ہاتھ کی دوری پر رکھا جاتا تھا۔ کھانا سب کو ایک طرح سے لگایا جاتا تھا۔ مہمانوں کے سامنے کھانا لگانے والے کھڑے ہوکر ادب سے سلام کرتے تھے کھانے کے بعد کھانا لگانے والا مہمانوں کو دانتون (مسواک) اور صاف پانی دیتا تھا[2]۔ مہمان ایک ایک نصیحت آمز منتر (بات) پڑھتا تھا[3]۔ بہت سی ہندوستانی کتابوں میں تھوڑا کھانا نہ کھانے کے ثبوت ملتے ہیں۔ ابن فقیہ[4] نے لکھا ہے کہ کوئی بھی شخص بغیر نہائے اور دانتون (مسواک) کئے کھانا نہیں کھاتا۔ البیرونی کے مطابق ہندو لوگ ایک ساتھ کھانا نہیں کھاتے وہ بچا ہوا حصہ بھی نہیں کھاتے نیز کھائے ہوئے برتن کو پھینک دیتے ہیں اس کی تصدیق ہیون سانگ سے ہوتی ہے۔ اس کے مطابق کھانے کے برتن کو ہاتھوں ہاتھ آگے نہیں بڑھایا جاتا جو

---

[1] جے شنکر مشر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۴۸ بچا وحصہ ا صفحہ ۱۸۰

[2] وی ریکارڈس آف وی بدھسٹ ریلجن پریکٹیڈ ان انڈیا اینڈ وی ٹے آر کی بگو اتسنگ ٹرانسلیٹیڈ بائی جے ٹکاکسو صفحہ ۲۳-۲۲

[3] ابن فقیہ صفحہ ۱۶۲-۱۶۱

Marfat.com

برتن مٹی یا لکڑی کے ہوتے ہیں ان کا ایک بار استعمال کرنے کے بعد پھینک دینا ضروری ہے اور جو برتن سونے، چاندی، تانبے یا لوہے کے ہوتے ہیں۔ انھیں پھر سے صاف کرنا پڑتا ہے[1]

شراب (سُرا پان)

عرب سیاحوں نے قدیم ہندوستانی سماج میں رائج شراب کے رواج کا بھی بیان کیا ہے۔ اس وقت شہد، تاڑی ناریل وغیرہ کا بھی استعمال شراب کی شکل میں کیا جاتا تھا ابن خرداذبہ نے ہندوستانی جزیروں میں ناریل کی شہد پینے کا بیان کیا ہے[2] البیرونی نے لکھا ہے کہ شراب (مدھو) پینے کی اجازت شودر کو ہے۔ وہ اس کو پی سکتا ہے وہ شراب خانی پیٹ پیتے ہیں اور کھانا بعد میں کھاتے ہیں[3] عرب سیاحوں نے برہمنوں، چھتریوں اور ویشیوں کے لئے شراب پینا ممنوع بتایا ہے۔ اورسی نے لکھا ہے کہ شہد کا شربت جس میں الائچی دانے ہوتے ہیں پارٹیوں وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے[4] سندان، چمور، اور کمبایت کے لوگ شہد (مدھو) گجرات اور سراندیپ کے لوگ شراب اور

---

[1] واٹرس حصہ ۱ صفحہ ۱۵۲
[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۲۵
[3] جے شنکر شرما: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۴۰
[4] سجاد البیرونی تراندیا حصہ ۲ صفحہ ۱۵۱
[5] اورسی: زبان صفحہ ۴۰ حصہ ۶۱ جولائی ۱۹۶۲
اورسی: صفحہ ۱۴۱
[6] خرداذبہ صفحہ ۷

Marfat.com

جنوب کے لوگ تاڑی کا استعمال کرتے ہیں[۱]۔ لنکا[۲] کا راجہ عراق سے شراب منگا کر پیتا تھا۔ ہون سانگ کا قول ہے کہ چھتری (کھتری) اور انگور سے تیار کی گئی شراب پیتے ہیں اور دیشیہ لوگ چھائی (ٹپکائی) ہوئی تیز شراب پیتے ہیں۔ بودھ بھکشو اور برہمن صرف انگور اور گنے کا شربت پیتے ہیں[۳]۔ کتھا سرت ساگر[۴] سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوداگروں میں شراب پینے کا چلن تھا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ اپنے آنند (مستی) میں بہت زیادہ اضافہ کرنے کے لئے ہندوستان کے لوگ لڑکیوں کو شراب پلاتے ہیں تاکہ ان کی بدمستی کو دیکھنے والا شخص برانگیختہ ہوا ٹھے۔

شراب کے رواج کا ثبوت سیاحوں کے بیانات اور ہندستانی کتابوں سے بخوبی ہوتا ہے لیکن شراب کے خراب نتائج کے پیش نظر سماج میں دھیرے دھیرے شراب کا رواج کم ہوگیا نیز بہت سے راجاؤں نے اس پر پابندیاں بھی لگائیں عرب مصنفین نے شراب کی ممانعت کا تذکرہ کیا ہے ابن خرداذبہ[۵] نے لکھا ہے کہ ہندستانی باشندے شراب کا استعمال نہیں کرتے اور نہ ہی مسرکے[۶] کا استعمال

---

[۱] اورلسی برمان صفحہ ۱۰۴ جلد ۱۶ چولائی ۱۹۶۸

[۲] ہنیار: عرب جیوگرافرس نالج آف ساؤتھ ایسٹرن انڈیا صفحہ ۱۰۲

[۳] واٹرس جلد ۱ صفحہ ۱۶۸

[۴] کتھا سرت ساگر صفحہ ۱۵۰-۱۵۴

[۵] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۴۸

[۶] خرداذبہ صفحہ ۶۶-۶۷

Marfat.com

کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کے مذہب میں شراب ممنوع نہیں ہے لیکن پھر بھی اس سے پرہیز کرتے ہیں کیونکہ اس کا استعمال آدمی کی عقل اور ہوش و حواس کی طاقت کو ختم کر دیتا ہے اور آدمی کوئی بھی خراب کام کر سکتا ہے اس لئے راجاؤں کے لئے شراب پینا منع تھا خردانبہ[1] آگے لکھتا ہے کہ برہمن دھرم کے ناشدا نام کے فرشتے نے لوگوں کو شراب نوشی سے روکا تھا سلیمان[2] نے لکھا ہے کہ ہندوستانی اپنے اخلاق کی وجہ سے نہ تو شراب پیتے ہیں نہ سور کھاتے ہیں اگرچہ ان کے مذہب میں منع نہیں ہے[3] ہندوستانی شراب کی ممانعت مذہبی بندش کے سبب نہیں کرتے بلکہ سماج میں نفرت کے لائق سمجھے جانے کی ڈر سے کرتے ہیں[4]۔ بزرگ بن شہریار کے مطابق ہندو لوگوں کے مذہب میں مردوں کے لئے شراب بالکل ممنوع ہے لیکن عورتوں کے لئے مناسب ہے۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندو شراب نہیں پیتے اور شراب پینے والوں کو برا سمجھتے ہیں۔ شراب پینے والے راجہ سے حکومت چھین لی جاتی ہے راجہ کمار شراب کے سلسلے میں سخت قانون رکھتا ہے اس کے یہاں شراب پینے کی سزا موت ہے۔ ہندوستانی سوداگر اور عام جنتا شراب نہیں پیتی بلکہ سبھا سے بھی پرہیز کرتی ہے۔ اگر کمار کا کوئی سپہ سالار شراب پیتا ہے

---

[1] خردابہ صفحہ ۶۷-۶۶

[2] سلیمان صفحہ ۵۲

[3] سلیمان، ریفرس سم عرب ٹریولرس اینڈ ہر کنٹربوشن ٹو جوگرافی صفحہ ۵۸ و ۵۹

[4] بزرگ بن شہریار صفحہ ۱۳۹-۱۳۸

Marfat.com

تو اس کے ہاتھ پیر پر لوہے کو گرم کر کے رکھ دیتے ہیں جس سے کبھی کبھی موت بھی ہو جاتی ہے۔ ابن رستا نے ہندوستانی آدمیوں اور باشندوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ وہ شراب نہیں پیتے جب مسلمان کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شراب پی ہے اس کو نیچ سمجھتے ہیں نیز نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ابن فقیہ سلیمان نے کمار کے راجہ کا بیان کیا ہے جس نے شراب نوشی، جرم قرار دیا تھا۔ ہندوستان گجرات کے جوا کیہ کمار پال نے شراب نوشی ہی نہیں بلکہ شراب سازی کے کارخانے بھی بند کرا دیے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شراب کا چلن تھا لیکن شراب پینے والوں کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا

پان (تامبول)

کھانے کے بعد کلی کر کے تامبول (پان) کھانے کا رواج قدیم زمانے میں تھا۔ کادمبری میں بان (باٹا) نے لکھا ہے کہ راجہ شودرک دن کے کھانے کے بعد خوشبودار بوٹیوں کا دھونی دے کر کے تامبول (پان)، کھاتے تھے[1] یا البیرونی کے مطابق ہندوستانی سماج میں پان کا چلن انتہائی قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے[2] پان بیچنے والے کو واتسیایان نے تامبولی کے نام سے مخاطب کیا ہے[3] باگ بھٹ نے

---

[1] بزرگ بن شہریار صفحہ ۱۳۹-۱۳۸

[2] باڑا کادمبری صفحہ ۱۷۴

[3] سچاؤ البیرونیز انڈیا۔ حصہ ۱ صفحہ ۱۸۰

[4] ایم۔ سی۔ چکلادر: سوشل لائف ان انیشینٹ انڈیا واتسیانز کام سوترا صفحہ ۱۳۰

Marfat.com

آشانگ سنگرہ میں کہا ہے کہ پان کو سونے کے بعد لینا چاہیئے[1] پان کا
امکان ہے کہ آریوں نے ہندوستان میں ناگ ذات کے لوگوں سے
سیکھا تھا۔ آریوں نے تامبول کا بہت ادب کیا ہے۔ سب سے پہلے
اعلیٰ طبقہ کے شہریوں نے اسے اپنایا تھا۔ پان کا سیدھا مطلب پتہ
ہے۔ پان کو بہت اونچا مقام دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ دیوتاؤں کی
پوجا کے سامان میں پان کو بہت عمدہ مانا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ
ہی اس کی خرابیوں کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے۔ البیرونی آگے لکھتا ہے
ان کی (ہندوستانیوں کی) قوت ہاضمہ اتنی کمزور ہے کہ کھانا کھانے کے
بعد پان کے پتے اور سپاری چبا کر وہ اسے ذرا مضبوط کرتے ہیں۔ گرم پان
جسم کی حرارت کو بھڑکاتا ہے، پان کے پتے کا چونا ہر ایک گیلی چیز کو سکھا
دیتا ہے اور سپاری دانتوں، مسوڑھوں اور پیٹ پر مناسب دوا کی شکل میں
کام کرتی ہے۔ پان، چونا اور سپاری ایک ساتھ کھانے کے سبب ان کے
دانت لال ہیں[2] اور یسی نے پان کی تعریف کی ہے۔ اس سلسلے میں المسعودی
نے بھی لکھا ہے کہ پان ایک طرح کا پتہ ہوتا ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوتا
ہے جب اس کو چونا اور ڈلی ملا کر کھاتے ہیں تب انار کے دانوں جیسی
طرح دانت لال ہو جاتے ہیں اور خوشبودار ہو جاتے ہیں۔ جی بھی خوش
ہوتا ہے ہندوستان کے لوگ سفید دانتوں اور پان نہ کھانے والوں کو
پسند نہیں کرتے۔ عرب سیاحوں اور ہندوستانی کتابوں کے تذکرے سے معلوم
ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں پان کا چلن تھا اور اسے خوبصورتی اور عزت کا
نشان مانا جاتا تھا موجودہ سماج میں پان کا بہت زیادہ چلن دکھائی پڑتا ہے۔

[1] پی۔ کے کوڑا اسٹیڈ بزان انڈین: فلکچرل سبجکٹس حصہ ۱ صفحہ ۱۹۹
[2] سکھ سنجاد البرد سبزز انڈیا حصہ ۱

Marfat.com

پوشاک اور آرائش

تہذیب کے ارتقاء کے ساتھ پوشاک پہننے کی اہمیت بدن کو سجانے کی سمت میں خاص طور سے دکھائی دیتا ہے۔ پوشاک پہننے کے ذریعہ خوبصورت بن جانے کا فن انسان نے بہت قدیم زمانے سے اپنایا۔ اس سمت میں پوشاکوں کی اہمیت آرائش کے برابر ہے[1]۔

عرب سیاحوں نے اپنے تذکروں میں ہندوستان کے مختلف حصوں کی پوشاک اور وضع قطع کا ذکر کیا ہے۔ اصطخری کے مطابق منصورہ کے عام باشندوں کی پوشاک عراق کی طرح ہے لیکن راجاؤں کا لباس اور وضع قطع ہندوستانیوں کی طرح ہے یعنی ان کے بال لمبے ہوتے ہیں۔ اور وہ کرتے استعمال کرتے ہیں[2]۔ اس نے بانیا، کام بل، تیمور کے صوبوں میں ہندو مسلمانوں کی پوشاک ایک ہی جیسی بتائی ہے[3]۔ شاری مقدسی کے مطابق مکران کے رہنے والے کرتے پہنتے ہیں اور لمبے بال رکھتے ہیں[4]۔ سلیمان نے دکھنی ہندوستان میں واقع سرگد سمندر کے جزیروں کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

یہاں کے لوگ باہنوں، آستین اور کھلے گلے (آستین، دامن

---

[1] رام جی اپادھیائے: براہمن بھارت کی سماجک اوم سانسکرتک صورتیکا صفحہ ۲۵

[2] اصطخری: کتاب الاقالیم ترجمہ الیٹ اینڈ داؤسن ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۲۷

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۴۷۵

[4] سلیمان صفحہ ۱۸-۱۶

ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۳۹۴

Marfat.com

گریبان، کی قمیص پہنتے ہیں[1]۔ اس نے جنوبی ہند کے کچھ ساحلوں کے باشندوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ وہ صرف لنگوٹی باندھتے ہیں[2]۔

بودھ بھکشو اور بھکشو نیکاؤں کے لباس ہر طرح سے ایک جیسے تھے۔ ان کے کپڑوں کا رنگ پیلا ہوتا تھا۔ یہ تین طرح کے ہوتے تھے۔ سنگھاٹی یعنی کمر سے لپیٹنے کی دوہری تہہ انتروا سک یعنی بدن کے اوپری حصہ ڈھکنے کا کپڑا اور اترا سنگ یعنی چادر[3]۔ گاؤں اور بستیوں میں ہندو اور مسلمان لنگی اور کرتا پہنتے ہیں۔ البیرونی کے مطابق وہ پائجاموں کی طرح پگڑی دھلا لباس (دھوتی) استعمال کرتے ہیں جو کم لباس پہننا چاہتے ہیں وہ دو انگل چوڑا چیتھڑا (لنگوٹی) دو رسیوں کے سہارے اپنی کمر میں باندھتے ہیں اور اتنے سے ہی اطمینان کر لیتے ہیں۔ البیرونی کے ذریعہ بیان کی گئی لنگوٹی باندھے جانے کا چلن سادھو، سنیاسیوں میں شروع سے ہی رہا۔ آج بھی سادھو زیادہ تر لنگوٹی کا استعمال کرتے ہیں جہاں تک روئی کے پائجامے کی بات ہے وہ کسی ٹھنڈے صوبے میں پہنے جاتے رہے ہوں گے جہاں گرمی زیادہ کپڑے پہننا چاہتا ہے وہ روئی سے بھرے ہوئے پائجامے پہنتا ہے جس سے کئی لائیاں اور مندے لمبے جاتے ہیں۔ ان پائجاموں میں کوئی راستہ نہیں ہوتا ہے نیز اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ پاؤں ڈھک جاتے ہیں۔ جس ڈوری سے پائجامہ باندھا جاتا ہے وہ نیچے پہنا کر

---

[1] سلیمان صفحہ ۱۸-۱۹

[2] سلیمان ندوی۔ عرب بھارت کے تعلقات مترجم رام چندر صفحہ ۲۲

[3] موتی چندر: تراجین بھارتیہ ویش بھوشا صفحہ ۳۵

[4] سچاؤ: البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۸۰

Marfat.com

البیرونی نے روئی کے پائجامے کا تذکرہ کیا ہے ایرین کے مطابق روئی کے بنی دھوتی کمر سے لپیٹی رہتی تھی اور وہاں سے گھٹنے کے نیچے ایک فٹ تک لٹکتی رہتی تھی۔ ایرین نے ہندوستانیوں کے سفید چمچماتے ہوئے لباس کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ ہندوستانی روئی کی خصوصیت ہے نیز ممکن ہے ہندوستانیوں کے سفید بدن پر ان کے لباس خاص طور سے سفید ہونے پر بہت زیادہ اچھے لگتے ہوں۔ ہندوستانی سفید لباس کو آرام پہنچانے اور گرمی سے حفاظت کرنے کے لئے بہت زیادہ پسند کرتے ہیں جس کی تصدیق ایرین کے قول سے بھی ہوتی ہے۔

میگستھنیز نے لکھا ہے کہ ہندوستانیوں کے لباس پر سنہری کشیدہ کاری ہوتی ہے اور اس پر قیمتی ہیرے جڑے رہتے ہیں۔ یہ مہین ململ کے گل کاری کیا ہوا لباس پہنتے ہیں۔ سلیمان نے لکھا ہے کہ ہندو لوگ "دھوتا" پہنتے ہیں جس کے سلسلے میں لینار نے لکھا ہے کہ "دھوتا" (کپڑا) نشان ہے اس کپڑے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو سندھ سے منگایا جاتا تھا نیز موٹے سوتی دھاگے سے لوگ اسے کمر سے لپیٹ لیتے تھے۔[۳] البیرونی نے عورتوں کے لباس کے سلسلے میں لکھا ہے۔ کرتکو (بانہوں والی چھوٹی قمیض جو گھٹنوں سے جسم کے درمیان تک ہوتا ہے) کا کاٹ دائیں اور بائیں دونوں طرف ہوتا ہے[۴]

---

[۱] سیکرنڈل، انڈیا انیڈ ہر اسٹوریکل ہیریٹیج صفحہ ۲۲۴

[۲] سیکرنڈل، انڈیا انیڈ ہر اسٹوریکل ہیریٹیج صفحہ ۶۹

[۳] ایلیٹ، ایم، ہنٹار، عرب جیوگرافرس نالج آف سدرن انڈیا صفحہ ۹۲

[۴] سچاؤ جلد ۱ صفحہ ۱۸۱-۱۸۰

Marfat.com

بشاری مقدسی اور اصطخری نے توران کی پوشاک کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ہندو مسلمان سب کا لباس ایک ہی ہے۔ گرمی پڑنے کے سبب ان کا لباس عام طور پر چادر اور تہمد تھا۔ مگران کے لوگوں کے سلسلے میں لکھا ہے ہندو مسلمانوں کا لباس ایک طرح ہے[1] اور ادریسی نے نہروار کے سلسلے میں کہا ہے کہ نہروار کا حکمراں بلہرا رائے سہرا تاج اور سونے کے تار کے بنے قیمتی لباس پہنتا تھا اور عورتیں ساری پہنتی تھیں[2]۔ ہندوستان کے کنک بالوس اور سلہٹ جزیروں میں عورت اور مرد دونوں ننگے رہتے ہیں کچھ عورتیں درختوں کے پتوں سے بدن ڈھک لیتی ہیں[3]۔ البیرونی نے شلوار (ایک کپڑا جس سے سر سینے اور گردن کا اوپری حصہ ڈھکا رہتا ہے) نام کے ایک کپڑے کا بیان کیا ہے جو پائجاموں کی طرح پیچھے بٹن سے بندھا رہتا ہے[4]۔ ممکن ہے یہ کرتا ہی تھا۔ ابن حوقل کے مطابق ان لوگوں میں ہر طرح سے کرتے ہی پہنے جاتے ہیں لیکن تاجر لوگ قمیض اور چادر استعمال کرتے ہیں[5]۔ ہندوستانی سادھو زیادہ تر ننگے رہتے تھے یا دو انگل کی لنگوٹی باندھتے تھے اس سلسلے میں بزرگ بن شہریار نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے بیراری، جوگی سنیاسیوں کی کچھ قسمیں ہیں

---

[1] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن: ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۳۹

[2] ادریسی: نزہت المشتاق۔ آفاق: ہندوستان عربوں کی نظر میں صفحہ ۱۹-۱۸

[3] سلیمان

[4] سچاؤ: البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۸۰

[5] شکر شر: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۲۴۲ سفرنامہ صفحہ ۲۳۲

Marfat.com

بیکار دی بودھ سادھو ہیں جنھیں ابو زید اور مقدسی نے 'بکیر صبن' اور 'صبکیر نتین' کہا ہے۔ یہ درحقیقت لنکا کے باشندے ہیں یہ گرمی کے موسم میں بالکل ننگے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی سادھو صرف چار انگل کی لنگوٹی ایک ڈوری میں باندھ لیتا ہے نیز جاڑوں میں گھاس کی چٹائی اوڑھ لیتا ہے وہ مختلف رنگوں کے کچھ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی ملی ہوئی لنگی باندھ لیتے ہیں[1]۔

چینی سیاح اتسنگ نے بودھ بھکشوؤں کے پہناوے کا تفصیلی بیان کیا ہے۔ بھکشوؤں کے پہناوے میں درج ذیل کپڑے ہوتے تھے اسنگھاٹی (دوہری چادر) ۲۔ اتراسنگ (چادر) اور انتر داس (دھوتی)[2]

اتسنگ نے ہندو سافی باشندوں کے اعلیٰ نسل کے سرکاری ملازموں کے کپڑوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ سفید کپڑے کا ایک جوڑا پہنتے تھے لیکن غریب لوگ ایک ہی کپڑا پہنتے تھے دھوتی آٹھ فٹ لمبی ہوتی تھی اور وہ صرف کمر میں لپیٹ لی جاتی تھی[3]۔

ہیون سانگ نے عورتوں کے لباس میں ایک لمبے (نیچے) کپڑے کی طرف اشارہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ کپڑا ان کے دونوں کندھوں کو ڈھکے رہتا ہے[4] ہیون سانگ نے عورتوں کے

---

[1] بزرگ بن شہریار صفحہ ۱۶۴-۱۶۳

[2] اے رکارڈ آف دی بدھسٹ ریلیجن اینر پرکٹیڈ ان انڈیا اینڈ دی ملایا آرچی پے لیگو صفحہ ۵۴

[3] اے رکارڈ آف دی بدھسٹ ریلیجن اینر پرگٹیڈ ان انڈیا اینڈ دی ملایا آرچی پے لیگو صفحہ ۶۸-۶۷

[4] واٹرس حصہ ۲ صفحہ ۱۴۸

پہناوے کا ذکر صاف واضح نہیں کیا ہے جس سے یہ سمجھنے میں مجبوری ہوتی ہے کہ لمبے ڈھیلے کپڑے سے ان کا مطلب ساری چادر، یا کنڈک ان تینوں میں سے کس سے ہے[1] انڈیکا میں گھٹنوں تک کپڑے پہننے کی بات کہی گئی ہے۔ بھرہت کی تصویروں میں عورتیں گھٹنے تک ساری پہنے ہوئے ہے جس پر کردھنی اور کمر بند ہے[2]۔ قدیم زمانے میں مرد بھی کمر بند پہنتے تھے۔ یہ کمر بند فنکارانہ اور پرکشش ہوتے تھے جو عورت مرد دونوں کی خوبصورتی بڑھاتے تھے[3]۔ کبھی کبھی ان کمر بندوں میں پھندنے دار جھور لٹکتے رہتے تھے[4]۔ عرب مصنفین کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں کرتا، دھوتی، شال، یا کچھ، لنگوٹی، صافہ وغیرہ رائج تھا۔ اس کے پہنے جانے کا علم ہندوستانی سکوں اور ادب سے بھی ہوتا ہے۔ کھوش کے وقت ہندوستان یکشاں راجاؤں کے ماتحت تھا جس سے کپڑا وضع قطع پر اثر پڑنا فطری سی تھا[5]۔ کشان لوگوں کے اثرات کے سبب لوگ لمبا کوٹ، پائجامہ اور سر پر اونچی اونچی ٹوپی پہنتے تھے[6]۔ متھرا عجائب گھر کی ایک مورتی دھوتی پہنے ہے نیز کمرے کے چاروں طرف ایک دوپٹہ لپیٹے ہوئے ہے[7]۔ عورتیں اپنے سینے پر کسے ہوئے ——

---

[1] دائرس — حصہ ۱ — صفحہ ۱۴۸

[2] بکنگھم: بھرہت بلیٹ ۲۱-۲۲ ۲۲-۲۱

[3] موتی چند: پراچین بھارتیہ ویش بھوشا — صفحہ ۳۸

[4] اگنی لال: اشٹ گھوش کالین بھارت — صفحہ ۵۶

[5] بھارتیہ سکے — صفحہ ۱۵۴

[6] بوگیل: کیٹلاگ آف متھرا عجائب گھر — صفحہ ۸۸

جنگیٹ سے ڈھکتی تھیں[1]۔ ہندوستانی ادیبوں کے مضامین سے چندرگپت اول کے شاسن کال (زمانۂ حکومت) کا ایک سکہ مرزئی (جنگیٹ) اور پتلی جھری کے پائجاموں کا ہندوستانی سماج میں رائج ہونا ثابت کرتا ہے[2]۔ عورتوں کے لباس کے سلسلے میں البیرونی لکھتا ہے:

کرتکوں (باہنوں والی چھوٹی قمیص) کی کاٹ دائیں سے بائیں دونوں طرف ہوتی ہے[3]۔ قدیم زمانے میں ہندوستان کے اندر ریشمی، سوتی، اسی طرح کے کپڑے بنتے تھے۔ ہندوستانی کپڑوں کی تعریف کرتے ہوئے مسعودی لکھتا ہے کہ بھارت کے باریک کپڑوں کی ہمیشہ سے تعریف ہوتی آئی ہے۔ ہر ایک ذات کے بنائوٹ سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ یہاں بہت سی باریک کپڑے بنائے جاتے تھے۔ کچھ عالموں کا اندازہ ہے[4] مصر کی ممی (قدیم مردہ) کا بھارت اپنے کپڑے میں لپٹی ہیں آٹھویں صدی عیسوی کا عرب سیاح سلیمان ایک جگہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہاں جیسے کپڑے بنے جاتے ہیں ویسے اور کہیں نہیں بنے جاتے۔ یہ اتنے باریک ہوتے ہیں کہ پورا کپڑا (تھان) ایک مٹھی میں آسکتا ہے۔ یہ کپڑے سوتی ہوتے ہیں جو کہ عرب سیاح نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے[5]۔ اس کے علاوہ تھانہ (بمبئی) کے کپڑے مشہور تھے وہ یا تو وہیں بنتے تھے اور یا دیش کے اندرونی حصوں سے

---

[1] گرافکس، نیٹنگ ان دی بدھسٹ کیو ٹیلیس آف انڈیا صفحہ ۴۷، ۴ (کیوز ۱۷-۱۹)

[2] اعلان: کیٹلاگ آف دی گپتا کوائنس صفحہ ۳۷

[3] جے شنکر مشرا: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۴۴۲ کا ڈھیر صفحہ ۱۸۰-۱۸۱

[4] سلیمان ندوی: عرب بھارت کے سمبندھ: مترجم رام چندر صفحہ ۶۶

[5] سلمان بیوپاری کی سفر کی روئداد (سفرنامہ) صفحہ ۳۰ (یوروپ)

Marfat.com

آتے تھے اس کو تھانے کے کپڑے کہتے تھے[1]۔ سلیمان ندوی ہندوستانی کپڑوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہاں کے لوگ بہت کاریگر ہیں۔ یہ کرتا دونوں آستینوں، دامنوں اور گلے کے ساتھ بن لیتے ہیں راجہ رسمی کے دیش میں ایسے سوتی کپڑے ہوتے ہیں جیسے اور کسی جگہ نہیں ہوتے ہیں[2]۔ آٹھویں صدی میں عربوں کے حملے کے بعد ہندوستانیوں کے لباس میں تبدیلی ہوئی[3] ابن حوقل نے بلہرا کے لوگوں کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ملتان کے ہندو اور مسلمان ایک سی پوشاک پہنتے ہیں اور بال بڑھاتے ہیں[4]

پاؤں کے محافظ (جوتے)

عرب سیاحوں کے بیان سے ہندوستانی سماج میں جوتوں کے رواج پر روشنی پڑتی ہے عرب سیاح مسعودی نے کھمبایت اور سندان کے جوتوں کی بہت زیادہ تعریف کی ہے یہ جوتے سندر ملائم اور مضبوط ہوتے تھے۔ سماج میں ایک مخصوص قسم کے جوتے امیر طبقہ میں استعمال ہوتے تھے جسے 'سارہ' کہتے تھے۔ جس کو پہن کر چلنے سے آواز نکلتی تھی مسعودی کمبایت (کھمبایت) سندان اور سنوپارہ میں بننے والے جوتوں کی تعریف کرتا ہے[5]۔ البیرونی جوتے کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ جوتوں کو

---

[1] مسعودی مروج الذہب ۔ جوہر صفحہ ۱۱۴

[2] سلیمان ندوی عرب بھارت کے سمبندھ صفحہ ۲۵-۲۳

[3] اشوک انڈیا انیڈسکرائبڈ عرب ٹریولرس صفحہ ۳۱

[4] ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۳۹

[5] مسعودی : مروج الذہب صفحہ ۱۱۶

Marfat.com

پہنے رہتے ہیں چلنے سے پہلے پنڈلی کے نیچے کی طرف الٹا دیئے جاتے ہیں بشاری اور مسعودی دونوں نے کھمبایت کے جوتوں کی تعریف کی ہے جو یہاں سے بن کر باہر جاتے تھے۔ عرب سیاحوں کے بیان میں جوتوں کے طین کے مختلف ثبوت ملتے ہیں۔ اس کی تصدیق ہندوستانی کتابوں سے بھی ہوتی ہے۔

زیورات کسی سماج میں زیور عورتوں کی زیب و زینت کیلئے عمومی بنیاد مانا جاتا ہے۔ عرب سیاحوں نے اس وقت کے سماج میں رائج زیورات کا تذکرہ کیا ہے۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ قدیم ہندوستان میں جدید زمانے کی طرح عورتیں ہی زیورات کا استعمال نہیں کرتی تھیں بلکہ مرد بھی استعمال کرتے تھے نویں صدی کے عرب سیاح سلیمان اور ابو زید نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے راجہ کانوں میں بالے پہنتے ہیں جس میں بہت سے قیمتی جواہر اور موتی جڑے ہوتے ہیں اور گلے میں مہنگی مالائیں پہنتے ہیں جس میں اعلیٰ معیار کے موتی، لال اور نارنگی رنگ کے جواہر اور موتی ہوتے ہیں نیز قیمتی پتھروں کی جائداد اور خزانہ ہوتے ہیں۔ یہ زیور فوج کے سپہ سالار اور افسر بھی پہنتے ہیں اور اسپر لوگ دوسرے آدمیوں کی گردن پر سوار ہو کر چلتے ہیں اور ہاتھ میں مور کے پر کا چنور (چھتر) ہوتا ہے۔ راجاؤں کے ذریعے زیور پہنے جانے کے سلسلے میں ابن فقیہ نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے سبھی راجہ زیور پہنتے ہیں۔ اسکے مطابق ہندوستان کی عورتیں اور مرد ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور کانوں میں بالیاں پہنتے ہیں ہندوستانی عورت مرد دونوں کے زیور پہننے کی بات سلیمان بھی کہتا ہے۔ دونوں سونے جواہرات کے کنگن اور دیگر زیورات پہنتے تھے البیرونی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ عورتیں کانوں میں بالیاں، ہاتھوں میں چوڑیاں ہاتھ کی انگلیوں میں سونے کی انگوٹھی اور پاؤں کی انگلیوں میں چھلے پہنتی تھیں سندھ اور ہند کے ساحلی اور باہری حصوں کے راجہ سونا

(جمورید) کو پسند کرتے ہیں[1] اور یسی نے عورتوں کے زیورات کے بارے میں لکھا ہے کہ عورتیں خوبصورت اور عمدہ معیار کے زیور پہن کر نکلتی ہیں۔ عام طور پر ان کے ماتھے اور پیر میں سونے اور چاندی کے کنگن اور کڑے ہوتے ہیں[2] سی۔ وی۔ ویدیہ نے لکھا ہے کہ اس وقت خصوصی طور پر سونے کی انگوٹھی کا رواج تھا۔ چاندی کے زیور کا استعمال عورتیں پیروں اور ہاتھوں میں کرتی تھیں[3] اس کے علاوہ مختلف عرب سیاحوں نے لکھا ہے کہ سرانديپ، کامرون، الاہبت اور کمار میں پکھراج، یاقوت ہیرا (الماس) اور موتی، رامیر دیپ میں موتی اور ہند میں یاقوت موتی لال بلور اور نگوں کی انگوٹھی زیورات کے طور پر استعمال کی جاتی تھی۔

ہیون سانگ نے راجہ اور امیر لوگوں کے زیورات کا ذکر کیا ہے جو بے بہا جواہرات سے جڑے ہوتے تھے۔ ان کا جسم انگوٹھیوں، کڑوں اور سہروں سے مزین ہوتا تھا۔ تاویزوں اور سنگھ مورتیوں کو دیکھ کر بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ زیورات پہننے کا رواج بہت زیادہ تھا۔ دوبارہ وتاویز میں گلے کا ہار، کان کا بالا، بازیب اور سہرے کنگن کا بیان ہوا ہے۔ اس زمانے کی مورتیوں میں عورت مرد دونوں زیور پہنتے ہیں جیسے کیور، مدرا، کنگن، ہار، اور بندھ، نوبرد غیرہ فوجوں کے سپہ سالار نیز دوسرے افسران اپنے اپنے عہدہ اور مقام کے مطابق زیور پہنتے ہیں۔

مذکورہ بالا بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندوستان کے لوگ زیوروں کی اہمیت کی طرف خصوصی دھیان دیتے تھے۔ عورتوں کے علاوہ مرد بھی اسے پہننے میں دلچسپی رکھتے تھے۔

---

[1] مسعودی مروج الذہب حصہ ۳ صفحہ ۱ [2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۰۱ ایلیٹ: ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۵۹ [3] سی وی ویدیہ میڈیول ہندو انڈیا

Marfat.com

تفریحات اور روزمرہ کے معمولات

انسان اپنے عیش و عشرت اور راگ رنگ کا اظہار عیش و نشاط کے مختلف ذریعوں سے کرتا رہا ہے۔ ہندوستانی سماج میں قدیم زمانے میں تفریح و دل چسپی، عیش و نشاط کی جگہ رہا ہے۔ عرب سیاحوں نے ہندوستانی لوگوں میں مختلف قسم کے راگ رنگ اور عیش و عشرت کے سامان کا بیان کیا ہے ان کے بیانات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستان میں شطرنج، موسیقی۔ جوا، رقص، شمشیر زنی اور چوپایوں و پرندوں کی پرورش، دلچسپی و تفریح کے تمام سامان تھے۔ قدیم ہندوستانی کتب میں اس قدیم زمانہ میں مروجہ تفریح کے سامانوں کا بیان ملتا ہے جو عرب سیاحوں کے نوشتوں کے مطابقت رکھتا ہے عرب سیاحوں نے عیش و نشاط، راگ رنگ کے متعدد ذریعوں کا بیان کیا ہے جو حسب ذیل تھے۔

شطرنج

جاحظ نے شطرنج کے کھیل کی قدامت کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شطرنج کا کھیل ہندوستانیوں کی فہم و فراست اور قسمت کی بہترین مثال ہے[1]۔ یعقوبی نے اس کھیل کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ صرف کھیل نہیں ہے بلکہ علم ریاضی اور تجربہ کے بنیادی

---

[1] جاحظ صفحہ ۸۱-۸۰

Marfat.com

اصولوں پر اس کا دارومدار ہے اور یہ حقیقت میں وقت کی تبدیلی کی تصویر کشی ہے[1] شطرنج کھیل کے ذریعہ دشمنوں سے حفاظت اور حادثوں سے حفاظت کا ڈھنگ معلوم ہوتا ہے[2]۔ یعقوبی[3] اور مسعودی[4] نے شطرنج کی پیدائش (تشکیل) کے بارے میں ایک دلچسپ کہانی کا بیان کیا ہے۔

شطرنج کا کھیل نکالنے والے نے راجہ بارانی سے جو انعام مانگا وہ بہت زیادہ انوکھا تھا۔ اس نے شطرنج کے پہلے خانے یا گھر میں گیہوں کا ایک دانہ رکھا، دوسرے میں دو، تیسرے میں چار اور چوتھے میں آٹھ دانے رکھے دیکھنے میں راجہ کو یہ انعام معمولی اور حقیر معلوم ہوا لیکن جب اس کا حساب لگایا گیا تو اتنی بڑی رقم دینا راجہ کے بس کی بات نہیں رہی۔

شطرنج کھیل کا نام — (ہندوستان) میں رکھا گیا ہے۔ اس کی بنیاد چترنگ (چار حصوں والا) ہے۔ ایرانی لوگ مہروں کے نام شاہ، فرزن اور پیادہ کی بنیاد پر اسے ایرانیوں کی دماغی ایجاد بتاتے ہیں[5]۔ ہاتھی اور رخ (رتھ) کی بنیاد پر اسے ایرانیوں کی دماغی ایجاد بتاتے ہیں[6] ہاتھی اور رخ (رتھ) کی بنیاد

---

[1] سلیمان ندوی: عرب و بھارت کے تعلقات: مترجم رامچندر

[2] قاضی سعد اندلسی: ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۲۹

[3] یعقوبی: حصہ ۱ صفحہ ۹۸

سلیمان ندوی: عرب و بھارت کے تعلقات مترجم رامچندر صفحہ ۵۰-۱۲۹

[4] مسعودی۔ حصہ ۴ صفحہ ۱۶۰

[5] یعقوبی حصہ ۱ صفحہ ۱۹۲

جو زیادہ تر بھارت ہی میں ہوتے تھے۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ شطرنج بھارت میں شروع ہوا تھا۔ شطرنج کے کھیل کا تذکرہ قدیم ہندستانی کتابوں میں بھی کیا گیا ہے۔ قرون وسطی میں بھی اس کھیل کا ذکر ملتا ہے[1]۔ عرب سیاح البیرونی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ شطرنج کھیلتے ہوئے دو ہاتھی کو پیادے کی طرح ایک گھر سے سیدھے چلاتے ہیں دوسری طرف نہیں چار کونوں میں بھی اسے رانی (فرزان) کی طرح ایک بار ایک پر ہی بٹھاتے ہیں۔ ان کے مطابق یہ پانچ گھر ہاتھی کی سونڈ اور پاؤں کی جگہیں ہیں۔ یہ دو پاؤں سے ایک وقت میں چار آدمی کھیلتے ہیں[2]۔

البیرونی نے شطرنج میں رخ کو رخ کہا ہے[3] اس طرح مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ عیش و عشرت اور تفریح کے سامانوں میں شطرنج ایک اہم عقل بڑھانے والا ہندوستانی کھیل تھا۔

چوسر اور جوا

شطرنج کی طرح چوسر بھی عقل کا کھیل تھا۔ مسعودی نے اس کھیل کا بیان کیا ہے کہ چوسر کی پیدائش راجہ برمن لیسر ماہوبوج کے زمانے میں ہوئی تھی اس کھیل کے ذریعہ قسمت اور کام کی تبدیلی ہوتی ہے[4]

---

[1] کادمبری صفحہ ۱۳ کتھاسرت ساگر۔ ثانی حصہ ۲ صفحہ ۲۲۵

[2] سچاؤ البیرونیز انڈیا ۔ حصہ ۱ صفحہ ۱۸۳

[3] سچاؤ، البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۵۸

[4] مسعودی: مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۵۸

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آسمان اور بجلیوں کی رفتار جو چاہتی ہے کراتی ہے اور آدمی اس کے سامنے بالکل مجبور ہے اور تبتی نے لکھا ہے لنکا کے لوگوں میں جوسر اور جوے کی مختلف قسمیں شامل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگ جوئے اور چوسر کے ذریعہ تفریح کرتے تھے۔

موسیقی اور فن ساز

عرب سیاحوں نے ہندوستانی سازوں اور موسیقی کا بیان کیا ہے مسعودی نے لکھا ہے کہ یہاں بہت سے ہندستانی جزیروں میں ہر وقت طبل (طبلہ) باجہ، بانسری، مضراب (ستار) نیز مختلف قسم کی خوبصورت آواز والے، بے ہوش کر دینے والے سازوں کی آواز سنائی دیتی ہے ہندوستانیوں کی موسیقی (سنگیت) خوبصورت ہے ان کے ایک ساز کا نام 'کنکل' ہے جو کدو پر ایک تار کو تان کر بناتے ہیں اور جو ستار کے تاروں اور جھانجھ کا کام دیتا ہے۔ ان کے یہاں ہر طرح کا رقص ہوتا ہے۔ عورتوں کو گانے سننے میں خصوصی دلچسپی ہے۔ مسعودی کے مطابق ہندوستانیوں کے یہاں مختلف قسم کے ایسے بجائے جانے والے ساز ہیں جن سے لوگوں کو ہنسانے اور رلانے کی طاقت ایک ساتھ پائی جاتی ہے۔ انھیں گانے سے

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۴۳

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۴۲-۴۳

[3] سلیمان ندوی: عرب و بھارت کے سمبندھ: ترجم رامچندر صفحہ ۱۰۴

محبت[1] جاحظ نے لکھا ہے

ہندوستانی موسیقی دلکش ہے اس کے ایک بجائے جانے والے ساز کا نام کنگا ہے۔ یہ کدو کے ایک تار کا ہوتا ہے البیرونی نے لکھا ہے کہ ہندوستانی جھانجھوں کو چھڑی سے بجاتے ہیں۔ قدیم ہندوستان میں ہندو تہذیب میں عیش و نشاط و تفریح طبع کے سامان تھلونے کی شکل میں فراہم ہیں۔ ویدک لٹریچر میں اجتماعی گانے کا ذکر ہے۔ بجانے والے سازوں کی ہندوستان میں بہت پرانی روایت ہے۔ قرون وسطیٰ سے قبل مندروں کی دیواروں پر ان کے متعدد ثبوت ملتے ہیں۔ بھونیشور کے مندروں میں دنیا، نگاڑہ (نقارہ) بانسری وغیرہ کی شمولیت تھی۔ کھجوراہو کی مندروں کی دیواروں پر مختلف بجائے جانے والے سازوں کے نقوش ملتے ہیں

عرب سیاحوں کے بیانات، قدیم ہندوستانی کتابوں اور کشیدہ کاریوں کی بنیاد سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستانی سماج میں موسیقی کے تحت بجائے جانے والے سازوں کا اہم مقام تھا

حیرت انگیز کھیل

البیرونی نے تفریح کے ذریعہ کی شکل میں کھیل کا بیان کیا ہے اسکے

---

[1] مسعودی : مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۰۴

[2] جاحظ صفحہ

[3] سچاؤ : البیرونیز انڈیا صفحہ ۱۸۰

[4] سترا : انیٹی کوا شیز آف ازیہ / پلیٹ ۳۰ نمبر صفحہ ۱۰۴ - ۱۶۷

Marfat.com

مطابق رسّوں پر چڑھا کر حیرت انگیز کھیل دکھائے جاتے ہیں۔ کئی بار ہندوؤں کو اس لئے جادوگر سمجھا جاتا تھا کہ وہ کٹے ہوئے رسّوں پر حرکت کرتے گنبد کھیلتے ہیں لیکن ایسے کھیل ہر طرح سے بھی دلچسپی ہوتے ہیں[1] قدیم زمانے سے بھی قبل کشتی کے کھیل کی حوصلہ افزائی مہاراجاؤں سے ملتی تھی[2]

چوپایوں اور پرندوں کا پالنا

عرب سیاحوں نے قدیم ہندوستان میں جانوروں کے پالنے پر دلچسپی پر روشنی ڈالی ہے۔ مسعودی اور بزرگ بن شہریار نے لکھا ہے کہ ہندوستانی لوگ خصوصی طور پر طوطا پال کر اس کے ذریعہ دلی تسلی حاصل کرتے تھے بہت سے راجا اپنے محل میں طوطا پال کر اس کے ذریعہ دلی تسلی حاصل کرتے تھے۔ بہت سے راجا اپنے محل میں طوطا پالتے تھے نیز وہ ان سے بات کرتے تھے اور کھانا کھانے کے وقت پنجرے سے نکل کر راجہ کے ساتھ کھانا بھی کھاتے تھے[3] سور ہندوستانیوں کا عدد سے زیادہ محبوب پرندہ تھا جو آج بھی ہندوستان کا قومی پرندہ ہے۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندوستان سے مختلف قسم کے مور کے بچے اسلامی ممالک (عرب، عراق وغیرہ) میں جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہندوستان سے باہر بھی انڈے دیتے ہیں لیکن ان کے بچے چھوٹے اور گندے رنگ کے

---

[1] سچاؤ: البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۹۵
[2] فرشتہ سلاس صفحہ ۲۲۵
[3] بزرگ بن شہریار: ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۰۸

ہوتے تھے۔ ہون سانگ نے اندرجال (جادو) کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تھانیشور کے لوگ اندرجال (جادو) میں ماہر تھے[1]

جانوروں اور پرندوں کا شکار

عرب سیاحوں کے بیانات میں جانوروں اور پرندوں کے شکار کرنے اور ان کے پکڑنے کی ترکیبوں پر روشنی پڑتی ہے البیرونی نے جانوروں کے شکار کے بارے میں لکھا ہے کہ میں خود اس کا گواہ ہوں کہ ہرن کو پکڑے بغیر ہی اپنے سامنے حاضر کرکے رسوئی گھر میں بھیجا جاسکتا ہے۔ درحقیقت مختلف آوازوں کے بدولت ہرنوں کو پکڑنے کا کام کیا جاتا تھا۔ بارہ سنگھے کو پکڑنے کا ڈھنگ خصوصی قسم کا رہتا تھا۔ لوگ اس کے چاروں طرف گھیرا بنا کر گھومنے لگتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ایک بھدا آواز میں اتنی دیر تک گیت گاتے رہتے تھے جب تک کہ جانور اس آواز سے واقف نہ ہو جائے۔ اسکے بعد وہ اپنے گھیرے کو بہت زیادہ تنگ کرتے جاتے ہیں اور لیٹے ہوئے جانور کے اتنا قریب آجاتے ہیں جہاں سے آسانی سے اس پر وار کر سکیں[2]

پرندوں کو پکڑنے کا ڈھنگ الگ تھا وہ کتوں کو مارنے کے لئے تانبے کے برتن کو پوری رات ایک ہی آواز کے ساتھ بجاتے رہتے ہیں پھر وہ انھیں (پرندے) کو ہاتھ سے پکڑ لیتے ہیں۔ اگر

---

[1] ـــــ سعدی۔ مروج الذہب حصہ ۲ صفحہ ۳۸۳ صفحہ ۳۱۴

[2] سچاؤ: البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۹۵

Marfat.com

تبدیلی آجائے تو کبھی پرندے اڑجاتے ہیں[1]

سامان تفریح کے طور پر نوکا دوبار کو تیا، بحث وگفتگو اور جوان عورتوں کے ذریعہ شراب نوشی کئے جانے پر کبھی کبھار ثبوت ملتے ہیں۔ مسعودی کے مطابق جوان عورتوں کو شراب پلا کر انھیں بدمست بنا دیا جاتا تھا[2]۔ جاحظ نے ہندوستانیوں کے تلوار کے کھیل میں دلچسپی لینے کا بیان کیا ہے۔

روزمرہ کے اخلاق

عرب سیاحوں نے ہندوستانی باشندوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندوستانی بہت زیادہ نیک اور فرمانبردار ہوتے ہیں[3] عرب سوداگر سندھیوں پر حد سے زیادہ اعتماد کرتے تھے کیونکہ سندھی لوگ ایماندار اور پیسے کو ایمانداری سے رکھتے ہیں۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ چینیوں سے زیادہ ہندوستانیوں میں بھائی چارہ پایا جاتا تھا[4]۔ بشاری نے ہندوستانیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ انصاف پسند عالم اور اچھے کردار والے لوگ ہیں جو مذہبی جھگڑے نہیں کرتے[5]۔

---

[1] سچاؤ البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۹۵

[2] مسعودی: مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۹۵

[3] مسعودی مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۷۳-۱۷۲

[4] جاحظ صفحہ ۸۱-۸۰

[5] اورلسی حصہ ۸ صفحہ ۱۸

[6] جاحظ صفحہ ۸۱-۸۰

[7] بشاری مقدسی صفحہ ۴۱۱

Marfat.com

مندوستانی باشندے مہمان نوازی کو اپنا اولین فرض مانتے ہیں وہ مسلمانوں سے ہمدردی اور محبت رکھتے ہیں جس کا علم سلیمان کے ذریعہ کئے گئے بلہرا کے راجہ کے بیان سے ہوتا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ اس دیش کے راجاؤں کی عمر دراز ہوتی ہے اور وہ کچاس برس تک حکومت کرتے ہیں۔ ایک حیرت خیز بات یہ ہے کہ ان کی عمر طویل ہونے کا سبب عربوں سے محبت اور انکی عزت کرنا ہے اسی طرح سراندیپ کے لوگ اسلام اور مسلمانوں سے برابر محبت اور اچھے تعلقات رکھتے ہیں ابن رستا نے کمار کے راجہ کا بیان کیا ہے۔ ان سب سے زیادہ نذر و تحفہ دینے والا کوئی دوسرا راجہ نہیں[1] ہے وہ لکھتا ہے کہ جو شخص اس کے دیش میں تحفہ لے کر جاتا ہے وہ اس کو اس کے بدلے میں سوگنا زیادہ دیتا ہے اور اسی جگہ پر کھڑا کرتا ہے جہاں عام آدمی کو[2]۔

ابن رستا کے مطابق گجرات کے راجہ کے راج میں بہت زیادہ ایمان داری ہے۔ راستے میں سونا بھی ڈال دیا جائے تو بھی اسے کوئی بھی نہیں اٹھاتا ہے۔ عرب کے لوگ جب یہاں تجارت کے لئے آتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان سے سامان وغیرہ بھی خرید تا ہے۔ عرب والے مال لینے کے بعد راجہ سے کہتے ہیں کہ کسی فرد کو ہمارے ساتھ سرحد تک بھیج دیں جو ہمارے سامان کی حفاظت کرے۔ راجہ جواب دیتا ہے کہ ہمارے دیش میں ڈاکو نہیں ہیں اسلئے تم لوگ بے کھٹکے (بغیر کسی اندیشہ کے) چلے جاؤ اگر کوئی حادثہ ہوا

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۰۲

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۰۳

تو میں تم کو وہیں کا بھگتان دوں گا۔ اور یہی کے مطابق ہندوستان کے لوگ انصاف پسند ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کسی چیز پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ اپنی انصاف پسندی میں وہ مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کسی چیز پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ اپنی انصاف پسندی میں وہ مشہور ہیں اس دلیش کے لوگ اچھے اور بردبار ہوتے ہیں اسی بنا پر کافی تعداد میں باہر سے لوگ یہاں آتے ہیں[۲] ہندوستانیوں کی ایمان داری کا ذکر کرتے ہوئے جاحظ نے لکھا ہے کہ صراف اور روپیہ پیسے کا کاروبار کرنے والے سوداگر اپنی تھیلیاں اور خزانہ ان کے (بھارتیوں) کے علاوہ اور کسی کو نہیں سونپتے۔ جتنے صراف عراق میں ہیں سب کے یہاں سندھی خزانچی ہوتا ہے یا کسی سندھی کا لڑکا ہوگا کیونکہ سندھیوں میں حساب کتاب رکھنے اور تجارت کرنے کا فطری گر ہوتا ہے۔ یہ لوگ ایمان دار اور مالک کے وفادار ملازم بھی ہوتے ہیں[۳]۔ اس سے ملتا جلتا بیان بشاری مقدسی کا ہے اس کے مطابق ہندوستان کے لوگ مال لینے اور بیچنے میں نہ تو جھگڑتے ہیں اور نہ کم تولتے ہیں یہ لوگ خوش دل اور شریف ہیں[۴]۔ مسعودی اور یعقوبی نے لکھا ہے

---

[۱] ابن رستا صفحہ ۱۷۹ - ۱۷۸

[۲] جاحظ صفحہ ۸۱

[۳] بشاری : احسن التقاسیم (لیڈن) صفحہ ۴۸۰

[۴] مسعودی : مروج الذہب پہلا حصہ صفحہ ۳۴۹

[۵] یعقوبی ، حصہ ۲ صفحہ ۱۰۵

Marfat.com

کہ ہندوستان کے لوگ عقلمند اور فکر خیز ہیں یہ وہ سخاوت اور ثواب کے کام کرتے ہیں۔

مذہبی رواداری

عرب مصنفین نے ہندوستانیوں کی مذہبی رواداری کا بیان کیا ہے اور کسی نے لکھا ہے کہ کھمبایت سے راجہ بلہرا کے شہر جیمور تک ہندوؤں کے شہر ہیں۔ لیکن ان میں کچھ مسلمان بھی رہتے ہیں اور راجہ بلہرا کی طرف سے کوئی مسلمان ہی ان کے معاملوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ ان شہروں میں مسجدیں نیز جامع مسجدیں ہیں جہاں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے[1] عربوں کے اچھے سلوک کا ہندوؤں پر اثر پڑا۔ دوسری صدی ہجری میں ایک جگہ سے عربوں کی حکومت ختم ہوگئی اور اس پر ہندوؤں کا قبضہ ہوگیا تب انھوں نے مسلمانوں کی مسجدوں کو نہیں توڑا اور اس وقت مسلمان ہر ایک نماز پڑھتے تھے ہندوستانی لوگ مسلمانوں سے خلوص و محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ مسعودی کے مطابق کھمبایت سوپارا، تھانا، چیمور، سندان، بھڑوچ اور دیگر مقامات کے حکمراں اور عوام مسلمانوں سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے[2]۔ ابن حوقل کے مطابق کھمبایت سے سمور تک راجہ بلہرا (بلہبہ رائے) کی حکومت ہے ان میں زیادہ تر ہندو ہیں ساتھ میں مسلمان بھی ہیں[3]۔ اس سے معلوم

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۲۴

[2] بلاذری: فتوح البلدان صفحہ ۴۴۴

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۶۵

[4] ابن حوقل صفحہ ۲۴۲ (ترجمہ)

Marfat.com

ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندو مسلم ایکتا تھی۔ عربوں نے سندھ فتح کے بعد یہاں کے ہندوؤں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا۔ راجاؤں کے جھگڑے نپٹانے پر ان کو ان کا راج دوبارہ سونپ دیا۔ ان کے مندروں کو تاراج نہیں کیا اسی سلوک کے نتیجے میں ہندوستانیوں نے ان کی طرف اور زیادہ ہمدردی کا ہاتھ بڑھایا۔ بزرگ بن شہریار نے لکھا ہے کہ سراندیپ کے لوگ اسلام اور مسلمانوں سے برابر محبت اور اچھے تعلقات رکھتے ہیں۔[1] ابوزید کے مطابق ہندوستان کے شہری سماجی فلاح و بہبود کے لئے دھرم شالائیں (مسافر خانے) بنواتے ہیں۔ ہر ایک دھرم شالہ میں ایک بنیا رہتا ہے جس سے مسافر اپنی ضرورت کی چیزیں خرید سکتے ہیں۔ تفریح کے لئے یہاں بدکردار عورتیں بھی رہتی ہیں۔[2]

عرب سیاحوں نے ہندوستانی زندگی کے ہر طرح کے بھی پہلوؤں کا عمدہ جائزہ لیا اور انھوں نے اس زمانے کے معاشرے میں رائج رسوم و رواج کا خوبصورت انداز میں ذکر کیا ہے۔ ان کے رسوم و رواج بہت کچھ جدید سندھی معاشرے میں رائج رسوم و رواج سے ملتے جلتے ہیں۔

سلیمان نے لکھا ہے کہ سندوستانی دوپہر کا کھانا کھانے سے پہلے نہاتے ہیں اور منھ اچھی طرح صاف کرتے ہیں۔ بغیر منھ صاف کئے وہ کھانا نہیں کھاتے۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ کمار کے لوگ مسلمانوں کی طرح مسواک (دانتون) کرتے ہیں جس سے ان کے منھ کا مزہ اچھا ہو جاتا ہے۔[3] ابوزید نے ہندوستانیوں کے کھانا کھانے کے طریقے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے مطابق یہاں

---

[1] بزرگ بن شہریار صفحہ ۱۵۷ (مصر)
[2] سلیمان صفحہ ۳۹
[3] مسعودی، مروج الذہب ( ) حصہ ۱ صفحہ ۱۷۰

یہاں دو آدمی بھی ایک ساتھ مل کر نہیں کھاتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد کھانے کا بچا ہوا حصہ اور تھالی پھینک دی جاتی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب سیاحوں کے ذریعہ بیان کردہ کھانے سے متعلق رسم و رواج جدید ہندو سماج میں رائج رسم و رواج سے ملتے جلتے تھے آج بھی ہندو معاشرے میں کھانے سے پہلے نہانے اور الگ الگ تھالی میں کھانے کی روایت موجود ہے۔ البیرونی نے ہندوستان کے لوگوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ہندو اپنے جسم کے بال نہیں کٹواتے ہیں۔ گرمی میں ننگے بدن رہتے ہیں اور دھوپ سے بچاؤ کے لئے سر کے بال نہیں کٹواتے ہیں۔ یہ لوگ ناف کے نیچے کے بال نہیں کٹواتے ہیں کسی کے گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت نہیں مانگتے لیکن جاتے وقت اجازت..... لیتے ہیں۔ سواری میں دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھانا پسند نہیں کرتے ہیں۔ ہندوستانی مرد آج کی عورتوں کی طرح ناخن بڑھاتے تھے۔ یہ لوگ کھانا گوبر سے زمین لیپنے کے بعد کھاتے ہیں۔ اس طرح کی روایت قدیم انداز فکر کے ہندوؤں میں آج بھی رائج ہے۔ یہ لوگ گائے کا پیشاب پیتے ہیں ہندوستانی محفلوں اور بھاؤں میں پالتھی مار کر بیٹھتے ہیں۔ اور الٹے ہاتھ کو ملاتے ہیں[۲]۔ ابن فقیہ نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں راجاؤں کا ایک گروہ پیٹ کی ریاح روکنا مناسب نہیں سمجھتا ہے اور وہ کسی حالت میں اسے جسم سے باہر نکالنے میں جھجک نہیں محسوس کرتے کیونکہ یہ صحت کے لئے نقصان دہ ہے ان کے یہاں

---

[۱] ابوزید: صفحہ ۱۶۴۔ ممکن ہے تھالی کی شکل میں پتلوں کا استعمال ہوتا رہا ہوگا جسے دیکھ کر ابوزید نے کھانے کے بعد انھیں پھینکنے کا تذکرہ کیا ہے۔

[۲] آزاد: صفحہ ۹ سنہ ۱۹۷۹ء

Marfat.com

اس کو برا نہیں سمجھتے بلکہ اچھا شگون سمجھتے ہیں[1] سلیمان لکھتا ہے کہ ہندوستان میں فرش بچھانے کی روایت نہیں ہے[2]

البیرونی نے لکھا ہے کہ ہندوستانی اشنان (غسل) کرتے وقت پہلے پاؤں دھوتے ہیں اس کے بعد منھ۔ اپنی بیوی سے ہمبستری سے قبل غسل کرتے ہیں[3]۔ ابن فقیہ نے لکھا ہے کہ ہندوستانی ہمبستری کے وقت نہیں کرتے ہیں[4]۔ بزرگ بن شہریار نے لکھا ہے کہ ہندوستانی اپنے بدن کی گندگی میدانوں اور پہاڑوں کے تالابوں میں جہاں سیلاب اور بارش کا پانی یکجا ہوتا ہے، دھوتے ہیں اور اس کے بعد کلہ بھی کرتے ہیں لیکن کلہ کا پانی تالاب سے باہر گراتے ہیں کیونکہ منھ کا پانی تالاب میں گرنے سے پانی گندہ ہو جاتا ہے[5]۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ ہندوستانی ہمبستری کے وقت غسل نہیں کرتے ہیں[6] اور نہ ماہواری (حیض) کے وقت عورتوں کے قریب جاتے ہیں[7]۔ ہندوستانی لوگوں میں ختنہ کرنے کی روایت نہیں ہے[8] سلیمان نے ہندوستان میں لمبی داڑھیاں رکھنے کا چلن بتایا ہے۔ اس کے مطابق یہاں تین تین ہاتھ کی داڑھیاں دیکھی جاتی ہیں[9]۔ اس نے لکھا ہے

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۷۷

[2] سلیمان صفحہ ۵۴ غلط ہے فرش کی جگہ پر تخت کا استعمال زیادہ رائج رہا ہو۔ اس بنا پر سلیمان نے فرش بچھانے کے سلسلے میں ایسے خیالات پیش کیے ہوں۔

[3] بحوالہ: البیرونی نیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۸۱

[4] ابن فقیہ صفحہ ۱۶۲-۱۶۱

[5] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۲۰۴-۲۰۳

[6] مسعودی: مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۷۷

[7] مسعودی: مروج الذہب حصہ ۱ صفحہ ۱۷۶

[8] سلیمان صفحہ ۵۵

Marfat.com

کہ ہندوستانیوں کو اپنے پاس بیٹھے ہوئے بڑے بزرگوں کے سامنے تھوکنے اور ناک صاف کرنے میں جھجک نہیں ہوتی اور وہ ان کے سامنے ہی جیٹ سے جوئیں مار دیتے ہیں وہ چھینکنے کو بُرا سمجھتے ہیں[1]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرب سیاح نے کسی غیر مہذب ذات کو ایسا کرتے دیکھا ہوگا۔ دوسرے کسی عرب سیاح نے ہندوستان میں یہ باتیں رائج ہونے کا بیان نہیں کیا ہے جہاں تک چھینکنے کو نامبارک سمجھنے کا رواج ہے وہ آج بھی ہندوؤں میں کسی کام سے پہلے چھینکنے کو نامبارک (نحس) مانتے ہیں۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ ہندوستانیوں کو دانت کھودنا، اکڑوں بیٹھنا، مسواک کرنا بہت زیادہ پسند ہے[2]

بزرگ بن شہریار نے لکھا ہے کہ لنکا اور دوسرے مقامات کے راجہ مہاراجہ لوگوں کا رواج ہے کہ وہ ہنڈول (ڈولی) میں آدمیوں کے کندھوں پر سوار ہوتے ہیں اور ساتھ میں ایک لڑکا پاندان لے کر چلتا ہے۔ اس طرح راجہ پورے شہر کا چکر لگاتا ہے[3] اسی طرح ابوزید نے بیان کیا ہے کہ یہاں امیر لوگ آدمی کی گردن پر سوار ہو کر چلتے ہیں۔ اس آدمی کے ہاتھ میں چھتر ہوتا ہے[4] جس میں مور کے پر لگے ہوتے ہیں۔

ابن رستا نے ہندوستان کے شہر مجور میں آگ کی حلف لینے کے رواج کا بیان کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب دو گروپ راجہ کے

---

[1] سلیمان صفحہ ۵۹

[2] جاحظ صفحہ ۸۱-۸۰

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۲۰۳

[4] ابوزید صفحہ ۱۴۵

دربار میں اپنا مقدمہ پیش کرنا چاہتے ہیں تو وہ شخص راجہ کے سامنے جاکر کہتا ہے کہ میں آگ حاصل کرنا چاہتا ہوں تو وہ دوسرے فریق کے سامنے وہ شخص راجہ کی اجازت کے مطابق ایک سلاخ گرم کرکے ہتھیلی پر رکھتا ہے اگر ہتھیلی جل جاتی ہے تو ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ مجرم ہے[1] چوروں کو ایک ایسی نکیلی گول لکڑی پر بٹھاتے ہیں جو نیچے کی طرف برابر موٹی ہوتی جاتی ہے وہ لکڑی نیچے سے گلے تک چلی جاتی ہے[2]۔

سلیمان نے مجرموں کو سزا دینے جانے کی روایت کا بیان اس طرح کیا تھا۔

جب کوئی دوسرے شخص پر الزام لگاتا ہے تب ملزم کے ہاتھ پر گرم لوہے کو سات تپے رکھ کر ہتھیلی پر رکھ دیتے ہیں۔ پھر وہ اس کو گرا دیتا گرا دیتا ہے اور اس کے ہاتھ کے کھال کو ہتھیلی میں رکھ کر راجہ کی اس پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ تین دن بعد اس کو دھان میں سے چاول نکالنے کو دیتے ہیں۔ اگر اس کے ہاتھ پر لوہے کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے تو وہ بے گناہ جانا جاتا ہے۔ ایک دوسری رسم میں گرم لوہے یا تانبے کے برتن میں پانی گرم کرنے کے بعد اس میں لوہے کی انگوٹھی چھوڑ دی جاتی ہے اور مجرم کو اس میں سے انگوٹھی نکالنے کو کہا جاتا ہے اگر اس کا ہاتھ نہیں جلتا تو وہ بے گناہ قرار دیا جاتا ہے[3]

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۸۹-۱۹۰
ویدک ساہتیہ میں بھی اس طرح کے تذکرے ملتے ہیں نیز سومیریا اور بے بلونیا کی تہذیب میں ایسی سزا کے قانون کا بیان ملتا ہے۔

[2] سلیمان صفحہ ۵۴

[3] سلیمان صفحہ ۵۰

Marfat.com

ابوزید الحسن سیرافی نے راجہ کے تئیں وفادار رہنے کے سلسلے میں ایک روایت کا ذکر کیا ہے کہ جس وقت راجہ بنایا جاتا ہے اس وقت راجہ کے رسوئی گھر (باورچی خانہ) میں چاول پکا کر راجہ کے سامنے ایک تیے پر رکھ دیا جاتا ہے۔ راجہ اس میں کھاتا ہے۔ باقی ماندہ وہ اپنے سامنے بلا کر لوگوں کو کھلاتا ہے۔ یہ لوگ راجہ کے دکھ سکھ کے ساتھی بن جاتے ہیں۔ راجہ کے مرنے پر یہ سب لوگ جل کر مر جاتے ہیں[1] ممکن ہے ہندوستان کے کچھ حصوں میں راجہ کے کچھ ایسے وفادار لوگ ہوتے رہے ہوں گے جو راجہ کی موت کے ساتھ خود بھی مرنا پسند کرتے ہوں گے۔ اس کے پیچھے ممکن ہے یہ خوف بھی رہا ہو کہ دوسرا راجہ کہیں انھیں دکھ نہ دے۔

بلاذری نے ہندوستانیوں کی راجہ کے تئیں وفاداری اور جذبہ محبت کا بیان اس طرح کیا ہے کہ ہندوستانی محمد بن قاسم سے بہت زیادہ محبت کرنے لگے تھے۔ اس کی موت کے بعد وہ بہت زیادہ غمگین ہوئے اور کیرج نامی جگہ پر اس کی ایک مورت بنوائی[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عوام کے دلوں میں راجہ کے تئیں سچی وفاداری ہوتی تھی۔ جس سے مجبور ہو کر وہ اپنے جان کی قربانی دے دیتے تھے۔

سلیمان نے لکھا ہے کہ لنکا اور کلابار کے درمیان مکران جزیرہ ہے یہاں سمندر کے ساحل پر چھوٹی چھوٹی مچھلیاں رہتی ہیں وہ پانی کی سطح پر اڑتی ہیں اور پانی کی ٹڈی کہلاتی ہیں۔ سمندر کے کنارے

---

[1] ابوزید صفحہ ۱۲۰

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۰۰

Marfat.com

ایک ایسی مچھلی ہوتی ہے جو پانی سے نکل کر ناریل کے درخت پر چڑھ جاتی ہے۔ اس کا پانی پی کر دوبارہ سمندر میں چلی جاتی ہے اسی طرح سمندر کے کیکڑے کے مانند ایک جانور ہوتا ہے جو سمندر سے نکلتے ہی پتھر ہو جاتا ہے اس پتھر سے سرمہ بنایا جاتا ہے جو آنکھوں کی بیماریوں کو دور کرنے میں فائدہ مند ہوتا ہے[1]۔

عرب سیاحوں کے تفصیلی بیانات سے ہندوستانی رسوم و رواج، جرم اور سزا سے متعلق قدروں اور راجہ کے تئیں وفاداری کی جو مختلف مثالیں فراہم ہوئی ہیں وہ پورے ہندوستان میں رائج ایک جیسی روایت کو ہی واضح نہیں کرتی بلکہ ان سے ہندوستان کے مختلف حصوں میں رائج مختلف قدروں کی شکل و صورت ظاہر ہوتی ہے۔

---

[1] سلیمان صفحہ ۱۷-۱۸

باب ششم

عرب مصنفین کے مطابق ہندوستان کی مذہبی حالت

مختلف مذہبی فرقے

عرب سیاحوں کے بیانات سے ہندوستان کے مختلف فرقوں کی وضاحت ملتی ہے۔ درحقیقت ہندوستان میں بہت سے فرقوں میں عقیدہ رکھنے والے لوگ مختلف طریقوں سے اپنی عقیدت کے نفساتی جذبوں کا اظہار کرتے تھے ان فرقوں کے تحت کچھ لوگ شیو ولشیو آدتیہ گرہیش اور مختلف دیوی دیوتاؤں کی پوجا نیز درختوں جانوروں، پانی وغیرہ کی پوجا کرتے تھے ہر ایک فرقہ کے طریقہ پرستش میں فرق تھا۔ عرب سیاح ابن ندیم اور عبدالکریم شہرستانی نے ان زمانے کے سماج میں رائج اور فرقوں کا بالتفصیل بیان کیا ہے[1] ابن ندیم نے ان فرقوں کی تعداد سات بتائی ہے۔ عبدالکریم شہرستانی[2] ابوزید[3]، بزرگ بن شہریار[4] نیز مطہر بن طاہر مقدسی نے ان کی تعداد

---

[1] ابن ندیم: کتاب الفہرست صفحہ ۴۸۹-۴۸۸

[2] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۴۹-۲۴۸-۲۴۶-۲۵۵

[3] ابوزید صفحہ ۱۲۸-۱۲۷

[4] بزرگ بن شہریار صفحہ ۱۶۴-۱۶۳

Marfat.com

الگ الگ بتائی ہیں۔ ابن خرداذبہ نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں ۴۲ قسم کے مذہب ہیں۔ کچھ ایشور اور پیغمبر (اوتار) دونوں کو مانتے ہیں کچھ ایشور (خدا) کو مانتے ہیں لیکن پیغمبروں (اوتاروں) کو نہیں۔ کچھ دونوں کو ہی نہیں مانتے۔ ان کا اعتماد ہے کہ جھاڑ پھونک (منتر) کے ذریعہ خواہشات پوری کی جا سکتی ہیں[1]

ابن خرداذبہ کی تفصیلات کی توثیق ادریسی کی وضاحت سے بھی ہوتی ہے۔ اس نے فرقوں کی تعداد ۴۲ بتائی ہے۔ ان میں ایشور (خدا) اور اوتاروں (پیغمبروں) میں عقیدہ رکھنے والے اور بے عقیدہ منکر خدا (ایشور) ہیں۔ کچھ پتھروں پر گھی اور چربی چڑھاتے ہیں اور ان کے سامنے پیشانی خم کرتے ہیں۔ کچھ آگ، سورج، درخت اور سانپوں کی پوجا کرتے ہیں[2] عرب مصنفین کے ذریعہ بیان کردہ انتہائی اہم فرقے حسب ذیل ہیں۔

مہاکالیہ فرقہ

ابن ندیم[3] اور عبدالکریم شہرستانی[4] نے اس فرقہ کی مورتی کا نام مہاکالی لکھا ہے۔ اس کے چار ہاتھ ہیں، آسمانی رنگ ہے، سر پر گھنے بال، دانت نکلے ہوئے سیخ پر ہاتھی کی کھال پڑی ہوئی ہے جس سے خون کی بوندیں

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۶۰

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۲-۱۳

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۷۹

[4] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۷۹

Marfat.com

نکلتی ہیں۔ ہاتھی کی اگلی ٹانگوں کی کھال مورتی کے دونوں ہاتھوں کے درمیان بندھی ہوئی ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں طویل اژدہا (سرپ) دوسرے ہاتھ میں ڈنڈا اتیسرے میں آدمی کا سر اور چوتھا ہاتھ اوپر اٹھا ہوا ہے دونوں کانوں میں بالیوں کی طرح دو سانپ اور بدن میں دو اژدہے (سانپ کی ایک شکل) لپٹے ہوئے ہیں۔ سر پر آدمیوں کی کھوپڑی کا ایک تاج اور گلے میں ہڈیوں کی مالا زیب دیتی ہے عبدالکریم شہرستانی نے لکھا ہے کہ اس فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ مورتی ایک بڑی دیوی کی ہے جس کا احترام اس کی اچھی خوبیوں کے سبب کیا جاتا ہے۔ وہ برائیوں سے نجات دلاتی ہے اس مورتی کے سامنے لوگ پیشانی جھکاتے ہیں اور خواہشات پوری کرنے کے لئے برت رکھتے ہیں مختلف شکلوں میں دیوی کی عبادت ہندوستانی مذہب میں رائج رہی ہے۔

دینکتیہ فرقہ: ابن ندیم نے دوسرے فرقہ کا نام دنکی تیہ (سورج کی عبادت کرنے والے) لکھا ہے۔ سورج کے بجاری گھوڑوں سے جُتی ہوئی چار پہیوں والی گاڑی پر سورج دیوتا کی مورتی قائم کرتے تھے۔ اس کے ہاتھ میں آگ کے رنگ کا ایک چہرہ ہوتا تھا[1] شہرستانی نے لکھا ہے کہ اس فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ سورج (دیوتا دوتوں (دیوتا کا پیغام لانے والے) کا راجہ ہے جس میں عقل اور زندگی پوشیدہ ہے وہ ستاروں اور نوری زمین کو روشن و منور کرتا ہے۔ وہ آسمان کا راجہ ہے[2] شہرستانی نے

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں صفحہ ۷۹

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں صفحہ ۷۴

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۷۵

Marfat.com

سورج کے پجاریوں کے طریقہ عبادت پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ لوگ مورتی کے سامنے سر جھکاتے ہیں اس کا چکر لگاتے ہیں، بخور (دھوپ) جلاتے ہیں، باجا بجاتے ہیں۔ اس کی پوجا دن میں تین بار کی جاتی ہے۔ مورتی کے سامنے بیمار لوگ شفایاب ہونے کی دعا کرتے ہیں اور برت بھی رکھتے ہیں[1]۔ اس مورتی کے اخراجات کے لئے زمین اور گاؤں مقرر کر دیے گئے ہیں جس سے مورتی کے پجاریوں اور انتظام کاروں کا خرچ چلتا ہے[2]۔ عرب سیاحوں کے بیان کے مطابق واضح طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ مورتی آدتیہ (سورج دیوتا) کی تھی اور دوسری تیسرا فرقہ سورج کے پجاریوں کا فرقہ تھا۔ ابن ندیم کی مراد کس مخصوص مقام کی سورج مورتی کی عبادت سے تھی واضح طور پر نہیں کہا جا سکتا۔

چندر بھکتیہ فرقہ (چندر بھکت)

ابن ندیم نے تیسرے فرقہ کا نام چندر بھکتیہ یعنی چاند کو پوجنے والے بیان کیا ہے۔ چاند، دیوی دوت ہونے کے سبب قابل پرستش ہے اس فرقہ کے لوگوں نے چاند کی ایک مورتی ایک گاڑی پر بنائی ہے جسے چار نر مورتیاں کھینچتی ہیں۔ اس مورتی کے ہاتھ میں ایک جوہر ہوتا ہے جسے چندر گیت کہتے ہیں[3]۔ یہاں چندر گیت کے سلسلے میں یقینی طور پر کہنا مشکل ہے عبدالکریم شہرستانی[4] اور ابن ندیم[5] نے اس فرقے کے لوگوں کے طریقہ عبادت کا

---

[1] ابن ندیم، کتاب الفہرست — صفحہ ۴۸۸
[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں — حصہ ۲ — صفحہ ۲۴
[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں — حصہ ۲ — صفحہ ۲۵
[4] ہندوستان عربوں کی نظر میں — حصہ ۲ — صفحہ ۷۶-۷۷
[5] ہندوستان عربوں کی نظر میں — حصہ ۲ — صفحہ ۲۶

Marfat.com

بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ لوگ چاند کی پوجا کرتے ہیں اور اس کے سامنے کھانا، شراب اور دودھ لے جاتے ہیں۔ اس کی طرف نظر کرکے دلی خواہشات پوری کرنے کی دعا کرتے ہیں۔ چاند دیکھنے کے بعد جھنڈوں پر دھوپ جلاتے ہیں، دعا کرتے اور محبت کا اظہار کرتے ہیں پھر شراب اور کباب کھاتے ہیں اور مجامعت و ہمبستری میں مدہوش ہو جاتے ہیں۔ برت کے خاتمے پر چاند کے سامنے خوش دل ہو کر ناچتے ہیں۔ بیش کردہ تفصیل میں برت کے بعد شراب اور کباب کا استعمال ممکن ہے دل جمعی سے معمور کھانے کا اظہار ہے۔ اس کا مطلب درحقیقت شراب اور کباب سے لینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

بکرنتی نیہ فرقہ اپر اگ لینے والے

عرب سیاحوں نے بکرنتی نیہ فرقہ کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس فرقہ کے لوگ اپنے بدن کو زنجیروں سے جکڑتے رہتے ہیں تاکہ گیان علم، اور ہر پیتا کی زیادتی کے سبب ان کا پیٹ پھٹ نہ جائے۔ بدن پر صرف ایک لنگوٹی پہنے رہتے ہیں اور داڑھی و سر کے بال منڈوا دیتے ہیں[1] شہرستانی نے لکھا ہے کہ یہ لوگ دوسرے فرقہ کے لوگوں کے ساتھ مذہبی تذکرے اور گفتگو نہیں کرتے ہیں جب کوئی شخص ان کے فرقہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ اسے اپنے فرقہ کے اصول و ضوابط بتاتے ہیں اور اس سے نذر دینے کو کہتے ہیں جب وہ اپنے فرقہ کے اصولوں کی پابندی کرکے حیرت انگیز نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے تب اپنے کو زنجیروں میں جکڑنا سکھاتے ہیں اس طرح اس فرقہ کے لوگوں کے لئے فکر و خیال سے متعلق اصولوں کا ماننا ضروری ہوتا ہے۔ عرب

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۲۷ شہرستانی صفحہ ۹۶-۹۷

Marfat.com

نمایاں کے ذریعہ بیان کردہ مکتی نیہ فرقہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دنیا سے الگ ہوکر سادگی زندگی گزارتے ہیں اور ان کے مذہب کا بنیادی منشا سچے علم کی حصولی ہے۔

اصحاب روحانیت: ہندو مذہب کے تحت ہر ایک مخصوص فرقہ ہے جو روحانیت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اس فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ روحانی طاقت انسانی کی شکل میں ایشور (خدا) کا پیغام بغیر کسی کتاب کے لاتی ہے۔ وہ آدمی کی اندرونی سچائی کا احساس، دنیا کے تعلق اور مطلب کی عبادت سے الگ رہ کر کراتی ہے[1]۔ روحانیت قدیم ہندوستانی تہذیب کی جان ہے۔ خواہشات اور تمناؤں سے الگ رہ کر انسان ایک طرح کی اندرونی روشنی سے منور اور روشن ہوتا ہے۔ عرب مصنفین نے اس ہندوستانی قدر کے پرچارکار اور پرورش کرنے والوں کا ذکر ایک فرقہ کی شکل میں کیا ہے

دھکی تیہ، تہکنی تہ: (طاقت) فرقہ: شہرستانی نے اس فرقہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ لوگ بہت سے ہاتھوں والی عورت کی مورتی بنا کر اس کے سر پر تاج کی زیبائش کرتے ہیں۔ سال کے ان دنوں میں جب رات اور دن برابر ہوتے ہیں اور سورج خط استوا کے درمیان آجاتا ہے تب وہ تیوہار مناتے

---

[1] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۴۴
دی مائن ریلیجی بلیفس آف دی اسکول آف دی اورنٹیل اسٹڈیز حصہ ۱۲ لندن ۱۹۸۴ صفحہ ۲۳۶

[2] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۴۶

Marfat.com

ہیں۔ مورتی کے سامنے بھیڑ بکریوں کے علاوہ بھینس، اونٹ اور کبھی کبھی انسان کی قربانی چڑھاتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ لوگ آدمی کی قربانی دھوکے سے چڑھا دیتے ہیں۔ اس فرقہ کے لوگ انسانی قتل کرنے کے سبب سماج میں بری نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں[1]۔

مطہر بن طاہر مقدسی نے لکھا ہے کہ اس موسم میں کمزور اور بے طاقت لوگ چھپے رہتے ہیں کہ کہیں دیوتا ان کی قربانی کا حکم نہ بھیج دیں[2]۔ مقدسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشرے میں کمزور طبقہ طاقتور لوگوں کی دہشت سے خوفزدہ رہتا ہوگا۔

جلکیہ: جلکیتہ: فرقہ جلکیہ فرقہ سے مراد جل پوجکوں (پانی کی پرستش کرنے والوں) سے ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ پانی ایک دیوتا ہے اور دنیا کی ہر ایک چیز کا حقیقی عنصر ہے۔ ہر ایک چیز کا ارتقاء، صفائی اور خوبصورتی وغیرہ اسی پر منحصر ہے۔ پانی سے تمام زندہ مواد کی زندگی ہوتی ہے اور ہر ایک کام کو مکمل کرنے کے لئے پانی کی ضرورت ہوتی ہے ان کی عبادت کا طریقہ خصوصی قسم کا ہے پوجا کرتے وقت پجاری بدن پر صرف ایک لنگوٹی پہن کر گلے کے برابر پانی میں گھس جاتا ہے۔ گرویزی نے بھی اسی طرح کا بیان پانی کے پجاریوں کے سلسلے میں کیا ہے[3] پانی میں وہ ایک یا دو گھنٹے تک رہتا

---

[1] عبدالکریم شہرستانی — حصہ ۲ — صفحہ ۲۵۵

[2] مطہر بن طاہر مقدسی — حصہ ۴ — صفحہ ۱۵

[3] دی مائن رسکی، ریلیجن آف دی اسکول اور نٹل اسٹڈیز، لندن ۱۹۸۴ء حصہ ۱۲ صفحہ ۶۳۶

Marfat.com

ہے۔ اسی وقت پانی میں زیادہ سے زیادہ ناجوب (خوشبودار چیزیں پھول وغیرہ) کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے ڈالے جاتے ہیں۔ پانی سے نکلتے وقت سنہ سے کچھ جیتے ہیں اور تھوڑا سا پانی لے کر سر، منہ اور پورے بدن پہ چھڑکتے ہوئے سر جھکا کر باہر نکل آتے ہیں[1] عرب سیاحوں کا بیان ہندوستانیوں کی پانی سے عقیدت کا مظہر ہے۔ یہ روایت مدتوں زمانے سے موجودہ زمانے تک دیکھنے کو ملتی ہے۔

بادونیہ: فرقہ شہرستانی نے لکھا ہے کہ اس فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ 'بھادون' ایک فرشتہ (دیودت) جو آدمی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس کے دو بھائی تھے جنھوں نے اس کو اس کے بدن سے زمین، ہڈیوں سے پہاڑ اور خون سے سمندر بنایا۔ بھادوں کی مورتی ایک جانور پہ چڑھی ہوئی ہے۔ اس کے سر پہ بہت گھنے بال ہیں جس کی لٹیں سر کے دونوں طرف ایک ہی طرح سے بٹی ہوئی ہیں وہ منہ سے آگے پیچھے لٹکتی ہیں اس دیودت (فرشتہ) نے شراب نوشی کو روکا اور عورتوں کو دیکھ کر بھاگنے کو کہا جیرآن نامی پہاڑ کے سفر کا حکم دیا۔ اسی پہاڑ پر عظیم مندر میں بھادوں کی مورتی نصب ہے۔ یہاں بہت سے پجاری اور خدمت گار رہتے ہیں جن کے ہاتھوں میں مندر کی کنجی رہتی ہے۔ آدمی، پجاریوں کی اجازت لے کر اندر داخل ہوتے ہیں۔ مندر کا دروازہ کھلنے پر آدمی اپنا منہ بند کر لیتے ہیں جس سے ان کی سانس مندر کے اندر نہ جائے۔ مورتی کے سامنے لوگ جانور اور بھیڑ نذر کرتے ہیں۔ مورتی کے درشن کے بعد لوٹتے وقت یہ لوگ آبادیوں

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۲۰۸-۲۰۹

کے راستے سے نہیں جاتے ہیں اور نہ ہی غیر ضروری چیزوں کی طرف نظر کرتے ہیں[1]۔

ممکن ہے پہاڑ پہ قائم کسی مخصوص مندر اور مورتی کا ذکر اس فرقہ کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

آن واتریہ (اگنی ہوتری) فرقہ: آن واتریہ فرقہ کے لوگ آگ کو بڑا سمجھتے ہیں۔ وہ اسے بہت زیادہ بھی خواہ، فلاح و بہبود کرنے والی، روشنی دینے والی اور خوبصورت بدن والی مانتے ہیں[2]۔ اسکی ضرورت بہت زیادہ ہے۔ آگ کے سبب دنیا میں روشنی اور زندگی کا وجود ہے اس فرقہ کے لوگ پوجا کرتے وقت ایک چوکور گڈھا کھود کر اس میں آگ روشن کرتے ہیں۔ آگ کو خوش اور مطمئن کرنے کے لیے اس میں مزیدار کھانا، بہترین شراب، عمدہ قسم کے لباس، خوشبو اور قیمتی جواہر ڈالتے ہیں۔ اگنی ہوتری فرقہ کے لوگ اپنے مُردوں کو آگ میں نہیں جلاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس سے آگ کی پاکیزگی برباد ہو جاتی ہے۔ آگ کی پوجا کا حکم الیشور نے ایک خرشنہ کو آدمی کی شکل میں بھیج کر دیا ہے اور اسی سبب سے الیشور نے آگ کو اہمیت اور روشنی عطا کی[3]۔ شہرستانی نے لکھا ہے کہ اس فرقہ کے لوگ جھوٹ، بے رحمی، لڑائی جھگڑا اور لالچ سے دور رہتے ہیں[4]۔ اس کے پجاری آگ کے چاروں طرف برت رکھ کر منہ بند کر کے بیٹھتے ہیں جس سے مجرم کے بدن سے نکلی سانس ان کے سانس تک نہ پہنچ جائے

---

[1] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۲ صفحہ ۲۵۵

[2] ظہیر بن طاہر مقدسی حصہ ۲ صفحہ ۱۵-۱۶

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۸۵-۸۴

Marfat.com

ہندوستانی قدروں میں آگ روشنی اور پرورش کی علامت ہے آگ سودمندی کو دھیان میں رکھتے ہوئے ویدک رشیوں نے اس کے تئیں اپنے عقیدت سے بھرپور خیالات ظاہر کئے ہیں۔ ہندوستان کے علاوہ میسوپوٹامیہ، مصر، ایران وغیرہ میں بھی آگ کی پوجا کی جاتی تھی عرب سیاحوں نے اس ہندوستانی فرقہ کی رائج روایت کا حقیقت پسندانہ ذکر اپنے قلم کے ذریعہ ظاہر کیا ہے۔

باہودیتہ فرقہ (ممکنہ شیو فرقہ) باہودیتہ فرقہ کے لوگ اپنے پہلے قدیم آدمی کو دیودوت اور پیغمبر (اوتار) مانتے ہیں۔ وہ دنیا میں آدمی کی شکل میں پیدا ہوا اس کا نام باہودیتہ ہے۔ شہرستانی نے لکھا ہے کہ یہ دیودوت (فرشتہ) ایک بیل پر چڑھا ہوا ہے جس کے سر پر انسانی کھوپڑی کا تاج، گلے میں انسانی ہڈیوں کی مالا زیب زینت کیے ہوئے ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں آدمی کی کھوپڑی اور دوسرے میں تین پھلوں کا ایک نیزہ (ترشول) ہے اس نے لوگوں کو اپنی مورتی بنا کر ایشور کی طرح پوجنے کا حکم دیا ان کے دیودوت کا قول ہے کہ دنیا کی کسی چیز سے نفرت نہ کریں کیونکہ سبھی چیزیں ایشور ہی کے ذریعہ بنائی ہوئی ہیں۔ اس کے دھرم کے پیروکار گلے میں مالا پہنتے ہیں اور سر پر تاج پہنتے ہیں۔ بدن اور سر پر مٹی (بھسم) ملتے ہیں وہ جانور کی قربانی اور دھن دولت یکجا کرنے کو بُرا مانتے ہیں۔ دنیا سے الگ ہو کر خیرات کرنا ان کا واحد مقصد ہے[1]۔

شہرستانی کے بیان کے مطابق باہودیتہ فرقہ کو شیو فرقہ کے

---

[1] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۴۸

Marfat.com

برابر کیا جا سکتا ہے شیو (روایت) میں شیو کے ذریعہ استعمال کئے جانے والے ٹکڑے پیش کردہ بیان کے حصے ہیں

باس ویہ فرقہ: اس فرقہ کا دیوتا (فرشتہ) آدمی کی شکل میں اندھیرے سے ظاہر ہوا اس نے آگ کا احترام کرنے کے لئے اور خوشبودار چیزوں، تیل چڑھانے اور پالتو جانور قربان کرنے کی تعلیم دی قربانی کے علاوہ جانداروں کو مارنے سے منع کیا ہے اس نے دھاگے کی مالا (جنیو) کندھے میں پہننے کی تعلیم دی۔ جسے وہ دائیں طرف کے کندھے سے بائیں طرف کے کندھے کے نیچے تک باندھتے ہیں۔ اس کی تعلیم کے ماتحت جھوٹ، شراب، دوسرے فرقہ کے لوگوں کے ساتھ کھانا کھانا، خونریزی منع ہے۔ اس نے اولاد کی پیدائش کی خواہش کے بغیر شادی کے ممبستری کی منظوری دے دی ہے۔ اس نے اپنی مورتی بنا کر اس کی پوجا کرنے، قربانی دینے، اور مورتی کے چاروں طرف تین بار گانے بجانے دنا چنے اور چکر لگانے کی اجازت دی ہے۔ گانے کا احترام کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ اس کے بدن پر ہاتھ پھیرنے سے گناہوں کی معافی ہوتی ہے اور گنگا پار جانا ممنوع قرار دیا گیا ہے[1] ہندوستانی قدروں میں آگ کو چڑھاوا دینا ثواب کا کام مانا گیا ہے ساتھ ہی گائے کی عزت نیز مذکورہ بالا دیگر امور میں بھروسہ کرنے والے کچھ لوگوں کے گروہ نے ایک فرقہ بنایا ہوگا جو باس ویہ فرقہ کے نام سے جانا جاتا رہا ہوگا۔

---

[1] عبدالکریم شہرستانی — حصہ ۳ — صفحہ ۲۴۷

Marfat.com

کاب لیّہ فرقہ شہرستانی نے کاب لیّہ فرقہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ فرقہ شیو دھرم کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے۔ اس میں لنگ (محض تناسل مرد کا) یوجا کا ذکر ہے لنگ کی پوجا سے اولاد کو ماننا ممکن ہے[1]

بہابھوجیہ فرقہ: عبدالکریم شہرستانی نے بھابھوجیہ فرقہ کا بیان کیا ہے ان کے عقیدہ پروکاروں کا عقیدہ ہے کہ ان کا پیغمبر مانو نام کا دوت (فرشتہ) تھا جو آدمی کے بدن میں ظاہر ہوا تھا۔ دوت بیل پر چڑھا ہوا ہے اس کے سر پر آدمی کی ہڈیوں کا نام گلے میں کھوپڑی کی مالا اور دوسرے ہاتھ میں ایک چھوٹی بھالی ہے اس نے حکم دیا کہ ساری دنیا خدا نے بنائی ہے اسوجہ سے کسی چیز سے نفرت نہیں کرنی چاہیے[2]۔

گنگا جانا (گنگا یاتری) اور راجپوتیہ (راجپوت) فرقہ

ابن ندیم نے گنگا یاتری فرقہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے مذہب کے ماننے والے پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اگر کسی آدمی سے بہت بڑا گناہ ہو جائے اور وہ گنگا اشنان (غسل) کرلے تو اس کا گناہ دھل جاتا ہے[1] اسے مخصوص فرقہ کا نام دینا دھوکہ معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت یہ پورے ہندوستان کی گنگا ندی کے تقدس کے متعلق عقیدت کا علامتی نفسیاتی جذبہ رہا ہے۔ راجپوتیہ فرقہ سے مراد ہندوستان کی راجپوت ذات سے ہے۔ عرب مصنف مانتے تھے کہ یہ لوگ راجاؤں کے مددگار ہوتے ہیں ان کا خیال ہے کہ ایشور نے راجاؤں کو حکومت اور حقوق دیئے ہیں اس لئے اس کی پابندی کرتے ہو

---

[1] یہ بھی شیو مذہب کا ایک فرقہ معلوم ہوتا ہے
[2] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۴ صفحہ ۱۵-۱۳

Marfat.com

موت سے جا ملیں گے تو جنت کے حقدار ہوں گے[1]

صابئہ: قاضی سعد اندلسی نے لکھا ہے کہ ہندوستانیوں کی ایک ذات صابئہ ہے[2] وہ بخھیتر کی پوجا کرتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا بے مدت اور بے انتہا ہے۔ وہ بخھیتروں کی مورتی کی شکل میں پوجا کرتے ہیں۔ ان کی تعداد سندھ میں بہت زیادہ ہے[3] ممکن ہے سندھ کے علاقہ میں بخھیتر پوجنے والوں کا ایک فرقہ رہا ہو گا.....

برگس ہکیہ فرقہ عرب سیاح کی برکس ہکیہ فرقہ سے مراد درخت کے پجاریوں سے ہے۔ عربی اور فارسی رسم الخط میں درخت کو برکس کہتے ہیں۔ اس فرقہ کے ماننے والے درختوں کی پوجا کے ساتھ مورتی کی شکل میں درخت کے چاروں طرف چکر لگاتے ہیں[4]۔ فائدہ مندی کی نظر سے درختوں کی پوجا کی روایت سندھ تہذیب کے زمانے سے مانی جاتی ہے۔ درختوں کے سائے میں راہ گیروں کو آرام کی سہولت ملتی ہے۔ درختوں پر پرندے بسیرا کرتے ہیں۔ پھل دار درخت سے جانداروں کی پرورش ہوتی ہے۔ درحقیقت فطرت کی

---

[1] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۴ صفحہ ۱۳-۱۵

[2] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۴۶

[3] قاضی سعد اندلسی صفحہ

Marfat.com

تمام طاقتوں کو جن کا انسانی زندگی کی ترقی میں حصہ تھا ہندوستانی مفکروں نے دیوتا کے دھرم کا نام دیا تھا۔ عرب سیاحوں نے اس کا تذکرہ برکس ہکیہ فرقہ کے نام سے کیا۔

عرب مصنفین کے مطابق ان کے علاوہ ایک فرقہ کے لوگ اپنے ساتھیوں کے بُرے بھلے خیالات کا دھیان رکھتے ہیں وہ انھیں بتاتے ہیں کہ اس سے انھیں چیزوں کو پانی کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔ ایشور کے بارے میں اس فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ایک روشنی ہے اور ایسے کپڑوں سے مزین ہے کہ اس کو صرف کچھ ہی لوگ دیکھ سکتے ہیں اس دنیا میں ایک شخص کسی پالتو جانور کی کھال پہن لیتا ہے اس کو پہننے کی حالت میں ان کو دیکھتا ہے صرف وہی پہچان سکتا ہے[1] یہ لوگ دنیا میں اپنے کو قیدی سمجھتے ہیں اور جو شخص دنیاوی آرام سے اپنے کو دور رکھتا ہے وہی دنیاوی سکھ دکھ سے چھٹکارا پاتا ہے جو ایسا نہیں کرتا ہے وہ دنیا کے ہاتھوں قید رہتا ہے[2] یعنی ایشور (خدا) کا وجود انسان کے جذبات پر منحصر ہے۔ ابن ندیم نے اس فرقہ کا نام "ان شینیا" بیان کیا ہے[3]۔

عرب مصنفین کو مورتی کے پجاریوں کے یہ مختلف فرقے تعجب خیز لگے ہوں گے۔ انھوں نے انھیں اپنے زمانے میں جیسا دیکھا اپنی سرگرم روشنائی سے قلم کی بدولت قلمبند کیا ہے۔ یہ بھی امور ہندوستان کے مذہبی

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۸۹-۸۸

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۹۰-۸۶

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۲۶

Marfat.com

ماضی کی یادوں کو روشن کرتے ہیں۔

مورتی پوجا، دیوار چین اور بدھ مذہب

مورتی پوجا کا رواج ہندو مذہب میں بہت زیادہ قدیم ہے رہا ہے۔ گرہیہ سوتروں میں پہلی بار رودر آدی دیوتاؤں کی مورتیوں کی عظمت اور پرستش کا تذکرہ ملتا ہے بودھائن دھرم سوتر میں رودر اور وشنو کی مورتیوں کے نصب کرنے کا قانون بنایا گیا ہے[1] مورتی پوجا سے متعلق خیالوں اور پوجا کی جگہوں کے سلسلے میں عرب سیاحوں نے بالتفصیل روشنی ڈالی ہے۔ البیرونی نے اس سلسلے میں لکھا ہے۔

مذہب کے متعلق باریک خیالات کو سمجھنے والے معاشرے میں کچھ ہی آدمی ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر مذہبی فرقوں کے رہنمائی کے راستے اتنے بٹ گئے ہیں کہ انھوں نے ان تصویروں کو اپنی کتابوں اور پوجا کے مقامات میں ایک جگہ دے ڈالا۔ ان تصویروں کو دیکھ کر آدمی کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ حقیقت میں اس دیوتا یا پاکیزہ جگہ کا سفر کر رہا ہو۔ یہی سبب ہے کہ بہت زیادہ عقیدت مند لوگوں، اوتاروں، رشیوں، منیوں اور دیوتاؤں کی غیر حاضری میں یا ان کی یاد کو قائم رکھنے کے لئے یادگار نشانیاں اور مورتیاں

---

[1] البیرونی ہند یا صفحہ ۱۷،
[2] بودھائن گرہیہ سوتر ۸، ۲، ۳، ۱۳، ۱۶،

Marfat.com

بنانے کی تحریک ہوئی[1]۔ مورتی پوجا کا انتہائی قدیم تعلق برہم وادی، ویدانت کے جاننے والے برہمنوں سے نہ ہو کر ان مگوں کے ذریعہ بتایا گیا ہے جو برہم گیان یا آتم گیان (عرفان ذات) کے باریک فکر کے لئے لائق نہ تھے۔ دھیرے دھیرے مورتی پوجا کے تنگ ــــ اکیلی ــ شکل نے عمومی اور عوامی اصول وضوابط کو استحکام عطا کیا اور وسیع و عریض ہندوستانی کے ہر ایک طبقہ عالم، جاہل، پنڈت، بیوقوف یوگی، بھوگی۔ راجہ، فقیر نے مورتی پوجا کو مذہب کا ضروری حصہ تسلیم کر لیا[2]۔ مقدسی[3] اور مسعودی[4] نے بھی اس سلسلے میں لکھا ہے کہ مورتی کے پوجنے والے مورتی پوجا کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ الشور علم اور عقل کے ماورا رہے اس (الشور) سے قربت حاصل کرنے کے لئے کوئی ذریعہ ہونا چاہئے۔ اس لئے اس سے قربت حاصل کرنے کے لئے اس کے ذریعہ (مورتی پوجا کو اپنایا گیا ہے۔

البیرونی نے بھی اس سے ملتا جلتا موقف پیش کیا ہے راہ نجات پر چلنے اور سچائی کو حاصل کرنے کے لئے سماج کا تعلیم یافتہ طبقہ خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتا اور نہ ہی وہ بنائی ہوئی مورتیوں کے پوجنے کا خواب میں بھی خیال کرتا ہے۔ مورتی پوجا صرف غیر تعلیمیافتہ طبقہ تک ہے[5] عرب سیاحوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ

---

[1] سچاؤ: البیرونی انڈیا صفحہ ۱۱۷

[2] واجپیہ زنانہ شکل: بھارتیہ واستو شاستر پرتما وگیان صفحہ ۲۱

[3] مقدسی حصہ ۱ صفحہ ۱۴-۱۳

[4] مسعودی: مروج الذہب حصہ ۴ صفحہ ۴۷

[5] سچاؤ: البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۱۳

Marfat.com

میں مورتی پوجا کا رواج ہو گیا تھا لیکن یہ غیر تعلیم یافتہ طبقہ میں زیادہ رائج تھی۔

ہندوستان کے مختلف طبقوں کے حمایتی مورتی پوجا کرتے ہیں سمنیہ لوگ مورتی پوجنے والے ہیں[1]۔ مورتی پوجا کے چین کا آغاز سندوستان سے ہی ہوا۔ اس سلسلے میں سلیمان نے لکھا ہے کہ چین کے دھرم کی بنیاد ہندوستان میں ہے چین والوں کا قول ہے کہ ان کے لئے بدھ کی مورتیاں ہندوستان نے ہی بنائی تھی[2]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستان میں فنکار مورتی بنانے کے فن میں ماہر تھے۔ ان کے فن کی اشاعت صرف ہندوستان میں ہی نہیں تھی بلکہ یہ مورتیاں غیر ممالک میں بھی عوام پسند ہو چکی تھیں مورتی پوجا کے پھیلاؤ کے ساتھ مورتیوں کی باقاعدہ دیوالیوں (مندروں) میں تعمیر ہوتی رہی۔ ان کی تعمیر اور ان کے مقصد سے دی جانے والی خیرات ثواب کا کام سمجھی جاتی تھی۔ وقت کی رفتار کے ساتھ مختلف زمانوں میں عظیم اور خوبصورت مندر تعمیر ہوئے۔

عبدالکریم شہرستانی نے لکھا ہے باہمو جسپی فرقہ کے پیغمبر (اوتار) نے اپنے پیروکاروں کو ایشور کی مورتی بنا کر پوجا کرنے کا حکم دیا جس کے ذریعہ یہ مورتی ایشور کے دربار میں اس سے نزدیکی حاصل کرانے کا ذریعہ بن سکے[3]۔ شہرستانی کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ سماج میں

---

[1] خوارزمی : مفاتیح العلوم صفحہ ۳۶ (لیڈن)
[2] سلیمان سوداگر کا سفرنامہ صفحہ ۵۰ (پیرس)
[3] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۱ صفحہ ۲۵۵

Marfat.com

مورتی پوجا کا حلقہ عام غیر تعلیم یافتہ طبقہ تک محدود تھا اور اشور کے پانے کا یہی واحد ذریعہ تھا۔ گیانی (تعلیم یافتہ) طبقہ اپنے علم کے ذریعہ بے شکل وصورت برہم کی عبادت کرتے اور اشور سے قربت حاصل کرتا تھا۔

عرب سیاحوں نے مورتی پوجا کے سبب بنائی گئی مورتیوں کا بیان کیا۔ اس سلسلے میں بہت سی مندروں کی تعمیر کی اور ان مختلف بہت سے مندروں کا دل چسپ بیان ملتا ہے۔ یہ مورتیاں مختلف دھاتوں، سونے، چاندی، لوہے، لکڑی وغیرہ کی بنی ہوئی حاصل ہوئی ہیں۔ کچھ مورتیوں میں قیمتی پتھر جواہرات (قیمتی رتن) یاقوت وغیرہ لگائے گئے ہیں البیرونی نے لکھا ہے کہ ہندو مورتیوں کا ادب واحترام ان کی عظمت کے سبب کرتے ہیں۔ ان کے بنانے کے سامان کے سبب نہیں۔ ملتان کی مشہور مورتی لکڑی کی بنائی گئی تھی

البیرونی کے بیان میں قدیم ہندوستانی قدریں دکھائی پڑتی ہیں ہندو مذہب کے تحت مورتیوں کے تئیں عقیدت اور احترام انکے بنانے کے سامان کے سبب نہیں کرتے ہیں بلکہ ہر ایک مورتی کے نصب کرنے کے سبب کرتے ہیں اس بات کی تصدیق ملتان کا مشہور سورج مندر ہے۔ اسے عوام پسند مندر میں قائم کردہ مورتی لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔

ہندوستان میں موجود مختلف فرقوں کے لوگ اپنے دیوی دیوتاؤں کی مورتی بنا کر الگ الگ ڈھنگ سے ان کی پوجا کرتے ہیں۔ البیرونی

سلہ سچاؤ: البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۱۳

لکھا ہے دشنو مورتی کے پوجنے میں لگا ہوا طبقہ 'بھاگوت' اور سورج کی مورتی کی پوجا میں لگا ہوا طبقہ "مگ" کہلاتا ہے ۔ مہادیو کی پوجا کرنے والا طبقہ ایک طرح کا سادھو اور رشی طبقہ جو لمبے بال رکھتا ہے اور بدن میں بھسم (مٹی) ملتا ہے ۔ برہمن آشٹ ماتر کاؤں کی پوجا کرتے ہیں ۔ شمانی بدھ کی، جینی ارہنت کی اس طرح ہر ایک مورتی کی ایک مخصوص طبقہ کے لوگ پوجا کرتے ہیں جن لوگوں نے انھیں بنایا ہے وہ ہی خدمت کرنے کا عمدہ طریقہ جانتے ہیں[1]۔

عرب سیاحوں نے سماج میں رائج کسی مخصوص دیوی یا دیوتا کی عبادت کرنے والوں کے مختلف طبقوں کو الگ الگ فرقوں کے تحت رکھ کر ان کو مخصوص ناموں سے مخاطب کیا ہے نیز ان مختلف فرقوں کے لوگوں کی مخصوص طرح کی عبادت کا طریقہ بیان کیا ہے یہ مختلف مذہبی فرقے سورتی کو ایشور یا اس کا اوتار مان کر اس کی عبادت کرتے تھے ۔

عرب سیاحوں نے مختلف مندروں میں قائم کردہ مورتیوں کے طریقہ عبادت کا مفصل بیان کیا ہے ۔ ہر ایک فرقے کے طریقہ عبادت کو علیحدہ بتایا ہے ۔ ابن رستا، ابن ندیم نے ملتان کے سورج مندر سے متعلق مختلف نذروں، تحفوں اور عبادتوں کا بیان کیا ہے ۔ ملتان کے مندر کے درشن کے لئے یاتری (مسافر) ایک ایک سال کا سفر کر کے آتے ہیں اور یہاں اپنا سر منڈاتے ہیں اور بائیں طرف سے سات بار چکر لگاتے ہیں ۔ سورتی کے سامنے قابل رحم جذبے

---

[1] سچاؤ : البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۲۱

Marfat.com

سے دعا کرتے ہیں۔ چکر لگاتے وقت ہر ایک رخ کی طرف مڑتے وقت سر جھکاتے ہیں[۱]۔

ابن ندیم نے لکھا ہے کہ تیرتھ یاتری مورتی کے سامنے بخور جلاتے ہیں، سر جھکاتے ہیں اور باجا بجاتے ہیں۔ اس کی پوجا دن میں تین مرتبہ ہوتی ہے خوفناک بیماریوں سے پریشان بیمار یہاں شفا پانے کی دعا کرتے ہیں اس کے لئے وہ برت وغیرہ رکھتے ہیں جب تک وہ صحتیاب نہیں ہو جاتے یہاں سے نہیں جاتے ہیں اس مندر کے اخراجات کے لئے بہت سی زمین جائدادیں وقف کر دی گئی ہیں[۲]۔ ابن رستا نے کچھ ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے جو مورتی کے سامنے اپنے کو نذر کر دیتے تھے کچھ لوگ تو اپنی آنکھیں نکال کر مورتی کی آستین میں رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بھگوان! میں نے تیری خوشی کے لئے اپنی آنکھیں تیری خدمت میں نذر کر دی ہیں۔ اس لئے مجھے لمبی عمر عطا کی جائے۔ کچھ لوگ مورتی سے اپنی جان بھینٹ چڑھائے جانے کی اجازت مانگتے ہیں اور ایک لمبی لکڑی لے کر اس کا سرا جو تیز اور نکیلا ہوتا ہے اپنے پیٹ میں اس طرح چبھو دیتے ہیں کہ وہ پیٹھ کے راستے سے باہر نکل آتا ہے۔ اس طرح اپنی زندگی دے کر یہ مورتی کی خوشنودی اور قربت حاصل کرتا ہے کچھ بے انتہا دھن دولت لا کر مورتی کے

---

[۱] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۱

[۲] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۲۵-۲۴

[۳] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۸۴

Marfat.com

سامنے ڈالتے ہیں[1] یاتری مورتی کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ہاتھ جوڑ کر دعا کرتے ہیں[2] ابو زید حسن سیرافی نے لکھا ہے ہندوستان میں مورتیوں کے نام کی دیوداسیاں ہوتی ہیں۔ جب کوئی عورت منت (منوتی) مانتی ہے تو اس کے یہاں خوبصورت لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ اسے مورتی پر بھینٹ کی شکل میں چڑھا دیتی ہیں اور اس کو بازار میں ایک گھر بنوا کر وہاں رکھا جاتا ہے اور یہاں وہ اجنبی لوگوں سے شناسائی پیدا کرتی ہے[3] عرب سیاحوں کے اس بیان سے دیوداسی روایت کی جھلک دکھائی پڑتی ہے جس کی بھی عرب سیاحوں نے مذمت کی ہے اور یہی نے لکھا ہے کہ اس مندر کے چاروں طرف بہت سے مکان بنے ہوئے ہیں جس میں اس کے پجاری اور لوگ رہتے ہیں[4]

ابن رستا نے مندر کے انتظام اور مورتی کو کھانا کھلانے کے سلسلے میں دلچسپ بیان پیش کیا ہے۔ ملتان کے سورج مندر کی ایک پاک شالا (باورچی خانہ) ہے جس میں مورتی کے لئے اچھے قسم کا سفید چاول عمدہ قسم کی مچھلیاں ساگ بھاجی بناتے ہیں اور اس میں خوشبو ڈالتے ہیں۔ پھر کیلے کے بہت زیادہ لمبے چوڑے پتوں کو جس میں ایک دو آدمی بیٹھ جا سکتے ہیں مورتی کے سامنے بچھایا جاتا ہے اور اس پر آدمی کے برابر تقریباً آدھی دوری سے چاول گرایا جاتا ہے۔ اس کے بعد سب سے اونچے کٹر مذہبی پجاری کیلے کے پتے پر تھوڑا تھوڑا سب چیزیں چاول سے اٹھتی ہوئی بھاپ مورتی کے منہ تک چلی جاتی ہے۔ اس طرح وہ سمجھتے ہیں کہ

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۸۵-۱۸۴

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۸۶-۱۸۵

[3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۶۶-۶۵ [4] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۸۹

Marfat.com

کہ مورتی کھانا کھا لیتی ہے کھانے سے قبل مورتی کے کمرے کے چاروں طرف
چنگ (طنبورا) اور نگوڑ بجاتے ہیں اور کبھی کبھی سو سو نوجوان لڑکیاں —
(دیو داسیاں)، جو اسی کام کے لئے ہوتی ہیں مورتی کے چاروں طرف
چکر لگا کے ناچتی گاتی ہیں اور مورتی کو خوش کرتی ہیں۔ ایسا مانا جاتا ہے
کہ مورتی کھانا کھا رہی ہے اس لئے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔
کھانا کھانے کے بعد دروازے کھول دیے جاتے ہیں پھر مورتی کے
قریب کبھی آدمی اور یا تو جانور، پرندے اور کتے کو بھی نہیں روکا
جاتا ہے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ اس مورتی کا ہر دن کا کھانا ہے۔
مورتی کو کبھی کبھی دودھ سے اور کبھی کبھی گھی سے اشنان (غسل)
کراتے ہیں اور مورتی کے اشنان کئے ہوئے پانی سے بیماروں کو بیماری
سے شفا ملتی ہے[1] مورتی کو اشنان کرانے اور کھانا نذر کرنے کی روایت
ہندو سماج میں بہت ہی قدیم زمانے سے چلی آ رہی ہے جیسا کہ عرب
سیاحوں نے ملتان کے مشہور مندر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔
عرب سیاحوں کے بیانات سے مورتیوں کے سامنے آدمی اور
جانور کی قربانی چڑھائے جانے کا تذکرہ ملتا ہے۔ ابن ندیم نے
مہانگر کے مندر کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں ہر سال ایک
مخصوص دن کو قربانی چڑھاتے ہیں اور اپنی جان بھی اس پر قربان کرتے
ہیں[2] ملتان میں ایک تو ہے کی مورتی گنبد نما پربت کے نیچے نصب
ہے۔ پربت کی چوٹیاں اور سطح میں پجاریوں کے مکان میں جہاں پر قربانی

---

[1] ابن رستا صفحہ ۱۳۷
[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۵-۱۴

Marfat.com

چڑھائی جاتی ہے ہندوستانی ان مورتیوں کے درشن (دیدار) کے لئے آتے ہیں اور اپنے ساتھ بخور (دھوپ) عطر وغیرہ چڑھانے کے لئے لاتے ہیں۔ اس پر کسی آدمی کی دور کی نگاہ پڑتی ہے تو عزت و احترام کے سبب سر جھکا دیتا ہے۔ اس مندر میں سب سے زیادہ لوگوں کی قربانی چڑھائی جاتی ہے۔ اس کی تعداد پچاس ہزار یا اس سے زیادہ ہو جاتی ہے[1] ابن ندیم نے مختلف مذہبی فرقوں جیسے باسوپا، بہاودنیہ اور دکتیہ میں جانور کے قربان کرنے کا ذکر کیا ہے۔ دکتیہ فرقہ کے لوگ مورتی کے سامنے بھیڑ، بکریوں کی قربانی ان کی گردن تلوار سے کاٹ کر چڑھاتے ہیں اگر کوئی آدمی پا جاتے ہیں تو اسے بھی دھوکے سے قربانی کے لئے قتل کر دیتے ہیں باسوپہ فرقہ کے لوگوں کا خیال ہے کہ گناہ سے معافی حاصل کرنے کے لئے گائے کے بدن پہ ہاتھ پھیرنا چاہئے[2]

عرب سیاحوں کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مورتی پوجا کا مکمل طور سے رواج تھا لیکن اس کے طریقہ عبادت میں تھوڑا بہت فرق تھا۔ ہر ایک فرقہ کے لوگ اپنے دیوتا کی مورتی بنا کر مخصوص طریقے سے اس کی عبادت کرتے تھے۔ مورتی پوجا کی روایت انتہائی قدیم زمانے سے شروع ہو کر مختلف زمانوں میں مختلف شکلوں میں موجود رہی اور موجودہ زمانے میں یہ مورتی پوجا ہندو مذہب کا ایک ضروری حصہ ہے۔

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں — حصہ ۲ صفحہ ۱۴-۱۵-۱۶

[2] عبدالکریم شہرستانی — حصہ ۳ صفحہ ۲۴۷

Marfat.com

ویشنو مذہب: بھگوان وشنو کو اپنا محبوب دیوتا ماننے والے بھگت (پجاری) وشنو کہے جاتے ہیں اور اس سے متعلق مذہب کو وشنو مذہب کا نام دیا جاتا ہے وشنو مذہب کی تشکیل ممکن ہے چوتھی صدی قبل مسیح میں ہوئی اس میں عقیدہ رکھنے والوں کی تعداد ہر زمانے میں زیادہ رہی ہے۔ گپت زمانے میں وشنو مذہب کا خاص طور سے ارتقار ہوا اور یہیں سے راجاؤں سمدر گپت کمار گپت، اسکند گپت نے اس دھرم کو سہارا دیا اور مذہبی پختگی کے سبب وشنو کو پہلا آدمی (پرم بھاگوت اور پرم دیوت وغیرہ کے خطابات حاصل کئے۔

وشنو مذہب کے پرچار کا ذکر مختلف دستاویزوں، سکوں اور مندروں سے ہوتا ہے بیس نگر کے دوسری صدی قبل مسیح کے دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی دوت تکشیلا کے باشندے ہیلیو دورس نے دیوادھی دیو، وسودیو کی یادگار میں گروڑ دھوج قائم کیا تھا[1]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے معاشرے میں مذہب کا بہت زیادہ اثر تھا جس کے سبب غیر ملکی بھی اس مذہب کے پرستکار ہو گئے تھے اور اپنے لائق پرستش دیوتا کی یاد میں دستاویز لکھوا کر لاتے تھے۔ اڑیسہ میں واقع اودے گری میں چترپھج (چار زاویوں) کی ایک مورتی چار سو قبل مسیح کی حاصل ہوئی ہے[2]

وشنو مذہب کے ارتقار کے ساتھ ساتھ بہت سے مندروں کی تعمیر ہوئی البیرونی نے استھانیشور کی چکرسوامی (چکردھاری وشنو) کے

---

[1] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۴۷

[2] لسٹ آف براہمی انسکرپشن نمبر ۶۶۹

[3] سجاؤ۔ البیرونی انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۱۷

Marfat.com

مندر کا بیان کیا ہے اور اس مورتی کو چکر سوامی (چکر دھاری وشنو) کے مندر کا بیان کیا ہے اور اس مورتی کو چکر سوامن کہا ہے۔ اس نے تانیشور (تھانیشور) نگر کو ہندوؤں میں بہت زیادہ معزز و محترم بتایا ہے[1] عرب سیاح کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ چکر سوامن (وشنو) کا یہ مندر دیگر مندروں کے مقابلے میں خصوصی اہمیت رکھتا تھا۔ اسی سبب البیرونی کی توجہ اس مندر کی طرف خاص طور سے مبذول ہوئی اسکند گپت کے جوناگڑھ دستاویز سے وشنو مندر کی تعمیر کا پتہ چلتا ہے۔ جہرولی کے لاٹ ستون سے بھی چندر نامی شہنشاہ کے ذریعہ آہنی ستون تعمیر کرائے جانے کا علم ہوتا ہے[2] اسکند گپت کے دسناوز میں شارنگی گن (داسودیو کرشن) کی مورتی کا تذکرہ ہے جس کے پوجنے کے لئے گرام دان (گاؤں کو وقف کرنا) کیا گیا تھا[3] وشنو اوتار کا مندر بہتر لنگ جھیل کے کنارے واقع تھا وشنو اوتار کا مندر بہتر لنگ جھیل کے کنارے واقع تھا[4]

پوربی چالکیوں کا شاہی نشان گرو ڑ تھا جو ان کے وشنو ہونے کا ثبوت ہے۔ ان کے مختلف دستاویزوں کا آغاز سونس کی مناجات کے ذریعہ ہوتا ہے[5]۔ دکھن کے چالکیہ خاندان کے راجہ

---

[1] کارپس انکرپشن انڈی کیرم حصہ ۳ صفحہ ۱۲۱-۹۸

[2] کارپس انکرپشن انڈی کیرم حصہ ۳ صفحہ ۵۲

[3] سنجی دی ساہر النگالیک: آئی ایچ کی ۳ ۴۹-۱۹۳۴

[4] دی کلاسیکل ایج صفحہ ۴۲۳-۴۲۱

[5] فرگسن اور برگیس: کیو مٹیلس صفحہ ۴۰۷

Marfat.com

منگلیش کے حکم کے مطابق کیے گیے مندر میں وشنو نارائن اور وراہ اور نرسنگھ کی مورتیاں بنائی گئی تھیں[1] ایلورا کے دشاوتار کی عظیم مورتیاں اس زمانے کے وشنو مذہب کے پھیلاؤ کی عمدہ مثال ہے۔ سانپ پر لیٹے ہوئے وشنو کے قدم دباتی ہوئی لکشمی بھگوان کی ناف سے نکلے ہوئے کمل پر براجمان ہے ہیں۔ نرسنگھ اوتار (شیر دھڑ انسان) براہ اور گایوں کے ساتھ کرشنا کی بھی پرکشش مورتیاں ہیں۔

وشنو مذہب کا ارتقاء ہرش کے زمانے میں بڑا ہوتا رہا۔ لکھیم پور وقف دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ وشنو کی پوجا آدم نمو نارائن کے نام سے کی جاتی تھی[2]۔ اس دھرم کے پیروکار اپنی پیشانی پر ہمامی نشان بناتے ہیں[3]۔ بھگوان لفظ سے مراد بھاگوت فرقہ (وشنو بھکت) ہے۔ یہ قرون وسطیٰ سے قبل وشنو اپنے سیکڑوں ناموں سے سماج میں پوجے جاتے اور محترم سمجھے جاتے تھے جس میں واسودیو نارائن کرشن مراری، آدی کیشو، ہری مادھو وغیرہ نام زیادہ رائج تھے۔ چیدی حکمران لکھن راج کے وزیر سومیشور نے ایک مندر بنوایا تھا[4]۔ گہڑوال میں تانبے کی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ کاشی کے ورونا اور گنگا کے ساحل پر آدی کیشو کا مندر بنا تھا[5]۔

---

[1] ایپی گرافیا کس انڈیکا حصہ ۱۶ صفحہ ۵

[2] این۔ جے۔ اے ویلیس، ہندو میتھس اینڈ کسٹمس اینڈ سیریمنیز صفحہ ۱۱۶-۱۱۵

[3] ایپی گرافیا کرناٹکا حصہ ۲ صفحہ ۱۷۷-۱۷۴

[4] آر۔ ایس۔ ترپاٹھی، ہسٹری آف قنوج صفحہ ۳۵۲

[5] ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۱۸ صفحہ ۱۰۷

وشنو مندروں کے علاوہ ایک زمانے میں وشنو کی بہت ہی مورتیاں بنائی گئیں وہ مورتیاں شنکھ، گدا اور پدم کو پہنے ہوئے ہیں۔ وشنو کے مختلف اوتاروں کو وشاوتار کے نام البیرونی کے زمانے میں دے گئے تھے[1] بھوج کے گوالیار دستاویز میں رام کو وشنو کے اوتار کی شکل میں بیان کیا ہے[2]۔

معاشرے میں وشنو مذہب سے متعلق بہت سی تقریبات اور تیوہار بھی رائج ہو گئے تھے۔ ان کا ذکر پرانوں اور دوسری کتابوں میں بھی ہوا ہے۔ چندر گپت وکرمادتیہ دوم کے اودے گری دستاویز میں "شینی" اکادشی، کا ذکر ہے جو اساڑھ مہینے کے شکل پکھیہ کے گیارھویں دن منعقد ہوتا تھا۔ البیرونی نے اس زمانے کے سماج میں رائج بہت سے وشنو تیواروں کا ذکر کیا ہے جن میں دیو شینی اکادشی، رام نومی کرشن جنم اشٹمی ہے۔ ان تیواروں کے رواج کا علم ہندوستانی ادب سے بھی ہوتا ہے

وشنو مذہب کے سلسلے میں مذکورہ بالا تذکرہ سے مکمل طور پر علم ہوتا ہے کہ قدیم ہندو سماج میں وشنو مذہب ایک عوام پسند مذہب بن گیا تھا۔ جس کو ہندوستانی راجاؤں، بدیشی راجاؤں اور عام عوام سبھی نے اپنایا تھا تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وشنو مذہب کا اثر ہرش کے زمانے میں بودھ مذہب کے اثر کی بنا پر کچھ کم ہو گیا تھا۔ لیکن زوالوں کے درمیان اس نے اپنی پرانی شہرت د

---

[1] کارپس انسکرپشن انڈیکارم حصہ ۳ صفحہ ۵۱

[2] جے شنکر مشرا، گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۳۱۷ - ۱۹۶

Marfat.com

عظمت کو حاصل کر لیا تھا۔ ہندو مذہب میں وشنو کی پوجا کا چلن موجودہ زمانے میں بھی موجود ہے۔

شیو مذہب: شیو کو اپنا پسندیدہ دیوتا ماننے والے فرقہ کو شیو کہا جاتا ہے بودھ مذہب کے خلاف ردعمل کے سبب ویدک مذہب کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ اس قدیم ہندوستانی مذہب نے جو بہت سے تبدیل شدہ شکلیں اختیار کیں۔ شیو دھرم بھی ان میں سے ایک تھا[1]۔ شیو کی عبادت کا پہلا تعارف سندھ تہذیب سے متعلق باقیات سے مانا جاتا ہے۔ اس میں ایک سکے پر شیو کو جانوروں کے مالک کی صورت میں دکھایا گیا ہے۔ اس شکل کے ساتھ شیو کی علامت لنگ بھی دکھایا گیا ہے[2]۔ آغاز میں شیو کی عبادت رودر کی شکل میں کی جاتی تھی شیو کا روپ وناشک (تباہ کرنے والا) سنہارک (برباد کرنے والا تھا[3]۔ شیو دھرم کے تحت چار فرقوں کی پیدائش ہوئی کالان یا کاردا، پشوپت، لکولیش اور کاپالک[4]۔ البیرونی کے بیان سے بھی علم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے معاشرے میں لکولیش پشوپت کی پوجا خاص طور سے رائج تھی[5]۔

عبدالکریم شہرستانی نے کاپالیہ فرقہ کے دیوتا کا روپ حسب ذیل طریقے سے بتلایا ہے جو بدن پر بھبھوت ملے، سر پر لال رنگ کی تین بالشت لمبی ٹوپی اور بدن میں آدمی کی کھوپڑیوں کی لمبی مالا۔ کمر میں اسی کا ٹیکا، ہاتھ

---

[1] ستیو کیتو ودیالنکار: پراچین بھارت کا وھار یکو اتہاس آرخ جیون ص۸۰

[2] رام جی اپادھیائے: پراچین بھارتیہ ساہتیہ کی سانکرتک بھومکا ص۴۱۹-۴۸۰

[3] جے۔ اے ڈوبوئس: ہندو مینرز اینڈ کسٹمس اینڈ سرومینیز ص۲۲۸

[4] بی۔ ایس۔ یاٹھک: ہسٹری آف شیو کلٹس ان ناردرن انڈیا ص۸۳

[5] بولبر: ایجی گرافیا انڈیکا ص۲۷، چالکیاز آف گجرات ص۲۹۲-۲۹۳

Marfat.com

کنگن اور پیر پر پازیب پہنے ہوتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے یہ کابلیہ فرقہ شیو کا پجاری فرقہ تھا اس کا روپ شیو سے مطابقت رکھتا ہے

شیو مذہب کو ماننے والے قدیم زمانے سے لے کر آج تک کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔ بہت سے راجاؤں نے شیو مندروں کو تعمیر کرایا تھا شیو دھرم کے پھیلاؤ کا آغاز شونگ سات واہن زمانے سے شروع ہو کر گپت زمانے میں انتہائی عروج پر پہنچ گیا[۱]۔ اسکند گپت کے بل کی طرح کے سکے اس کی شیو دھرم کے تئیں عقیدت کا اظہار کرتے ہیں شہنشاہ ہرش اور اشوک راجا کسی ایک مذہب کو سہارا دیتے تھے شیو کی تعریف 'اوم نمہ شیوائے' سے شروع ہوتی ہے[۲] بھیڑا دنا ویز سے شیو کو کلیانی نام کہتے ہوئے نیزے پریشانی کو رکھنے والا کہا گیا ہے[۳]۔ وجے سین کی دیو دھر پرشستی سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی سطح کو چھونے والا پردیو بھینشور کا عظیم مندر تعمیر ہوا تھا[۴] پال حکمراں نارائن پال نے بودھ دھرم کا پرو کار رہتے ہوئے بھی ایک شیو مندر کو تعمیر کرایا تھا[۵]

شیو مذہب کو خصوصی تحفظ گہڑوال اور چندیل حکمرانوں کی سرپرستی میں حاصل ہوا جس کے نتیجے میں ایچا نبشور سے لے کر قنوج تک اور چندیل کھنڈ کے کھجوراہو کالنجر تک بہت سے شیو مندروں کی چوٹیاں آسمان کو چومتی تھیں۔ کھجوراہو میں اودین

---

[۱] جے شنکر مشر: پراچین بھارت کا سامانجک اتہاس صفحہ ۲۳۲

[۲] ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۲۱ صفحہ ۸۴ [۳] ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۲ صفحہ ۱۰ [۴] ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۱ صفحہ ۳۱۰

[۵] انڈین اینٹی کوائری ، حصہ ۱۵ صفحہ ۳۰۶

[۶] ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۱۸ صفحہ ۹۶

[۷] ڈاکٹر تیواری : شیومت صفحہ ۴۹ - ۴۸

Marfat.com

راجہ نے شیو مندر تعمیر کرایا تھا۔

شیو کی علامت کی شکل میں بہت سے شہنشاہوں نے شیو لنگ کی تعمیر کرائی۔ شیو لنگ کو بھگوان شیو کی ایک علامت مانا جاتا تھا اور اس کی پوجا پھل پھول وغیرہ کے ذریعہ اسی طرح کی جاتی تھی جس طرح شیو کی آدمی کی شکل کی مورتیوں کی۔ عبدالکریم شہرستانی نے لکھا ہے کہ کابلیہ فرقہ کے اوتار نے آدمی کے لنگ کی شکل میں ایک مورتی بنا کر اس کی پوجا کی اجازت دی کیونکہ دنیا میں درحقیقت اولاد کی پیدائش کا ذریعہ یہی ہے[1]

چندیل شہنشاہ ینگ نے پرستر اور مرکت کے شیو لنگوں کی تعمیر کرائی تھی[2]۔ چالکیہ حکمراں بھیم اول نے سومناتھ کے پرستر مندر حوالے میں تعمیر کیا تھا۔ عرب سیاح البیرونی نے گجرات کے سومناتھ مندر کے حوالے میں لکھا ہے کہ سومناتھ مہادیو (شیو) کی مردہ خواہشات کو جلانے والا ہے اور لنگ کے نام سے مخاطب ہے[3] سومناتھ کے عظیم اور خوشحال مندر کی شہرت سے خوش ہو کر محمود غزنوی نے ۱۰۲۶ء میں اس پر حملہ کیا تھا۔ یہاں سے حاصل دولت دو کروڑ دیناروں[4] کی تھی۔ یہ مندر اس زمانے کے راجاؤں کی خوشحالی کا نشان تھا۔ زمانوں کے درمیان کمارپال نے اس مندر کو دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ سومناتھ کے مندر کی تعریف کرتے ہوئے البیرونی نے لکھا ہے کہ سومناتھ کے مشہور مندر کی تعریف کرتے ہوئے البیرونی نے لکھا ہے کہ سومناتھ کے مشہور مندر میں پوجا کے لیے روزانہ روزانہ ایک لوٹا گنگا جل اور کشمیر سے پھول آتے تھے۔ یہ سندھ دیش کے دکھن پچھم

---

[1] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۱ صفحہ ۱۳۸-۱۳۷ [2] ایچ گرافیا انڈیکا حصہ ۱ صفحہ ۱۳۸ [3] سخاؤ؛ البیرونیز انڈیکا حصہ ۱ صفحہ ۱۱۷ [4] محمود کا دینار سکہ کا وزن ۶۵ء۸ گرین کے اوسط کا تھا: اسٹوگل فارا میاٹر؛ ناظم صفحہ ۱۱۶
[5] جے شنکر شر؛ گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۸۴-۱۸۳

Marfat.com

میں واقع سب سے مشہور مندر تھا۔ سومناتھ کا شیولنگ غیر معمولی بیماریوں سے آزاد کر دیتا ہے[1]۔ ان کا عقیدہ ہے کہ چودہ کروڑ لنگ دانا کے ذریعہ بنائے گئے تھے دانا لنگ (سفید پتھر) گنگا، نرمدا، اور دیگر مقدس ندیوں میں پائے جاتے ہیں[2]۔

شیو لنگ کی پوجا کا پھیلاؤ پرورتی دور یعنی گپت کال میں ہوا تھرا کے ایک ستونی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مشورا در کیلیشور نام کے شیواچاریہ کے اعزاز میں شیو لنگوں کو نصب کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے سکوں میں شیو کی مورتیاں بنائی گئی ہیں۔ دستاویزوں سے شیو مٹھوں (مندروں) کے تعمیر ہونے کی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ یہاں پر شیو یوگی رہ کر شیو کی عبادت کرتے تھے۔ شیو مذہب کا جنم سندھ تہذیب سے شروع ہوا۔ دھیرے دھیرے عام عوام سے لے کر راجے مہاراجاؤں نے اس مذہب کو عوام پسند مذہب بنا دیا جس کا بیان عرب سیاحوں نے بھی اپنے سفر کی روئداد میں کیا ہے۔

دیوی پوجا: ہندوستان میں رائج مختلف مذہبی فرقوں کے ماتحت طاقتور فرقہ کا بہت زیادہ اہم مقام رہا ہے۔ عرب سیاح ابن ندیم نے مہاکالیہ فرقہ کا نام بیان کیا ہے جس کے پرستکار دیوی مہاکالی کی پوجا کرتے تھے۔ اس کے مطابق مہاکالی کی شکل وصورت درج ذیل تھی۔ چار ہاتھ، نیلی شکل، سر پر بال دانت نکلے ہوئے اور پیٹ کھلا ہوا، پیٹھ پر ہاتھی کی چرم پڑی ہوئی تھی۔ جس سے خون کی بوندیں ٹپکتی رہتی تھیں ایک ہاتھ میں جگر دوسرے میں ڈنڈا، تیسرے میں انسانی

---

[1] سکاؤ البیرونیز انڈیا حصہ ۲ صفحہ ۱۱۴ [2] پانڈورنگ واسن کانے۔ دھرم شاستر کا اتہاس حصہ ۲ صفحہ ۳۰۷

Marfat.com

کھوپڑی اور جو تھا ہاتھ اوپر اٹھا ہوا تھا دونوں کانوں میں دو سانپ اور بدن سے دو اجگر (سانپ کی ایک قسم) لپٹے ہوئے تھے۔ پیشانی پر انسانی کھوپڑی کا تاج نیز گلے میں ہڈیوں کی مالا پہنے ہوئے تھے[1]۔ اس مذہب کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ تھا کہ مہاکالی بہت زیادہ عظیم اور قوی دیوی ہے جو اپنی طاقتوں جیسے اچھی عمدہ اور پسندیدہ، خراب (بری) اور غیر پسندیدہ عادتوں جیسے دردان (مانگی ہوئی مراد پوری کرنا)، کی نیکی، ہمدردی اور برائی کرنے کی طاقت کے سبب قابل پرستش ہے اور یہ مشکل گھڑی میں نجات دیتی ہے۔

عرب سیاح عبدالکریم شہرستانی نے ابن ندیم سے ملتا جلتا بیان کیا ہے اس کے مطابق یہ مورتی ایک مہان دیو ہے اور اس کی پوجا ڈر اور احترام کے سبب کی جاتی ہے، ہندوستان کے کئی بڑے بڑے مقامات پر یہ مورتی ملی ہے جس میں ایک مقام اختر بھی ہے یہاں کی لمبی چوڑی مورتی کے درشن کے لئے ہندوستان کے کونے کونے سے دیدار کے طالب آتے ہیں۔ اختر نام کی بنیاد پر مقام کی پہچان کرنا مشکل ہے

عرب سیاحوں کے بیان سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ یہ مورتی دیوی کی ہے یا دیوتا کی مورتی کی ہیئت کی بنیاد پر اسے مہاکال (شیو) مانا جا سکتا ہے کیونکہ شیو کو تباہ کرنے والے کی شکل میں خوفناک دکھایا جاتا ہے لیکن شیو ایک دیوتا تھے اس بنا پر اس کو دیوی ماننا نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ ابن ندیم کا شک لفظ 'دیو' پر منحصر ہے جس کا مطلب سنسکرت میں دیوتا اور فارسی میں شیطان یا بھوت ہے۔ سلیمان ندوی نے اسے عورت کی مورتی مہاکالی مانا ہے۔

مہاکالی کو ہندوستانی کتابوں میں ایک دیوی کے روپ میں مانا گیا ہے۔ قدیم زمانے میں وشنو اور شیو مذہبوں کی طرح طاقت کی پوجا رائج

---

[1] ابن ندیم: کتاب الفہرست ص ۴۲۹-۴۳۵ سلیمان ندوی: عرب و بھارت کے سمبندھ مترجم راجیندر ص ۶۹-۱۶۸ [2] سلیمان ندوی عرب و بھارت کے سمبندھ مترجم راجیندر ص ۴۲۹-۴۳۵

Marfat.com

تھی۔ اس کے پیروکاروں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس دیوی کو شو کی طاقت یا مایا مانا گیا ہے۔ شکتی دیوی کی پوجا کرنے کے سبب اس کو مذہبی بنیاد پر طاقت ور کہا گیا اور یہ فرقہ ہندو مذہب کا بنیادی فرقہ بن گیا۔ طاقت کے دہشتناک روپ کالی کو سانپوں اور کھوپڑی مالا سے مزین دکھایا گیا ہے درگا کی پوجا کا چلن قدیم زمانے سے موجود تھا مہابھارتے کے وقت برہم وغیرہ دیوؤں کی حفاظت کرنے کے سبب مہا کالی کہلاتی ہے[1]

طاقتور فرقہ کا انتہائی قدیم روپ سندھ کی تہذیب کی ماتر دیوی (دیوی ماں) کی پوجا میں مانا گیا ہے۔ دانشوروں کا خیال ہے کہ اسوقت ماں کے روپ میں فطرت یا زمین کی پوجا ہوتی تھی اس سے اس کی قدامت کا علم ہوتا ہے۔ ویدک ساہتیہ میں فطرت اور زمین کو دیوتاؤں کے درجہ میں رکھ کر ادیہ طاقت کی بڑائی کی گئی ہے۔ ویدک ساہتیہ میں شیو فرقہ کے تحت طاقت کو شیو کی پتنی مانا گیا ہے۔ شیو کی سرگرمی کائنات کی تخلیق، پرورش اور تباہ کاری مان کر طاقت کو ان سب کے لئے منصوبہ بند طریقے سے معزز و محترم بتایا ہے[2]

ابن ندیم نے اس فرقہ کے لوگوں کی طریقہ عبادت کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مورتی کے سامنے تین بار سر جھکا کر طواف کرتے ہیں اور اپنی دلی خواہشات پوری کرنے کے لئے دعا مانگتے ہیں اور برت وغیرہ بھی رکھتے ہیں[3]۔ درگا کو جن جانوروں بلند، شبر وغیرہ کی لائق پرستش دیوی مانا گیا ہے۔ جن میں شراب، گوشت اور قربانی وغیرہ کا چڑھاوا دیا جاتا تھا[4]۔ عرب سیاحوں کے ذریعہ بیان کئے گئے طریقہ عبادت کا

---

[1] بی۔ سی۔ مجمدار: جنرل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۰۶ صفحہ ۲۶۲-۳۵۵

[2] شکت درشن صفحہ ۳۷ چوکھمبا سنسکرت سیریز ۳ رام جی اپادھیائے: پراچین بھارتیہ ساہتیہ کی سانسکرتک بھومیکا ص ۲۵۲ [3] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ ص ۸۱-۸۰ [4] جے۔ گوڈا۔ دشنوازم اینڈ شیوازم ص ۱۱۲

Marfat.com

رواج موجودہ سماج میں بھی موجود ہے۔ ہندو لوگ مندروں میں مورتی کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور طواف کرتے ہیں۔

عام طور پر طاقت کو شیو کی طرح ہی شیوا کے دہشتناک روپ میں ان کی برابر کی ساتھی مانا جاتا تھا۔ ان کا شکل (بدن) کرشن ہے، سانپ کپڑا ہے وہ بہت سے منھ اور بہت سے بازوؤں والی ہیں اور مختلف ہتھیاروں سے آراستہ ہیں۔ ہندو مذہب میں مہاکالی کو ان کی مختلف خوبیوں کی بنیاد پر الگ الگ ناموں سے پکارا گیا ہے اسی لئے اسکو 'جبا اور دجبا' کہا گیا ہے۔ اس روپ میں یہ بے قابو لوگوں کی دیوی 'اشتر' اور اسیر با کی دیوی سے بھی ملتی جلتی ہیں کیونکہ اس کو ایک روپ میں جنگ کی دیوی مانا گیا ہے۔ درگا طاقت میں مکمل دیوی تھی اور لوگ اپنی خواہشوں کی تکمیل کے لیے ان کی پوجا کرنے لگے تھے[1] اس دیوی کی پوجا کو شیو کی پوجا کے ڈھنگ پر دھالنے کی کوشش کی گئی تھی جس کے نتیجے میں دیوی کو بھکتوں کی رکشا (حفاظت) کا اور انکے دشمنوں کو تباہ کرنے والی مانا گیا ہے۔ اسی بنا پر اس کو "مہیشا سُر مَردِنی (شیطانوں کو والی) کہا جاتا ہے

دیوی کی مختلف شکل وصورت کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے ستت کمار یہ کا برت رکھنے کے سبب "کماری" بھی کہا جاتا ہے وندھیا پربت پر بسیرا کرنے کے سبب "وندھیا واسی" کہلاتی ہیں۔ دیوی کو شراب گوشت اور جانوروں کی قربانی خاص کر بھینسے کا خون بہت پسند ہے وہ راکھشوں (شیطان) کو ذبح کر کے کھا جاتی ہے[2] اس وجہ سے ان کی شکل کو بھیانک اور خوفناک دکھایا گیا ہے (موت) کو تباہ کرنے کے سبب ایک نام 'کال راتری'

---

[1] آر جی۔ بھنڈارکر: وشنو شیو اور اسیر دھارمکرمت صہ ۱۹۳

[2] ہندونیشی: شیومت صہ ۸۲

Marfat.com

بھی ہے۔

شکتی (طاقت) کی پوجا کے لئے بہت سے مندروں کی تعمیر کی گئی۔ جموں کے نزدیک کشمیر میں واقع شاردا دیوی کا مندر شکتی کی مہربان شکل کا نشان ہے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ کشمیر کے اندر راجدھانی سے تقریباً دو یا تین دنوں کے سفر کے بعد نوبور پربت کی سمت میں لکڑی کی شاردا نامی مورتی ہے جو یاتریوں کی نظر میں بہت زیادہ معزز ہے[1] البیرونی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں شاردا دیوی کی مورتی کی شہرت تھی قدیم زمانے میں شاردا دیوی کی مورتی کی شہرت اور عزت دور دور تک تھی۔ اس کے درشن کے لئے یاتری دور دراز دیشوں سے آتے تھے۔

قرون وسطیٰ سے قبل کی شہادتوں کے ذریعہ شکتی پوجا پر روشنی پڑتی ہے بھیڑا گھاٹ (جبل پور) کے نزدیک چوسٹھ یوگنی کا مندر ہے جس میں ۱۱۰۰-۹۰۰ عیسوی کے درمیان دیوی کی مورتیاں بنائی گئی تھیں اس میں ۶۴ مورتیاں ہے جو بنیادی طور پر درگا اور سپت ماتر یکاؤں کی ہے۔ پرتی ہار حکمراں مہندرپال کی دستاویز میں درگا کی تعریف مہشاسر۔ مردنی کے روپ میں کی گئی ہے[2] واضح طور پر کہا جا سکتا ہے کہ قدیم زمانے میں شکتی کی پوجا عوام پسند تھی جس کا ثبوت عرب سیاحوں کے بیانات اور ہندستانی کتابوں اور مندروں سے مکمل طور پر ہو جاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں ہندوؤں میں درگا کی پوجا کا رواج درج ذیل موقعوں پر کیا جاتا ہے۔ نوراتری کے موقع پر درگا کی پوجا کا اہتمام بڑے دھوم دھام سے کیا جاتا ہے۔

عرب سیاحوں نے دیوی پوجا کی ہندوستانی روایت کو جس شکل میں دیکھا اور سنا تھا، اس کا بیان ان کے قلم سے ظاہر ہوا تھا ان کے بیانات ایک دن

---

[1] بحوالہ شنکر شرما: گیارھویں صدی کا بھارت صفحہ ۱۹۳

[2] ایپی گرافیا انڈیکا حصہ ۱۴ صفحہ ۱۷۷-۸۴

تاریخ کی شکل میں دیکھنے کو ملتے ہیں جو سواد کا باقاعدہ اندراج کرتا ہے اس
عقیدہ اور بھروسہ کا جذبہ نہیں ہے اس لئے دل کی حرکت خاموش ہے صرف سجاوٹ
کی اشاعت نظر میں آتی ہے۔

سورج کی پوجا: دنیا کی قدیم تہذیبوں میں سورج دیوتا کی مختلف ناموں سے پوجا کی گئی ہے۔ ایران میں یہ مہر (سورج) دیوتا کی شکل میں پوجے جاتے تھے۔

قدیم ویدک کتابوں کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ بھارت میں بہت قدیم زمانے سے سورج کی پوجا کا رواج تھا۔ رگ وید میں سورج کو دنیا کی روح کہا گیا ہے۔

سوریہ آتما جگتستھ تھو، یشچ[1]

سوریہ آتما جگتستھ تھو، یشچ[1] سوریہ آتما جگتستھ تھو، یشچ[1] ۴۲ چ

دنیا کو بالمقابل روشنی دینے کے سبب اس کی خوبیوں پر ویدک رشیوں کا ـــــ کا خوش ہونا فطری تھا۔ سورج کو ہندوؤں کے پنچ دیوؤں (پانچ دیوں) میں سے ایک مانا گیا ہے۔ البیرونی کا کہنا ہے کہ ہندوستان میں مگ موجود تھے ان کو شاک دیپ کا باشندہ کہا گیا ہے۔ ان کو شاک دیپ کا باشندہ کہنے کا سبب امکان یہ ہو کہ شکوں کی طرح جن سے دوسری یا تیسری صدی سے ہی ہندوستان کے لوگ واقف تھے وہ بھی غیر ملکی تھے اس لئے ظاہر ہے کہ سورج یا مہر کی پوجا ہندوستان میں پارسی مگی ہی لائے تھے کچھ لوگ سورج کے تین روپ برہما وشنو اور شیو یا کائنات کا پروردگار اور قوی نان کران کی پوجا کرتے ہیں[2]۔ گپت عہد سے پہلے سورج کے پجاریوں کا فرقہ موجود تھا جو سورنام سے مشہور تھا[3]

---

[1] رگ وید ترا۔ ۱۵۔۱ [2] پراچین بھارتیہ ساہتیہ کی سنسکرتک پرمپرا صفحہ ۴۵۵۔
[3] البیرونی انڈیا حصہ ا صفحہ ۲۱۰ [4] وشنو، شیو اور اننیہ دھارمک ست صفحہ ۱۷۶
[5] وشنو، شیو اور اننیہ دھارمک ست صفحہ ۱۷۵

Marfat.com

کشان دور میں سورج کی مورتیاں بنائی جاتی تھیں بہت سے راجاؤں نے سورج دیوتا سے عقیدت نذر کرنے کے لئے بہت سے مندروں کی تعمیر کرائی۔ وردھن خاندان خاندان کے راجہ آدتیہ وردھن، پربھاکر وردھن اور ہرش وردھن خاندانی طور پر سورج کی پوجا کرتے تھے[1] مختلف زمانوں میں بہت سے راجاؤں نے سورج مندروں کی تعمیر کرائی جیسے کشمیر میں مارتنڈ مندر، اڑیسہ کا کونارک مندر، گجرات میں مہسانہ کے نزدیک موڈھیرا مندر نیز مشہور من راجہ مہر کل کے ذریعہ تعمیر شدہ کہا گیا تھا۔ قدیم سکون پر نقش سورج کی تصویر سے بھی سورج پوجا کی مقبولیت کی توثیق ہوتی ہے۔ کالی داس نے سورج کے اعلیٰ مقام کا بیان کیا ہے۔ اودے سنگھ دیو کا بھیل ابھلیکھ (دستاویز) سورج کی پوجا سے شروع ہوتا ہے عرب سیاح ابن ندیم[2] اور عبدالکریم شہرستانی[3] نے سورج کے پجاریوں کو دنی کتبہ فرقہ کہا ہے۔ البیرونی[4] بلاذری[5] ادریسی وغیرہ نے بورج مندر کا تذکرہ کیا ہے۔ سندھ اور ہند کے باشندے دور دور سے یہاں آکر بے انتہا مال دولت چڑھاتے ہیں جو راجہ کی آمدنی کا بنیادی ذریعہ ہے۔ ڈاکٹر مقبول نے بھی اس مندر کا جیان آدتیہ مندر کے نام سے کیا ہے[6] آج بھی ہندو سماج میں سورج طلوع ہونے کے وقت سورج پوجا کا چلن ہے اور اب تین سنسکار کے

---

[1] انشیٹ ہسٹری آف سوراشٹر ص ۱۶۵ [2] ایجی گرافیا انڈیکا حصہ ۱ ص ۲۷-۲۲
[3] آرکیولوجیکل انٹی کوئٹیز آف ویسٹرن انڈیا آف نارودن گجرات حصہ ۹ ص ۸۸
[4] واٹرز حصہ ۲ ص ۲۵۲ [5] ایجی گرافیا انڈیکا حصہ ۱ ص ۵۵-۵۵
[6] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ ص ۲۵-۲۴ [7] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ ص ۵۵ [8] البیرونی انڈیا حصہ ۱ ص ۲۲۳ [9] ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ ص ۱۲۳ [10] میڈیول انڈین کوارٹرلی جولائی۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۰۰

Marfat.com

وقت سورج دیوتا کو مخاطب کر کے بچے کی حفاظت کے لیے گائتری منتر پڑھ کر دعا کی جاتی ہے۔

ملتان کے سورج مندر کا بیان عرب سیاحوں نے خاص طور پر کیا ہے اسکی پوجا کرنے والوں کو اسکے ایک فرقہ کی شکل میں بیان کیا ہے۔ ابن ندیم اور شہرستانی نے اس فرقہ کو دنی کبتیہ (سورج کے پجاری) کہا ہے۔ ابن ندیم نے سورج کے طریقہ بندگی اور سورج دیوتا کی مورتی کا بیان درج ذیل طریقے سے کیا ہے۔

سورج کے پجاری سورج دیوتا کی مورتی بنا کر اسکے ہاتھ میں آگ کے رنگ کا ایک جوہر دے کر چار پہیوں والی گاڑی پر نصب کرتے ہیں۔ اس گاڑی میں وہ پہیوں کی جگہ پر چار گھوڑے لگاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ سورج فرشتوں (دیوودتوں) کا راجہ ہے۔ اسی سبب اس کی پوجا کی جاتی ہے[1] ابن ندیم کی تفصیل سے مکمل طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ دنی کمتیہ سے مراد سورج پوجنے والوں سے ہے لیکن اس نے جس مورتی کا بیان کیا ہے وہ کہاں واقع تھی؟ واضح طور پر نہیں کہا جا سکتا۔

شہرستانی نے لکھا ہے سورج پوجاریوں کے مطابق سورج ایک فرشتہ (دیوودت) ہے جس میں عقل اور زندگی دونوں بہتے ہیں۔ سورج پوری دنیا اور ستاروں کو منور کرتا ہے۔ لوگ آسمان کا راجہ مان کر اسکی عزت کرتے ہیں[2]

البیرونی نے ملتان کے سورج مندر کی شہرت اور قدامت کا ذکر کیا ہے، اسکے مطابق سورج کے لئے وقف ان کی سب سے مشہور مورتی آدتیہ کہلاتی تھی۔ یہ لکڑی کی تھی اور لال چمڑے سے ڈھکی ہوئی تھی اس کی دونوں آنکھوں میں دو لال پدم راگ تھے۔ ایسا خیال ہے کہ وہ پچھلے عہد تخلیق میں بنائی گئی تھی جس کو اب ۴۳۲۰۰۰ سال گزر گئے ہیں[3]

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۲۵-۲۴ [2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۲۵

[3] سچاؤ: البیرونیز انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۱۱۶

ابن رُستا نے ملتان کی سورج دیوتا کی مورتی کا روپ درج ذیل طور پر بیان کیا ہے۔

اس مورتی کی لمبائی بیس گز سے زیادہ ہے۔ یہ آدمی کی شکل کی ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ مورتی آسمان سے اتاری گئی ہے اور اس کی پوجا کا حکم کیا گیا ہے اس مورتی کے چار منہ ہیں[1]۔ ابن ندیم[2]۔ مسعودی[3]۔ مقدسی[4] اور قزوینی[5] کا بیان بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ بشاری مقدسی اور اصطخری نے البیرونی کے بیان سے ملتا جلتا بیان پیش کیا ہے۔ اس کے مطابق ملتان کے اس مندر میں ایک مورتی ہے جسے سول استھان کے نام سے پکارا جاتا ہے اسی مورتی کے نام پر اس کا نام ملتان ہوا ہے۔ یہ مورتی آدمی کی شکل کی، اینٹوں سے بنے ہوئے ایک تخت پر بیٹھی ہوئی ہے ملتان کا یہ مندر ایک پروقار راجہ کے تحفہ کی طرح معلوم ہوتا ہے یہاں بہت زیادہ چہل پہل رہتی ہے۔ مورتی تخت پر بالتی مارے ہوئے سر پر سونے کا تاج لگائے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں کی طرف بڑھائے ہے۔ اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے کو اس طرح پکڑے ہوئے ہے کہ چار ہاتھ معلوم ہوتے ہیں۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ یہی وہ مندر ہے جس سے ملتان کے امیر کی بہت زیادہ آمدنی بھینٹ میں حاصل شدہ خوشبودار لکڑیوں سے ہے[6]۔ البیرونی لکھتا ہے کہ ہندوستان کے دور دراز سے ہندو آکر جواہر، عود وغیرہ[7] قسم قسم کے خوشبودار سامان نذر کرتے ہیں اور آزادی کے ساتھ پوجا پاٹھ کرتے ہیں[8]۔ ابوزید نے لکھا ہے کہ اس مندر میں لوگ دو دو سو اشرفیوں کا عود جلانے کو بھیجتے تھے جن کو بیچاری عرب سوداگروں کے

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ ص ۱۸۲-۱۸۱ [2] ابن ندیم ص ۴۸۶-۴۸۵
[3] مروج الذہب حصہ ۱ ص ۱۲۷ [4] مقدسی صفحہ ۳۲۸ عرب و بھارت کے سمبندھ ص ۱۷۵-۱۷۴
[5] عرب و بھارت کے سمبندھ: ترجمہ رامچندر ص ۱۷۵ [6] عرب و بھارت کے سمبندھ ص ۲۵۱
[7] مروج الذہب حصہ ۱ ص ۳۷۶-۳۷۵ عرب و بھارت کے سمبندھ ص ۲۵۱
[8] مروج الذہب حصہ ۱ ص ۳۷۶-۳۷۵ عرب و بھارت کے سمبندھ ترجمہ رامچندر ص ۲۵۱

بیچ دیتے تھے[1]۔

اصطخری اور یاقوت نے لکھا ہے کہ اس مندر سے حاصل شدہ دولت کو پجاری خزانے (کوش) میں دے دیتے ہیں اور اسی سے مندر کے پجاریوں کی تنخواہ دی جاتی ہے[2]۔ گجرات کے سومناتھ مندر کی طرح اس مندر میں بھی ناقابل پیمائش دولت تھی، چاندی اور سونے کے سامان تھے۔ دیش کے کونے کونے سے اس کے درشن کے لئے لوگ آتے تھے اور مندر میں تحفہ و تحائف چڑھاتے تھے[3]۔

عرب سیاحوں نے سورج کی طریقہ بندگی کے سلسلے میں روشنی ڈالی ہے ابن ندیم اور شہرستانی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ سورج کے پجاری سورج دیوتا کی مورتی کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور اس کا چکر لگاتے ہیں یا جا بجا لے جاتے ہیں نیز نجور (دھوپ) نذر کرتے ہیں۔ سورج کی پوجا دن میں تین بار کی جاتی ہے۔ پجاری اور منتظم کار اس مندر کا بندوبست، مندر کو بخشش میں دی گئی زمین سے کرتے ہیں دور دور سے بیمار لوگ یہاں آتے ہیں، درشن کرتے ہیں، برت رکھتے ہیں اور اپنے صحتمند ہونے کی دعا کرتے ہیں۔ جب تک وہ شفایاب نہیں ہوتے ہیں یہیں پر رہتے ہیں[4]۔

ابن رستا نے لکھا ہے کہ یہاں پر دور دور سے لوگ درشن کے لئے آتے ہیں اور اپنا سر منڈوا کر بائیں طرف سے سات بار اس کا چکر لگاتے ہیں اور سورج کے ہر ایک مجسمہ کی طرف وہ سر جھکاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ وہ آگے لکھتا ہے کہ کچھ لوگ اپنی آنکھیں نکال کر اس کی آستین میں رکھ دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں: اے بھگوان! میں نے تیری خواہش کے لئے اپنی آنکھیں تیرے قدموں میں پیش کی ہیں۔ میری عمر دراز ہو، مجھے دولت دو، میری ضرورتیں پوری کرو[5]۔

---

[1] ابوزید: سفرنامہ حصہ ۸ ص ۲۰۱ [2] اصطخری حصہ ۸ ص ۲۰۱ [3] معجم البلدان (یاقوت اصطخری کے مطابق) یاقوت: حصہ ۸ ص ۱۸۳ [4] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ ص ۱۷۵-۱۷۶
[5] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ ص ۱۷۳

Marfat.com

عرب سیاحوں کے علاوہ دیگر سیاحوں کی تفصیل بھی ملتان کے اس سورج مندر پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ہیون سانگ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ مول کے تھام پر سورج کا ایک مشہور مندر تھا۔ مورتی سونے کی بنی تھی اور بیش بہا سامانوں سے مزین تھی۔ اس میں انوکھی شانتی تھی اور اسکی خوبیاں دور دور تک پھیل گئی تھیں۔ وہاں پر عورتیں لگاتار باری باری سے گاتی بجاتی تھیں۔ رات بھر چراغ روشن رہتے تھے۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو برابر پھیلی رہتی تھی۔ پورے ہندوستان کے راجہ اور سردار وہاں جاتے اور مورتی پر بیش بہا سامان چڑھاتے تھے انھوں نے آرام گھر بھی بنوا دیئے تھے جہاں آنے والے بغیر فیس رہتے تھے۔ بیماروں اور غریبوں کے لئے کھانا، مٹھایائی (شربت) اور دوا کا انتظام بھی وہ اپنی طرف سے کرتے تھے۔ اس مندر میں روزانہ ہی مختلف ملکوں سے آئے ہوئے تقریباً ایک سو یاتری دعا کے لئے حاضر رہتے تھے

سورج فرقہ کے پرچارک ریشائی پر لال چندن سے سورج کی شکل بناتے اور لال پھولوں کی مالا پہنتے تھے وہ برہم روپ میں نکلتے ہوئے سورج کی، ایشور کے روپ میں دوپہر کے سورج کی اور وشنو کے روپ میں ڈوبتے سورج کی پوجا کرتے تھے۔ سورج کے کچھ بھکت بھی اسے دنیا کی روح مان کر سورج منڈل کو دیکھتے کا برت لیتے تھے۔ کچھ بھکت سورج کو دیکھے بغیر کھانا نہیں کھاتے کچھ لوگ سورج کے سکے کو تیائے ہوئے لوہے سے ریشائی پر نقش کرکے لگاتار اسکے دھیان میں مگن رہنے کا طریقہ اپناتے تھے۔ سورج کی مورتی کے پہلے درجہ کا ثبوت بودھ گیا کے آرٹ میں ملتا ہے سورج کی رتھ پر بھی مورتیاں کم ملتی ہیں جو پورے بدن کو ڈھکے ہوئے پیر میں بوٹ دکھلائے جاتے ہیں کہیں کہیں بوٹ نہ دکھلا کر زیادہ طاقتور کے سبب نیچے کا پائوں نہیں دکھلایا جاتا ہے جو خنجر کا خٹک پیدا کرتا ہے یہ لباس شک راجاؤں کا شاہی لباس تھا[۱]

---

[۱] وارس حصہ ۲ صفحہ ۲۵۴ [۲] اے کیٹلاگ آف دی برامن کل ایجز ان تھرا آرٹ ایج ایس [۳] راجپن بھارتیہ سامتہ کی سانسکرتک بھوسیکا صفحہ ۵۵۶ [۴] پران ویمرش چکھمبا رکاہ صفحہ ۹۹۹

عرب سیاحوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ملتان کے سورج مندر کا باعزت مقام تھا۔ عرب سیاح ابن رستا، ابن خرداذبہ، اصطخری وغیرہ نے ملتان کو فرزبج الذہب (سنہری سرحد) کہا ہے ابن خرداذبہ کے مطابق اسکا نام اس لئے پڑا کہ کیونکہ حجاج کے بھائی محمد بن یوسف[1] کو یہاں ایک گھر سے چالیس بھار سونا حاصل ہوا تھا۔ ملتان کے سورج مندر کی قدیم زمانے میں بہت زیادہ عزت تھی جیسا کہ ابن رستا نے بیان کیا ہے کہ سورج مندر کے دیوتا کے درشن کے لئے لوگ ایک برس پیدل چل کر آتے ہیں۔ وہ اپنے کندھے پر صندل کے بھاری بھاری ٹکڑے رکھے رہتے ہیں۔ وہ پہلے ایک ٹکڑا تین میل دور رکھ دیتے ہیں پھر دوسرا تین میل اور آگے لے جاتے ہیں۔ پھر پہلے ٹکڑے کو لے جاتے ہیں۔ اس طرح ٹکڑے کو آگے پیچھے لے جاتے ہوئے مورتی کے قریب پہنچ جاتے ہیں تب یہ لوگ مورتی سے اپنا بدن نذر کرنے کی اجازت مانگ کر ایک لمبی لکڑی کا نوکیلا سرا پیٹ میں چبھو کر پیٹھ سے نکال لیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ایسا کرنے سے مورتی کی خواہش اور قربت حاصل ہوتی ہے کچھ لوگ اپنا دھن دولت مورتی کے سامنے لاکر نذر کر دیتے ہیں[2]

سلیمان نے ایک پجاری کا ذکر کیا ہے جو سولہ برس تک سورج کی طرف منہ کر کے عبادت کرتا رہا

بھارت کے وسیع صحن میں ہونے والی سورج پوجا کی عوام میں رائج روایت کو مختلف عرب مصنفین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس لئے ان کی تفصیلات خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ درحقیقت سورج کو دو صورتوں میں دیکھا جاتا ہے۔

۱۔ فطری صورت: جس کے ذریعہ وہ کائنات کو روشن کرتے ہیں۔

۲۔ روحانی صورت: جس کے ذریعہ وہ انسان کے دل میں رغبت اور روشنی بھرتے ہیں۔

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ ص [2] ایک بھار ۳۳۳ من کا ہوتا ہے

[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۱ صفحہ ۱۸۳۔

Marfat.com

ان دونوں خوبیوں سے معمور سورج دیوتا کے تئیں محبت کا جذبہ صرف ہندوستان کی سرحدوں میں محدود رہا بلکہ دنیا کی بہت سی قدیم تہذیبوں، میسوپوٹامیہ، ایران، یونان وغیرہ میں بھی سورج کی پوجا کے بہت سے بیان ملتے ہیں۔ ہندوستان کے ملتان پر واقع سورج مندر کی خوبصورتی نے عرب مصنفین کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہوگا پیش کردہ باب کے ماتحت مندر میں ہونے والی سرگرمیوں پر عرب مصنفین کی تفصیلات کا تذکرہ پیش کرنے کی سنجیدہ کوشش کی گئی ہے۔ سورج دیوتا کے تئیں عقیدت نے بھکتوں کو اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کی ترغیب دی تھی۔

بودھ اور جین مذہب

عرب سیاحوں نے بودھ مذہب کے پیروکاروں کو 'سمنی' کہا ہے ایلیٹ نے 'سمنیہ' لفظ کا بنیادی سنسکرت روپ شرمن مانا ہے۔ یونانی سیاحوں اور تاریخ کے مصنفین نے بھی ان کے لئے سرامنیز، سارمنیہ اور سموفی وغیرہ الفاظ کا ذکر کیا ہے۔ مطہر مقدسی نے مندروں کے دو مشہور فرقوں کے تذکرے کئے ہیں۔

۱۔ برہمنیہ (برہمن) ۲۔ سمنیہ (شرمن یا بودھ)

یہ دونوں فرقے ایک دوسرے کے مخالف تھے (سمنیہ حقیقت میں بودھوں کا ہی نام ہے) سمنیہ، لفظ عرب مصنفین کی تصنیفات میں مختلف مقامات پر آیا ہے۔

ابن ندیم اور مقدسی نے لکھا ہے کہ سمنیہ کے اوتار (گوتم بدھ کے سلسلے میں دو خیالات (نظریے) رائج تھے۔ کچھ کا عقیدہ تھا کہ بدھ ایشور کے ذریعہ بھیجے گئے پیغمبر (اوتار) تھے۔ دیگر لوگوں کے مطابق خود ایشور تھے جو دنیا میں پیدا ہوئے تھے شہرستانی نے اپنی کتاب ملل والنحل میں لکھا ہے کہ مہاتما بدھ وقتاً فوقتاً آدمی کی شکل اختیار کرکے اس دنیا میں آتے رہے ہیں۔ کچھ لوگوں نے مہاتما بدھ کی مطابقت مسلمانوں کے

۱۔ ہسٹری آف انڈیا حصہ ۱ صفحہ ۵ ۲۔ عرب رجعت کے سمبندھ مترجم راجیندر ص ۱۷۶-۱۷۷

Marfat.com

پیغمبر حضرت کی ہے۔

حمزہ اصفہانی نے لکھا ہے دنیا کے دو فرقے تھے؛
۱۔ سمنیہ ۲۔ کیلڈین (کیلڈیا والے)

سمنیہ یورپ دنیش کے رہنے والے تھے جیسے کہ آج بھی چین اور ہندوستان میں موجود ہے خراسانی انھیں سمن کہتے ہیں[1] ابن ندیم نے بوزاسف (بدھ) کی پیدائش کا مقام ہندوستان بتایا ہے۔ اس مذہب کے ماننے والے دنیا میں رہنے والے سبھی مذہبوں کے لوگوں سے زیادہ سیدھے ہیں۔ عرب سیاح کے ذریعہ استعمال شدہ لفظ بوزاسف (بدھ) بودھستو سے نکلا ہے اس لئے عرب والے بوزاسف سے مراد بودھ لیتے ہیں اور سمنیہ سے مطلب بودھ مذہب کے جنم داتاؤں سے ہے۔

بودھ مذہب کے اصول: گیارھویں صدی کے عرب سیاح شہرستانی نے بدھ لفظ کے سلسلے میں لکھا ہے بُد (بدھ) سے اس وجود کا مطلب ہے جو نہ تو جنم لے کر پیدا ہوتا ہے اور نہ مرتا ہے، نہ بیتا ہے نہ بڈھا ہوتا ہے۔ شہرستانی کے اس بیان سے 'نروان' کی حالت کا علم ہوتا ہے اسے بودھ مذہب کا آخری مقصد کہا گیا ہے۔ مہاتما بدھ نروان حاصل کرنے کے بعد بھی بہت دنوں تک زندہ تھے نروان ہی زندگی کے مسئلہ اور نجات کا دوسرا نام ہے۔ مہاتما بدھ نے دنیا کے دکھوں سے چھٹکارا پانے کو نروان کی حالت بتایا ہے۔ عرب سیاح ابن ندیم نے دنیا کے دکھوں اور پریشانیوں کو شیطان کہا ہے سمنیہ کے مذہب کا مقصد دنیا کی تکلیفوں (شیطان) سے چھٹکارا دینا ہے شہرستانی نے دس طرح کے گناہوں سے بچنے کی تعلیم دی ہے اور سچائی کے علم کی تلاش کرنے والے شخص کے لیے بہت سی ممانعتیں بتائی ہیں۔ دوسروں کی دولت چھین لینا ناجائز ہے بری

---

[1] ابن ندیم الفہرست صفحہ ۳۴۷ - ۳۴۵

جھوٹ چغل خوری، غلط الفاظ کا استعمال، حماقت آمیز باتیں کرنا نیز موت کے بعد گناہ اور ثواب کے کاموں کے پھل کی نجات میں بے یقینی بیان کی گئی ہے اس کیلئے نجات، مروت، برائیوں سے دوری، مخصہ، دنیاوی خواہشات کو چھوڑ دینا، اس دنیا سے نجات حاصل کر کے دوسری دنیا حاصل کرنے کی کوشش علم سے دل کو روشن کرنا، دل داری اور میٹھی بولی، دوستوں اور بیگانوں کے ساتھ اچھا سلوک دنیا سے الگ ہو کر بھگوان کی طرف دھیان دینا ضمیر کو خواہشوں اور لالچوں سے آزاد کرنا ہے[1] بدھ مذہب کے تحت چار چیزیں سچ مانی گئی ہیں :۔

۱۔ دکھ : اس سنسار میں دکھ ہی دکھ ہے ۲۔ دکھ سمدے : گوتم بدھ نے شیطان (دکھ) سے پریشان ہونے کا سبب پیاس یا جنسی خواہش پوری کرنے کی تمنا، بتائی ہے۔ پیاس کا خاتمہ کر کے آدمی دکھوں سے آزاد ہو سکتا ہے۔

۳۔ دکھ نردھ : دنیاوی دکھوں اور خواہشوں کو روک کر آدمی پیدائش، موت کے بندھن سے آزاد ہو جاتا ہے عرب سیاح نے لکھا ہے بدھ کے سلسلے میں الگ الگ رائیں ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بدھ کی حاصل شدہ حالت سے پہلے بردے سیت (بے دست یا بودھی ستو) کی حالت ہے۔ بردے سیت کا مطلب ہے سچائی کے علم کی تلاش کرنے والا شخص۔ سچائی کے علم کی کھوج کرنے والے لوگوں کیلئے بھروسہ، ہمت، دنیاوی خوبصورتی اور کشش سے الگ رہنا۔ دنیاوی کاموں میں غرق لوگوں سے دوری پوری کائنات کے ساتھ محبت اور مروت کا سلوک، کسی زندگی کا قتل نہ کرنا وغیرہ اصولوں کی پابندی کرنا ضروری ہے[2]۔ سوندرا نند میں دکھ کو رد کرنے کے لئے ہمت، سادگی، شرم، ہشیاری (سادھانی)، تنہائی صفائی ... اطمینان، بے نیازی کی کمی، دنیاوی خواہشوں سے بے دلی اور بقائی کی ہمت زیادہ ضرورت بتلائی ہے۔

---

[1] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۱۴ [2] عبدالکریم شہرستانی حصہ ۳ صفحہ ۲۱۲

Marfat.com

۴۔ دکھ نردھ گامنی : گوتم بدھ نے دنیاوی دکھوں سے نجات پانے کے لیے ایک راستہ اپنایا ہے جو دکھ نردھ گامنی پرتی پدا مارگ کہلاتا ہے۔ ہر ایک پوجا کرنے والے کو نرواں کا راستہ حاصل کرنے کیلئے ـــــ راستے کی پابندی کرنا ضروری ہے ۱۔ ۱۔ پوری نگاہ ۲۔ پوری بات ۳۔ کام ۴۔ روزی ۔ ۵۔ ورزش ۔ ۶۔ یادداشت ۔ ۷۔ فکر

یہ درمیانی راستہ ہے۔ یہ ایک طرف تو عورتوں سے صحبت اور دوسری طرف سخت تپسیا اور جسمانی اذیت کے درمیان کا راستہ ہے۔

دنیا کے آنگن میں مہاتما بدھ کی بہت سی مورتیاں حاصل ہوئی ہیں ہزاروں سال پہلے بنائے جانے کے بعد بھی ان مورتیوں کی شکل وصورت ہر لحاظ سے جیوں کی توں ہے۔ ابن ندیم نے بدھ کی مورتی کا اس طرح بیان کیا ہے۔ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے، چہرے پر بال نہیں ہے ٹھڈی نیچے جھکی ہوئی ہے۔ چہرے پر مسکراہٹ اور انگلیاں کچھ کھلی ہوئی اور کچھ بند ہیں[1] یہ شکل ہندوستان کے بہت سے مقامات پر واقع بدھ کی مورتیوں سے مطابقت رکھتی ہے ابن ندیم نے بدھ کی ایک مورتی بغداد میں دیکھی تھی جس پر ایک مضمون بھی لکھا ہوا تھا۔ تیسری صدی ہجری کے خاتمہ پر عرب سیاح ابو زید نے بدھ سادھوؤں کا بیان کیا ہے۔ وہ انھیں 'بکر جی' کہتا ہے جس کی شکل بھکشوؤں سے ملتی جلتی ہے اس نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں ایک فرقہ کا نام 'بکر جین' ہے۔ یہ لوگ ننگے رہتے ہیں۔ ان کے بالوں کی لٹیں اتنی لمبی ہوتی ہیں کہ وہ ان کی عریانیت کو چھپا لیتی ہیں۔ ان کے ناخن بڑے ہوتے ہیں جن کو وہ کٹواتے نہیں بھوک لگنے پر کسی کے دروازے پر بھیک مانگ کر کھا لیتے ہیں سارے شہر میں گھومتے ہیں۔ یہ لوگ گلے میں انسان کی کھوپڑی دھاگے میں پرو کر پہنتے ہیں۔ کھانے کے وقت اسی کھوپڑی کو (برتن) تیوں کی شکل میں استعمال کرتے ہیں بھوک لگنے پر

---

[1] ابن ندیم ص ۱۴۷، ۱۹

Marfat.com

یہ لوگ شہر کی طرف آتے ہیں اس کے بعد لوٹ جاتے ہیں۔ بزرگ بن شہریار نے سراندیپ کے سادھوؤں کا بیان حسب ذیل طریقے سے کیا ہے یہ سادھو بکیور کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ گرمی میں یہ لوگ بالکل ننگے رہتے ہیں۔ صرف بدن پر چار انگل کی لنگوٹی باندھتے ہیں۔ جاڑے میں چٹائی اوڑھتے ہیں اور بہت سے رنگوں کے کپڑوں کو جوڑ کر ایک کپڑا بناتے ہیں، اسی کو پہنتے ہیں۔ گلے میں آدمی کی کھوپڑی لٹکائے رہتے ہیں۔ وہ بدن پر جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھ ملتے ہیں۔ غریبی اور انجام ظاہر کرنے کے لیے یہ لوگ کھانا اسی کھوپڑی میں رکھ کر کھاتے ہیں[1]۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ یہ لوگ گلے میں کھوپڑی کی مالا ڈال کر جنگل جنگل گھومتے ہیں۔ ابوزید اور بزرگ بن شہریار کے بیان سے بدھ بھکشوؤں کی شکل وصورت کا علم ہوتا ہے عرب مصنفین کی کتابوں میں بودھوں کو "ہمش" کہا گیا ہے جس کا مطلب لال کپڑے پہننے والوں سے ہے۔ لال رنگ سے مراد گیروا یا کیسریا رنگ ہے جو بودھ بھکشو پہنتے تھے۔ آج بھی عام طور پر یہ لوگ مخصوص کیسریا (زعفرانی) رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں۔ ابوزید، بزرگ بن شہریار اور البیرونی تینوں مصنفین کے بیان سے ہر جگہ ظاہر ہے کہ بودھ بھکشوؤں کا ایک طبقہ کھوپڑی کی مالا پہنتا تھا۔ امکان ہے قرون وسطیٰ سے قبل بودھ مذہب کے تحت بھکشوؤں میں یہ شکل رائج رہی ہوگی۔

بودھ مذہب کی توسیع: عربوں کے حملے کے وقت ہندوستان میں بدھ مذہب موجود تھا محمد بن قاسم کے سندھ پر حملے کے وقت وہاں کے راجہ داہر کے خلاف بودھ مذہب کے پیروکاروں نے عربوں کا ساتھ دیا تھا اس سلسلے میں ابن ندیم نے لکھا ہے کہ اسلام سے قبل ٹرانس کاریکشیا اور خراسان میں بودھ مذہب موجود تھا اسی وقت یہ مذہب چین میں بھی رائج تھا۔ عرب سیاح سلیمان کے بیان سے بھی بخوبی علم ہوتا ہے اس کے مطابق چین کے مذہب کی بنیاد

---

[1] عجائب الہند صفحہ ۱۵۵ (لیڈن)، [2] سلیمان سوداگر کا سفرنامہ صفحہ ۱۰ (پیرس)

Marfat.com

ہندوستان ہے اور بودھ کی مورتیاں جو چین میں حاصل ہوئی ہیں وہ ہندوستان کی بنائی ہوئی ہے بودھ مذہب کا پرچار نہ صرف بھارت میں بلکہ غیر ممالک میں بھی ہوا۔ اس سلسلے میں شہنشاہ اشوک کی سب سے زیادہ اہم خدمات تھیں۔ براعظم ایشیا کے مختلف ملکوں میں بدھ مذہب مدت مدید پھیلتا پھولتا رہا۔

بدھ کی مورتی پوجا: ابن ندیم اور شہرستانی نے "بت" (مورتی) لفظ کا استعمال کیا ہے۔ ان کے بیانات میں بت خانہ (مندر) بت پرست (مورتی پوجک) وغیرہ فارسی لفظوں کا استعمال یہ ظاہر کرتا ہے کہ قدیم زمانے میں مورتی کی پوجا ہوتی تھی۔ عربی میں اسے "بد" کہا گیا ہے اس سلسلے میں خوارزمی لکھتا ہے کہ سمنیہ لوگ (بودھ مذہب کے پیرو) مورتی پوجنے والے ہیں شری لنکا کے مشہور آوتار رامائن پاک اور دوبارہ پیدائش کو مانتے ہیں چین میں بودھ مذہب کے ماننے والے بہت زیادہ تھے۔ عرب سیاح مسعودی چین کے بارے میں لکھتا ہے کہ ان کا مذہب پہلے کے لوگوں کا مذہب ہے اور یہ ایک دین ہے جس کو ——— سمنیہ کہا جاتا ہے۔ ان کی پوجا کا ڈھنگ وہی ہے جو اسلام سے قبل قریش کے لوگوں کا تھا۔ یہ لوگ مورتیوں کو پوجتے ہیں اور عبادت کرتے وقت انھیں کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ مورتی کو ایشور (خدا) کی طرح مانتے ہیں اسی بنا پر پوجا کرتے ہیں پیش کردہ عبارت سے ہندوستان چین اور سری لنکا میں کی جانے والی بدھ کی پوجا پر روشنی پڑتی ہے۔ عام طور پر سمنیہ (بودھ مذہب) کے دو فرقے مشہور تھے (۱) ہین یان فرقہ (۲) مہایان فرقہ پہلے فرقے والی بدھ کو ہی ایشور (خدا) مانتے ہیں دوسرے فرقہ کے لوگ بدھ کو ایشور (خدا) کا اوتار (پیامبر) مانتے ہیں۔ بودھ کتابوں میں بودھ مذہب کے دو فرقے بتائے گئے ہیں (۱) ہین یان فرقہ (۲) مہایان فرقہ ابن ندیم نے سمنیہ کے ایک مندر کا بیان درج ذیل طور پر کیا ہے: نگرہار میں واقع عظیم مندر تین میل کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اس مندر میں

بیس ہزار بودھ کی مورتیاں ہیں جو سونے، چاندی، لوہے، تانبے، پیتل، ہاتھی دانت اور مختلف قسم کے قیمتی پتھروں اور جواہرات سے بنائی گئی ہیں۔ ہر سال راجہ (میلے کے موقع پر) پیدل چل کر درشن کے لئے آتا ہے اس کے اندر ایک سونے کی مورتی بارہ ہاتھ اونچی ہے۔ جو سونے کے ایک چبوترے پر بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ چبوترہ ایک سونے کے گنبد نما کمرے میں رکھا ہے۔ کمرہ سفید موتیوں اور لال ہرے آسمانی رنگ کے جواہرات سے مزین ہے ہر سال ایک مخصوص دن بھر یہاں یہ قربانی دیتے ہیں اور اپنی جان تک اس پر قربان کر دیتے ہیں[1]۔ ابن ندیم کا بیان کردہ یہ مندر کس مقام پر واقع تھا، اب اس کے بارے میں بتانا مشکل ہے۔ عرب سیاحوں نے بودھ مذہب کی قدامت کا بیان کرتے وقت بلخ میں واقع بودھ وہار کا بیان کیا ہے جس کے سلسلے میں کئی دانشوروں میں اختلاف ہے وہ اسے مجوسیوں کا مندر مانتے ہیں۔ سیاحوں کے بیانات اور ان کے ثبوت کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ بودھوں کا (بودھ وہار (مٹھ) تھا ابن ندیم اس سلسلے میں لکھتا ہے کہ نوبہار کے پھاٹک پر جو دستاویز ہے وہ یہ ہے "برآصف (برمکی) کا قول ہے کہ راجاؤں کے دروازے میں خوبیوں کے خواہشمند رہتے ہیں۔ عقل، اطمینان اور دولت۔ اسکے نیچے عربی میں لکھا ہے "برآصف نے جو کہا ہے وہ غلط ہے جس میں ان تینوں میں سے ایک بھی بات ہوگی وہ کسی راجہ کے دروازے پر کیوں جائے گا[2] اس طرح دستاویز کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ بودھ لوگوں کا بودھ وہار (مٹھ۔ اقامت گاہ) تھا مسعودی نے نوبہار کے سلسلے میں لکھا ہے کہ نوبہار کا مندر بہت زیادہ مضبوط اور بلند تھا اور اسکے اوپر بانسوں میں ہرے، ریشمی کپڑے کے جھنڈے لہراتے تھے۔ ہر جھنڈے کا کپڑا سو سو ہاتھ کے برابر ہوتا تھا۔ اس کے چاروں طرف کی دیواریں بھی ایسی ہی ہیں۔ اس کے جھنڈے کا ریشمی کپڑا اتنا بڑا تھا کہ دور دور تک جاتا تھا[3]۔ نوبہار نام کے

---

[1] ہندوستان عربوں کی نظر میں حصہ ۲ صفحہ ۱۳۰-۱۳۱ [2] مروج الذہب حصہ ۴ صفحہ ۵۳

Marfat.com

متعدد وہار سندھ میں عربوں کے حملے سے پہلے موجود تھے سلیمان ندوی نے برمکر لوگوں کو بودھ دھرم کے پرو کار کی حیثیت سے مانا گیا ہے جس کا حقیقی تعلق ہندوستان سے تھا نہ کہ ایران سے خلاصہ کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستانی مذہب میں بودھ مذہب کا وجود اہمیت کا حامل تھا۔ بودھ مذہب کے ماننے والے گیروے (کسیری) کپڑے پہنتے۔ بھیک مانگتے اور ان میں سے بہت سے بودھ کی مورتی کو پوجتے تھے سندھ کے راجہ داہر کے خلاف بودھوں کے ذریعہ عربوں کو دی جانے والی مدد یہ اشارہ کرتی ہے کہ وہ راجہ داہر سے مطمئن نہیں تھے ممکن ہے ہندو اور بدھوں کا اختلاف یا راجہ داہر کا بودھوں کے ذریعہ عربوں کو دی جانے والی مدد یہ اشارہ کرتی ہے کہ وہ راجہ داہر سے مطمئن نہیں تھے۔ ممکن ہے ہندو اور بودھوں کا باہمی اختلاف یا راجہ داہر کا بودھوں کے تئیں خراب سلوک اس کے لئے ذمہ دار رہا ہو یہ کہنا مناسب ہوگا کہ عرب راجاؤں[1] بدھوں نے اپنی طرف متوجہ کیا تھا

جین مذہب : چھٹی صدی قبل مسیحی ہندو مذہب کے مخالف مذہب کی شکل میں جین مذہب ادھرم کا رواج ہوا۔ جین مذہب کے اصول و فلسفہ ہندو مذہب سے مکمل طور پر علیحدہ ہیں۔ اس مذہب سے تعلق جو بیس تیرتھنکر (مذہبی پرچارک) ہوئے تھے جنوں نے مذہبی تعلیم دے کر جین مذہب کو پھیلایا لیکن اس کے چوبیس تیرتھنکر مہاویر سوامی نے اپنے نئے خیالات اور کاموں سے اسے نئی زندگی عطا کی تھی۔ جین مذہب میں تیرتھنکر کی حیثیت مذہبی پرچاروں کی شکل میں مانی جاتی ہے اور ان کا احترام ایشور کی طرح کیا جاتا ہے۔ تیرتھنکروں کی اپنی خواہش یہ ہے کہ نجات کے ذریعوں میں اوری دکھاوا نہیں ہے اس لئے گیان، شردھا (عقیدت) اور اچھا کردار ہی نجات کے لیے حقیقی ذرائع ہیں۔ جین مذہب کے اندر دو شاخیں تھیں (۱) دگمبر جن کے پیروکار ننگے رہتے تھے

---

[1] کتاب الفہرست ص ۳۴۵ و ۳۴۶ عرب و بھارت کے تعلقات صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۳ پر بھی دیکھا جا سکتا ہے
ماہنامہ الفرقان ص ۳۳

Marfat.com

۲۔ شوتامبر جس کے پیرو کا رسفید کپڑے پہنتے تھے۔ عرب سیاحوں نے اپنے بیانات میں جین مذہب کا تذکرہ کہیں نہیں کیا ہے۔ جب کہ عرب سیاحوں نے ہندوستان کی مذہبی حالت کا دلچسپ تذکرہ پیش کیا ہے۔ اس کا واحد سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جین مذہب کا پرچار نہیں ہوا ہوگا۔ عرب سیاحوں نے خاص کر جین مذہب کا پرچار نہیں ہوا ہوگا۔ عرب سیاحوں نے خاص کر جین مذہب کا بیان نہیں کیا ہے لیکن ہندوستان میں رہنے والے مختلف قسم کے سادھو سنیاسیوں کا بیان کیا ہے۔ امکان ہے انھیں میں جینی لوگوں کا بیان چھپا ہو۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ کچھ لوگ ہندوستان میں اپنے بدن کا کوئی بھی بال نہیں کاٹتے۔ گرمی کے سبب شروع میں وہ ننگے پھرا کرتے تھے اور سر کے بال نہ کاٹنے کا سبب لوسے بچنا تھا۔ عرب سیاح البیرونی کے اس بیان سے جین مذہب کے دگمبر فرقہ پر روشنی پڑتی ہے جس کے تحت لوگ بغیر لباس کے رہتے ہیں۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ یہ لوگ ننگے رہتے تھے۔ البیرونی نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ یہ لوگ بدن کے پوشیدہ حصوں کے بال نہیں کاٹتے اور ان میں جو لوگ صحبت کی شدید خواہش رکھتے ہیں وہ بھی ایسا کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی خواہش کے مطابق ناخن بڑھاتے ہیں جس کا استعمال وہ سر کھجلانے اور جوئیں ٹٹولنے میں کرتے ہیں ان کے سلسلے میں یقینی طور پر کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ ناخن کیوں بڑھاتے تھے لیکن جدید زمانے میں قدیم لوگوں کی طرح عورتیں ناخن بڑھاتی ہیں۔ ایسا صرف خوبصورتی کے نقطہ نظر سے کرتی ہیں قدیم ہندوستان کی مذہبی روایات ہیں جین مذہب کا ارتقا ہوا ان کے پیرو کار ہندوستان کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ ہندوستانی تہذیب و تمدن پر جین مذہب کا بہت کافی مقدار میں اثر پڑا ہے۔ البیرونی کے وقت گجرات اور کاٹھیاواڑ میں جین مذہب کا پرچار تھا چھٹی صدی قبل مسیح گجرات میں جین مذہب کا پرچار اس وقت ہوا جب بھدر باہو نے دکھن کی طرف رخ کیا تھا اس وقت شمالی ہند میں ہندو مذہب کا خاص طور پر پرچار تھا۔ کرناٹک میں دگمبر فرقہ کے لوگوں کی کثرت تھی گجرات میں چالکیوں کے عہد حکومت میں شوتامبر فرقہ کا پھیلاؤ ہوا قدیم وسادنروں سے متعدد جین مندروں کے

Marfat.com

کے تعمیر کرائے جانے کی سند ملتی ہے۔ چالکیہ دربھ راج کے بیٹے بھیم کے سزا دھکاری نے وردھمان سوری کی ترغیب سے ۱۰۳۱ عیسوی میں آبو پربتی ناحیہ کا مشہور مندر تعمیر کرا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارھویں صدی میں جین مذہب گجرات میں ترقی یافتہ حالت میں گیا تھا اور رسلھ راج نے شتر دھنیہ تیرتھ کو مالی امداد کے واسطے بارہ گاؤں خیرات دیے تھے۔ البیرونی کے علاوہ ابوزید نے قنوج اور گجرات کے باشندوں کا بیان کیا جن کو "بکیرعین" کہتے تھے۔ یہ لوگ ننگے رہتے تھے ان کے بال اتنے لمبے ہوتے تھے کہ بدن اور سر کو ڈھک لیتے ہیں۔ ناخن نہیں کاٹتے بلکہ خود ہی ٹوٹ کر گر جاتے ہیں۔ رہتے گھومتے رہتے ہیں اور گلے میں ایک پیالا کی طرح آدمی کی کھوپڑی لٹکتی رہتی ہے جس کا استعمال بھی کی شکل میں کرتے ہیں بھوک لگنے پر کسی ہندوستانی کے دروازے پر بھیک مانگتے ہیں بھوک لگنے پر کسی ہندوستانی کے دروازے پر بھیک مانگتے ہیں اور ہندوستانی باشندے ان آنا مبارک مانتے ہیں اور انھیں بھیک میں پکے ہوئے چاول نذر کرتے ہیں۔ نرگ نے ان سادھوؤں کو "بے کور" نام سے پکارا ہے۔ یہ لوگ خاص طور سے لنکا میں رہتے مسلمانوں سے حد سے زیادہ محبت کرتے ہیں نیز ان سے گہرے تعلقات رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ننگے بدن اور ننگے پاؤں جاڑے میں بھی رہتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی سادھو چاؤنل کی کھال بین لیتا ہے جاڑے کے موسم میں یہ لوگ گھاس کی چٹائیاں اوڑھتے ہیں کچھ لوگ مختلف رنگوں کے چھوٹے ٹکڑوں کو ملا کر بنائی ہوئی لنگی باندھ لیتے ہیں اور بدن پر مر کی جلی ہوئی راکھ ملتے ہیں سر کے بال منڈا دیتے ہیں۔ گلے میں آدمی کی کھوپڑی لٹکا رہتے ہیں۔ غریبی و مسکینی دکھانے کے لیے اسی میں کھاتے پیتے ہیں عرب سیاحوں ذریعہ دیے گئے بیان سے واضح نہیں ہوتا ہے کہ یہ "بکیر" "جین" اور "بکور" سادھو مذہب سے تعلق رکھتے تھے قدیم زمانے میں سادھو سنیاسیوں کی بہتات تھی۔ عرب سیاحوں کے ذریعہ بیان کردہ تفصیلات معاشرے کے دوسرے سادھوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ جین مذہب کے لوگوں پر روشنی نہیں ڈالتی ہیں۔

کتابیات

عربی وفارسی کتب (۱) ابوزید۔ سلسلۃ التواریخ (۲) عبدالقادر بغدادی۔ الفرق بین الفرق (۳) عبدالکریم شہرستانی: الملل والنحل (۴) البیرونی: تحقیق ماللہند۔ آثارالواقعۃ بن الفرق (۵) العتبی۔ تاریخ یامنی (۶) ابن فقیہ ہمدانی: کتاب البلدان لیڈن (۷) ابن رستا۔ الاعلاق النفیسہ (۸) اصطخری: مسالک الممالک کتاب الاقالیم (۹) ابن ندیم: کتاب الفہرست (۱۰) ابن حوقل۔ نورالارض (سفرنامہ) (۱۱) ابن خرداذبہ: المسالک والممالک (۱۲) ابن ابی اصیبعہ: عیون الانباء فی طبقات الاطباء، مصر (۱۳) قاضی صاعد اندلسی: طبقات الامم (۱۴) قاضی رشید بن زبیر: کتاب الذخائر والتحائف (۱۵) قزوینی: آثارالبلاد، تین حصے گوٹنجن ۸۴۸ء (۱۶) خوارزمی: مفاتیح العلوم (۱۷) گردیزی: کتاب زین الاکبر: مرتب ایم ناظم۔ برلن ۱۹۲۸ء (۱۸) جاحظ: رسائل مخرالسودان علی البیضان۔ کتاب البلدان، کتاب البیان والتبیین (۱۹) بلاذری: فتوح البلدان، برل ۱۸۶۶ء (۲۰) بزرگ بن شہریار: عجائب الہند (۲۱) بشاری مقدسی: احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم لیڈن ۱۹۰۹ء (۲۲) مطہر بن طاہر مقدسی: البدء والتواریخ حصہ چہارم (۲۳) مسعودی: مروج الذہب ومعدن الجواہر، کتاب التنبیہ والاشراف، اخبار الزمان، نزہۃ المشتاق فی اختراق الآفاق (۲۴) یاقوبی: تاریخ یاقوبی (۲۵) یاقوت: معجم البلدان حصہ مصر (۲۶) رشیدالدین: جمعیۃ التواریخ (۲۷) شریف ادریسی، نزہۃ المشتاق (۲۸) سلیمان تاجر: سلسلۃ التواریخ

ہندی کتب: (۱) اگنی لال: اشوگھوش کا لین بھارت (۲) آرچی بھنڈارکر: وشنو شیو ودانیہ دھارمک مت (۳) اودھاگوری شنکر ہراچند: راجپوتانہ کا اتہاس (۴) اے بی ایل دیکھتی: براہمن بھارت کا اتہاس (۵) گووند چند پانڈے: بودھ دھرم کے وکاس کا اتہاس، سوروپ ایوم سدھانت، (۷) گوپی ناتھ کوی راج: بھارتیہ سنسکرتی ایوم سادھنا، (۸) واسودھر مانند کوسمبی: براہمن بھارت کی سنسکرتی اور سبھیتا (۹) ودیادھر ناتھ شکل:

Marfat.com

بھارتیہ واستوشاستر پرنیا دگیان، (۱۰) سوتی چندر سارتھ واہ : پراچین بھارت کی اچھ تپ
(۱۱) سوتی چند : پراچین بھارتیہ دیش بھوشا (۱۲) مراٹھی : کلچری ترشی اوران کا کال (۱۳)
رنجیت سنگھ : دھرم کی ہندو اودھارنا (۱۴) ؛ رام جی اپادھیائے : پراچین بھارت ساہتیہ
کی سنسکرتک بھومیکا (۱۵) راج بلی پانڈے : ہندو سنسکار، چوکھمبا سنسکرت، (۱۶)
راج بلی پانڈے : ہندی ساہتیہ کی بھومیکا (۱۷) بیجناتھ پوری : بھارتیہ سنسکرتی اور اتہاس
بھارتیہ (دیا بھون، (۱۸) وِل چرن لا : پراچین بھارت کا اتہاسک بھوگول، (۱۹) دشونا
شکل : ہندو سماج بوستھا (۲۰) وشدھانند پاٹھک : اتر بھارت کا راجنیتک اتہاس،
(۲۱) لالہ سنت رام : البیرونی کا بھارت، پریاگ (۲۲) جے شنکر مشر : پراچین بھارت کا
سامانجک اتہاس (۲۳) پی وی۔ کانے : دھرم شاستر کا اتہاس (۲۴) مدد نشی : شبوت
(۲۵) ستیہ کیتو ودیالنکار : پراچین بھارت کا دھارمک، سامانجک اوم آرتھک جیون
(۲۶) رام چندر : عرب و بھارت کے سمبندھ۔

سنسکرت کتب

(۱) مانسولاس : رامیشور، سمپادک، جی کے۔ شری گونڈے کرگائیکواڑ، اورنٹیل سیریز
شمارنمبر ۲ (۲) لکشمی دھر، کرتیہ کلپترو : سمپادک : کے۔ پی۔ رنگاسوامی آئینگر گائیکواڑ،
اورنٹیل سیریز، بروڈھ (۳) گرسجھ کانڈ (۴) سنسکار پرکاش : دیبپرسادے کانشٹ
چوکھمبا سنسکرت سیریز، وارانسی (۵) راج شیکھر : کپور منجری، کلکتہ وشودیالیہ، (۶)
رگ وید : سائن بھاشیہ سہت، سمپادک، الف، سکیولر،

اردو کتب (۱) اطہر مبارکپوری : ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں (۲) ابو جعفر :
تاریخ سندھ (۳) بنی پرشاد : ہندوستان کی پرانی بھیتا (۴) نیاز : محمد بن قاسم
کے حملے سے بابر تک (۵) سید علی بلگرامی : تمدن ہند (۶) ہندوستان عربوں کی نظر میں
دارالمصنفین اعظم گڈھ (۷) محمد اکرام : آب کوثر (۸) سلیمان ندوی : عربوں کی جہاز
عرب و ہند کے تعلقات (۹) صباح الدین عبدالرحمن : ہندوستان میں عہد وسطیٰ کی ایک جھلک

Marfat.com

انگریزی کتب (۱) اے۔ ایس۔ التیکر: اسٹیٹ اینڈ گورنمنٹ ان انشینٹ انڈیا راشٹرکوٹاز اینڈ دیر ٹائمس، دی لوز لش آف ووسن ان ہندو سولائزیشن (۳) آل ڈیوس ہندو مینرس، کسٹمس اینڈ سروسز جلد ۳ (۴) اشوک کمار سریواستوا: انڈیا ایز دسکرائیڈ بائی دی عرب ٹریولرس (۵) اے کے مجومدار: دی چالکیاز آف گجرات۔ بھارتیہ ودیا بھون بمبئی (۶) اے۔ بی۔ کلیتہ: ہسٹری آف سنسکرت لٹریچر (۷) اے کینی گھم: انشینٹ جیوگرافی آف انڈیا، ایڈیشن ۲ (۸) ابوالحسن علی ندوی: اسلام اینڈ دی ورلڈ، بمبئی ۱۹۶۷ (۹) بی۔ پی۔ مجومدار: شوسیو اکنامک ہسٹری آف دی ناروون انڈیا، (۱۰) بی۔ این۔ پوری: دی ہسٹری آف گورجرا پرتی ہارازز، انڈیا ایز دسکرائیڈ بائی آرمی گریک رائٹرز (۱۱) بی۔ اے۔ سیلی فورہ: دی وائلڈ ٹرائبس ان انڈین ہسٹری (۱۲) بدھا پرکاش: سم آسپکٹس آف انڈین ہسٹری اینڈ سولائزیشن، آن دی اوآف مسلم انوسن (۱۳) بی۔ سی۔ لا: البیرونیز نالج آف انڈین جیوگرافی، مگدھا زان اینشینٹ انڈیا۔ ماؤنٹینس آف انڈیا۔ جیوگرافی آف اینشینٹ انڈیا، ہولی سیلبسز آف انڈیا۔ ریورس آف انڈیا۔ (۱۳) بھگوان داس: دی سائنس آف سوشل آرگنائزیشن (۱۴) کالیانی تھ: دی حریم انڈوی پردہ (۱۵) سی۔ وی۔ ویدیا: ہسٹری آف میڈیول ہندو انڈیا (۱۶) دشرتھ شرما: راجستھان تھروی ایجز، لکچرس آن راجپوت ہسٹری اینڈ کلچر، ارلی چوہان ڈائنسٹی۔ (۱۷) الیٹ اینڈ ڈاؤسن: ہسٹری آف انڈیا بائی انس اون ہسٹرین۔ (۱۸) ای۔ جے۔ رالسن: کیمبرج ہسٹری آف انڈیا۔ (۱۹) الفنسٹن: ہسٹری آف انڈیا، (۲۰) ای۔ ایچ وارنگٹن: کامرس بوین دی روس امپائرز انڈیا (۲۱) ای۔ ایچ۔ وارنگٹن: کامرس بوین دی روس امپائرز انڈیا (۲۱) ای۔ سی سچاؤ: البیرونیز انڈیا، (۲۲) ای رینوڈاٹ: اکاونٹ آف انڈیا اینڈ چائنا بائی ٹو محمڈن ٹریولرس (۲۳) ایف۔ ای۔ کی: اینشینٹ انڈین ایجوکیشن (۲۴) ایف اسٹین گاس: پرشین انگلش ڈکشنری (۲۴) جی۔ ایس۔ گھوریہ: کاسٹ اینڈ اکیوپیشن

Marfat.com

کاسٹ اینڈ کلاس ان انڈیا (۲۵) گری فتھس، سٹینگزان مدھسٹ کیمپل آف اجنتا۔
(۲۶) گووند چندیا ندڑے: اسٹڈیز ان دی اورکیٹکچر آف بدھ ازم (۲۶) جی یزدانی: دی
ارلی سٹوری آف دکن (۲۷) ایچ۔ سی تیلادھر: سوشل لائف ان انیشینٹ انڈیا، (۲۸) ایچ ٹی۔ لیمبرک۔
سندھ اے جنرل انٹروڈکشن۔ (۲۹) ہیگ ودل جلے: دی کیمبرج ہسٹری آف انڈیا
(۳۰) ہورس جی ہوڈی والا، اسٹڈیز ان انڈو مسلم ہسٹری (۳۱) حبیب اللہ: فاؤنڈیشن
آف مسلم رول ان انڈیا (۳۲) ایچ۔ آر۔ گھوشال: اینشینٹ لائن ہسٹری آف
دی انڈین پیپل (۳۳) اشوری پرشاد: میڈیول انڈیا (۳۴) انسنگ، جے، تکوسو
اے ریکارڈ آف بدھسٹ ریلیجن ایز پریکٹسڈ ان انڈیا اینڈ دی ملایا (۳۵) اندرا:
دی اسٹیٹس آف ووسن ان انیشنٹ انڈیا (۳۶) جے گونڈا: ویشنوازم اینڈ شیوازم
(۳۷) جے۔ ایس۔ نیگی: سم آسپیکٹس آف ایسٹرن ٹریڈ ان انڈیا۔
(۳۸) کے۔ اے۔ نیلکنٹھ شاستری: لائف اینڈ کلچر آف دی انڈین پیپل، اے
ہسٹری آف ساؤتھ انڈیا (۳۹) خلیق احمد نظامی: سم آسپیکٹس آف ریلیجن اینڈ
پالیٹکس ان انڈیا ڈیورنگ تھرٹینتھ سنچری (۴۰) کے۔ ایم۔ اشرف: لائف اینڈ کنڈیشن
آف دی پیپل آف ہندوستان (۴۱) کے۔ وی۔ اکر: سم آسپیکٹس آف ہندو
ویو آف لائف اکارڈنگ ٹو دھرم شاستر (۴۲) کے۔ ایم منشی، دی گلوری وس وار
گرجادیش بمبئی (۴۳) سکرنڈل: اینشینٹ انڈیا اینڈ وسکرانڈ میگنیز انڈو آرین
(۴۴) سنی کوتھاں کمال صبیں، جینا سکس اینڈ اسکولز (۴۵) ایم ناظم: دی لائف
اینڈ ٹائم آف سلطان محمود آف غزنہ (۴۶) مارگولتھ: عربک ہسٹوریئنس
(۴۷) ایم۔ پی۔ شریواستوا، سوسائٹی اینڈ کلچر آف میڈیول انڈیا (۴۸) مقبول احمد
انڈو عرب ریلیشنز (۴۹) این۔ این۔ جی۔ مجومدار انسکرپشن آف بنگال۔

Marfat.com

(۵۰) این ۔ ایل ۔ ڈے جیوگرافکلس ڈکشنری آف انشینٹ اینڈ میڈیول انڈیا
(۵۱) این ۔ کے ۔ دت ؛ اوریجن اینڈ گروتھ آف کاسٹس ان انڈیا ـــــ
(۵۲) نریندر ناتھ ؛ اسٹڈیز ان انڈین ہسٹری اینڈ کلچر (۵۳) اوم پرکاش ؛
فوڈ اینڈ ڈرنکس ان انشینٹ انڈیا (۵۴) پی ۔ کے ۔ گوڈ ؛ ہسٹری آف دی
عربس (۵۵) پی ۔ کے ۔ گوڑ ؛ اسٹڈیز ان انڈین کلچر ہسٹری (۵۶) پی ۔
ایچ ۔ والوالکر ؛ ہندو سوشل این ٹی ٹیوشن (۵۷) پی ۔ این ۔ پربھو ؛ ـــ
ہندو سوشل آرگنائزیشن (۵۸) پی ۔ وی ۔ کانے ؛ ہسٹری آف دھرم شاستر
(۵۹) رادھا کرشنن ہندو ویو آف لائف ریلیجن اینڈ سوسائٹی (۶۰) ۔
آر ۔ کے ۔ مکرجی ؛ ہسٹری آف انڈین سولائزیشن (۶۱) آر ۔ جی ۔ برکھیم ؛
رائیز آف دی محمڈن پاور ان انڈیا (۶۲) آر ۔ ایس ۔ ترپاٹھی ؛ ہسٹری آف
فتوح (۶۳) آر ۔ سی مجومدار ؛ کارپوریٹ لائف ان انشینٹ انڈیا ؛ ہسٹری
آف بنگال (۶۴) آر ۔ سینگی ؛ دی ہسٹری آف گڑھوال ڈائنسٹی (۶۵) آر ۔
ایس ۔ شرما ؛ شودراز ان انشینٹ انڈیا (۶۶) آر ۔ سی ۔ مجومدار اینڈ پوسلکر ؛
دی ایج آف امپیریل فتوح (۶۷) آر ۔ فک ؛ سوشل آرگنائزیشن ان
نارتھ ایسٹ انڈیا ان بدھسٹ ٹائم (۶۸) راہولا گوونڈ لیک ؛ بدھا اینڈ
بدھازم (۶۹) آر ۔ کے ۔ مکرجی ؛ انشینٹ انڈین ایجوکیشن (۷۰) ہرشی بندھو ؛
دھیائے ؛ فارن اکاؤنٹس آف سیریا ان انشینٹ انڈیا (۷۱) سرور قیوم خاں ؛
سم عرب ٹریڈرس انڈ دیر کنٹریبیوشن ٹو جیوگرافی (۷۲) سوریا جا منڈل ؛ دی
اورجن اینڈ ڈیولپمنٹ آف دشاوتار (۷۳) ایس ۔ ایم ۔ علی ؛ عرب جیوگرافی
(۷۴) ۔ ایس ۔ ایم ۔ ایچ ناٹنار ؛ عرب جیوگرافرس نالج آف سدرن انڈیا (۷۵)
ایس ۔ کے ۔ مترا ؛ دی ارلی رولرس آف کھوراہو (۷۶) ایس ۔ ایم ۔ جعفر ؛ سم کلچرل

Marfat.com

آسکیٹس آف مسلم رول ان انڈیا (۷۷) شرت چندر داس بہادر رائے بومبے سٹیٹ
ان انشیئنٹ انڈیا (۷۸) ڈی۔ سی۔ سرکار سلکٹڈ انسکرپشن (۷۹) بی۔ ایم۔ برواہ:
اشوکا اینڈ ہز انسکرپشنز ایلن: کیٹلاگ آف دی گپتا کوائنس (۸۰) تارا چند:
انفلوئنس آف اسلام آن انڈین کلچر (۸۱) ٹی۔ واٹرس: آن یوان چانگس ٹریولس
ان انڈیا (۸۲) یو۔ ٹھاکر: دی سٹڈی آف سوسائٹی ان انڈیا (۸۳) وی۔ اے
اسمتھ: دی ارلی ہسٹری آف انڈیا (۸۴) وی۔ ایس۔ اگروال: اے کیٹلاگ
آف دی برہمنکل امیجز ان متھرا آرٹ (۸۵) وی۔ سی۔ شریواستوا: سن ورشپ
ان انشینٹ انڈیا وی۔ ایس۔ پاٹھک: ہسٹری آف شیوا کلٹس ان ناردرن انڈیا
فرام انسکرپشنز (۸۷) وگل: کیٹلاگ آف متھرا میوزیم (۸۸) وسنٹ سمتھ
آف انڈین لنر سکیپ (۸۹) یوسف علی: میڈیول انڈین کلچر۔

جرائد۔ انول رپورٹ آف ساؤتھ ایسٹ گرافی؛ آرکیولوجیکل سروے رپورٹ
آف انڈیا؛ بمبئی گزیٹیر؛ برہان؛ کارپس انسکرپشنم انڈیکیرم؛ ایپی گرافیا
انڈیکا؛ اسلامک کلچر؛ انڈین ہسٹاریکل کوارٹرلی؛ انڈین انٹی کوائری؛
امپورٹنٹ انسکرپشنز فرام دی برودہ اسٹیٹ؛ انڈو ایرانیکا؛ جرنل آف رائل
ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال؛ جرنل آف دی بامبے برانچ آف دی رائل ایشیاٹک
سوسائٹی؛ جرنل آف کانگریس سوسائٹی؛ جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی
آف گریٹ برٹین؛ جرنل آف دی ڈیپارٹمنٹ آف لیٹرس، کلکتہ؛ جرنل آف
دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی؛ جرنل آف انڈین ہسٹری؛ میموئرل انڈین کوارٹرلی؛
پروگریس رپورٹ آف دی آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا؛ پروسیڈنگ آف انڈین
ہسٹری کانگریس ۱۹۴۵؛ مینارسکی: آف دی اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز
۱۹۴۸۔ لندن۔

Marfat.com